(جانِ سخن)

مصنّفۂ

جانشینِ امیر مینائی لکھنوی جلیل القدر حافظ جلیل حسن جلیلؔ

اُستادِ حضرت غُفران مکان آصفجاہِ سادس و مصاحبِ اعلیحضرت بندگانعالی

متعالی حضور پرنور نظام الملک آصفجاہ سابع نواب میر عثمان علیخان بہادر سلطانِ دکن

خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ

در امیر المطابع حیدرآباد دکن طبع گردید

۱۳۳۲ھ

Musheer-i-Deccan Press

ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا

الحمد للہ کہ این دیوان فصاحت بنیان رشک چمن رونق انجمن موسوم بہ

جان سخن

نتیجہ فکر جانشین امیر مینائی لکھنوی حافظ جلیل حسن جلیل

در امیر المطابع حیدرآباد جلوۂ ظہور نمود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدۂ تہنیتِ تخت نشینی جہان پناہ فلک بارگاہ بندگانِ عالی متعالی ظلِّ سبحانی خلیفۃ الرحمانی اعلیحضرت سکندر شوکت کیوان علم انجم خدم رستمِ دوران افلاطونِ زمان سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ حضور پرنور شہریار آئین نواب میر عثمان علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ

بزمِ عشرت مین نئے رنگ کا سامان دیکھا — حالتِ وجد مین ساغر کو بھی رقصان دیکھا

پھول مقصد کے کھلے ہین تو شگوفے دیکھے — جو نہ دیکھا تھا کبھی وہ چمنستان دیکھا

غنچۂ گل سے بھلا ضبطِ خوشی کیا ہوتی — ہنس پڑے وہ بھی جو ہر گل کو خندان دیکھا

ہر شجر ہے شجرِ طور سے بڑھکر روشن — ہر شگوفے کو چراغِ تہِ دامان دیکھا

تھی نسیمِ سحر آگاہ کہ ہے وقتِ خوشی
گرگئی شمع کو خاموش جو گریان دیکھا

ایک اک گھر پہ برستی ہوئی رحمت دیکھی
ایک اک دل سے نکلتے ہوئے ارمان دیکھا

تخت کے تاج کے مالک مرے سرکار ہوے
تخت کو تاج کو تقدیر پہ نازان دیکھا

للہ الحمد کہ اورنگ نشینِ اقبال
بعدِ آصف تجھے عثمان علیخان دیکھا

للہ الحمد کہ خُدّامِ وفا پرور نے
تجھے آفتاب تجھے مالک تجھے سلطان دیکھا

دیکھنا اسکو مسرت کا اثر کہتے ہین
دشمنون کے دہنِ زخم کو خندان دیکھا

ایک عالم ہے کہ مدہوش نظر آتا ہے
یہ نہ پوچھو کسے شادان کسے فرحان دیکھا

ابرِ رحمت کیطرح خلقِ خدا کے سر پر
سایہ افگن تجھے اے سایۂ یزدان دیکھا

دوست دشمن پہ رعایا پہ زمانے بھر پر
تیری شفقت تری بخشش ترا احسان دیکھا

لوحش اللہ تجھے لاکھون مین یگانہ پایا
بارک اللہ تجھے سرحلقۂ شاہان دیکھا

حبذا ساتھ ترے نصرتِ باری دیکھی
مرحبا ہاتھ ترے فتح کا میدان دیکھا

کان سے وصفِ سکندر جو سنا تھا ہمنے
آنکھ سے آج وہ اے خسروِ ذیشان دیکھا

کبھی چھپتے نہین اوصاف جو آبائی ہین
آصفی شان کو تیور سے نمایان دیکھا

روے رنگین پہ پسینے کا عجب عالم ہے
آب و آتش کو بہم دست و گریبان دیکھا

چوری چوری جو نظر شہ کیطرف جاتی ہے
رعبِ دربار یہ کہتا ہے کہان ہان دیکھا

عہدِ دولت مین ترے بخ ہو گنجِ مراد
دورِ راحت مین ترے درد کو درمان دیکھا

نہ غمِ دزد نہ رہزن کا کسیکو کھٹکا
رعبِ شاہی کو رعایا کا نگہبان دیکھا

بخت و دولت کو حکومت کو جہانداری کو
تیرے قابل ترے لایق تری شایان دیکھا

جسطرح ابر کے ٹکڑے سے ہو بارش مینہ کی
دستِ فیاض کو یون ہی گہر افشان دیکھا

دو نہین چار نہین سو نہین لاکھ نہین
سارے عالم کو ترا بندۂ احسان دیکھا

دولت و جاہ و حشم کو ہے عقیدت کیسی
اُسے شیدا اُسے صدقے اُسے قربان دیکھا

جس نے دربار ترا دیکھ لیا پھر اُسنے
آنکھ اُٹھا کر نہ کبھی سوے گلستان دیکھا

سچ ہے نظارۂ دربار کچھ آسان نہین
جسکو دیکھا صفتِ آئنہ حیران دیکھا

اُس نظر مین اثر اکسیر کا آجاتا ہے
جس نظر نے تجھے ای عیسیِ دوران دیکھا

یون ہی دیکھین فلکِ پیر کو ہم لاکھ برس
جسطرح آج ترا تابعِ فرمان دیکھا

ایک تجھ پر نہین موقوف زمانے کو جلیل
میر عثمان علیخان کا ثنا خوان دیکھا

مبارکباد

راحت و عیش کا سامان ہو مبارک تمکو
تخت و تاج ای شہِ عثمان ہو مبارک تمکو

بخت و اقبالِ سکندر ہو سزاوار تمہین
شوکت و شانِ سلیمان ہو مبارک تمکو

خسرو ملک دکن قلعہ شکن شیر فگن
لقبِ رستمِ دوران ہو مبارک تمکو

ساری دنیا کو مبارک ہو تمہارا احسان
اور اللہ کا احسان ہو مبارک تمکو

دل شگفتہ ہین مسرت سے ہوا خواہو نکے
یہ تر و تازہ گلستان ہو مبارک تمکو

رتبۂ شاہی و دارائی و ظلِ الٰہی
میرے آقا مرے سلطان ہو مبارک تمکو

بھر دیا موتیون سے دامنِ امید جلیلؔ
شہ کا دستِ گہر افشان ہو مبارک تمکو

مُبارکباد

یہ مسندِ شاہی تمہین سرکار مبارک
یہ جشن مبارک ہو یہ دربار مبارک

غنچے جو چٹکتے ہین تو آتی ہے یہ آواز
دولت کا چمن عیش کا گلزار مبارک

کہتی ہے یہ خود شاہ کی پیشانیِ روشن
تقدیر رسا طالعِ بیدار مبارک

احباب کو تیری نگہِ لطف سزاوار
دشمن کو ترا خنجرِ خونخوار مبارک

لکھتا ہون جلیلؔ آصفِ سابع کی مین تعریف
کیونکر نہ مرے حق مین ہون اشعار مبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

خرمنِ جان کیلیے برق ہے جلوا تیرا
آفرین اُسکو جو ہے دیکھنے والا تیرا

دیکھنے پر نہین کچھ حُسن کی شہرت موقوف
تو ہے پردے مین زمانے مین ہی چرچا تیرا

مجکو سرکارِ جنون سے یہ ملے ہین تمغے
بیڑیان پاؤن مین ہین سر مین ہے سودا تیرا

بھولی سی شکل تری دیکھکے دل آیا تھا
کیا خبر تھی کہ ہے پتھر کا کلیجا تیرا

جان لی تو نے ہزارون کی مگر اسپر بھی
درد مندون مین رہا نام مسیحا تیرا

سن ابھی مشقِ ستم کا نہین نادان ہی تو
کوئی تڑپیگا تو اُچھلے گا کلیجا تیرا

پھل تجھے خنجرِ قاتل کا مبارک ای دل
بارور خوب ہوا نخلِ تمنا تیرا

کہہ گیا شمع سے پروانہ کہ ناممکن ہے
مین جلون اور کلیجا رہے ٹھنڈا تیرا

جسکو انکار قیامت سے ہے اے فتنہ خرام
اُسنے دیکھا نہین شاید قدِ رعنا تیرا

ایک خنجر تو ترے ہاتھ مین ہی اے قاتل
دوسرا خنجرِ خونریز ہے غمزا تیرا

یہ بھی اک تیری نزاکت کا اثر ہے ظالم
دل سے لب تک نہین آتا کبھی شکوا تیرا

مین تو قائل ہون اس اندازِ مسیحائی کا
مرنے دیتا نہین عُشاق کو وعدا تیرا

رکھ مجھے جامِ شہادت سے نہ قاتل محروم
تیغ بے آب سہی دل تو ہے دریا تیرا

دن کٹین ہجر کے اسکی کوئی تدبیر نہین
صرف اے خنجرِ قاتل ہے سہارا تیرا

یار و اغیار سے شکوہ تجھے ناحق ہے جلیل
سب سے بڑھکر ہے مصیبت دلِ شیدا تیرا

مین جو گھر سے طرفِ کوہ و بیابان نکلا
وحشتِ دل نے کہا آج یہ ارمان نکلا

کوئی تسکین کا پہلو نہ مری جان نکلا
دل نہ پہلو سے نہ دل ہی کوئی ارمان نکلا

دیکھتے تھے وہ جس آئینے مین صورت اپنی
وہی آئینہ کسیکا دلِ حیران نکلا

اشکِ خون نالۂ جانسوز فغانِ پُر درد
سب تھے نکلے مگر افسوس نہ ارمان نکلا

ایک سے ایک زیادہ ہی یہان وحشت مین
آستین کی جو خبر لی تو گریبان نکلا

ایک دم کو دلِ پُر خون مین جو آ بیٹھا تھا
سُرخرو ہو کے ترے تیر کا پیکان نکلا

نہ سنبھلنا تھا مرے دل کو نہ ابتک سنبھلا
نہ نکلنا تھا مرے دل سے نہ ارمان نکلا

بخیۂ عشق سے دونون کی ہوئی پردہ دری
لیکے دامن کو ترے میرا گریبان نکلا

ناوک ناز سے کتنے ہوئے روزن دلمین
وائے تقدیر کہ اسپر بھی نہ ارمان نکلا

کیا تماشا تھا خدا جانے کہ اُس کوچے سے
کوئی مدہوش کوئی چاک گریبان نکلا

اِسکو کہتے ہین رفاقت کہ مرے پہلو سے
دل کو بھی ساتھ لیے تیر کا پیکان نکلا

سُرخرو کر گئی دونون کو شہادت میری
نام تو آپکا نکلا مرا ارمان نکلا

رازدان بنکے محبت کا جو دم بھرتا تھا
خوب دیکھا تو وہی دشمنِ ایمان نکلا

جوشِ وحشت مین گلوگیر رہا ایک نہ ایک
طوق نے اسکی جگہ لی جو گریبان نکلا

مین نے بتخانے مین اللہ کی قدرت دیکھی
برہمن بنکے گیا ہو کے مسلمان نکلا

حُسن کو داغ دیا عشق نے بدنامی کا
قیس کے ہاتھ سے لیلیٰ کا گریبان نکلا

اُڑ گئے ہوش جو قاتل نے کیا چاک اسے
ایک اک گوشۂ دل حشر کا میدان نکلا

گھر جو آرام کا پائے تو کوئی کیون چھوڑے
بیٹھکر دل مین نہ پھر تیر کا پیکان نکلا

کون آیا ہے چمن مین جو حیا کے مارے
شاخ سے غنچۂ گل سر بگریبان نکلا

سب نے جانا کہ چلی تیغ کھُلے میدان مین
اس ادا سے سر محشر وہ خرامان نکلا

کیا کہون آپ سے مین حال زمانے کا جلیل
دل دیا جسکو وہی جان کا خواہان نکلا

ساقی نے مستِ نرگسِ مستانہ کردیا / ایسی پلائی آج کہ دیوانہ کردیا

ٹھنڈا رہے وہ جسنے لگا کر جگر مین آگ / شمعِ جمال کا مجھے پروانہ کردیا

تیرا شباب دیکھ کے جاتے رہے حواس / فصلِ بہار نے مجھے دیوانہ کردیا

ہوتا ہے سحر آنکھ مین لیکن نہ اِسقدر / جسپر نگاہ پڑگئی دیوانہ کردیا

منظور تھا کہ نام ہو روشن جہان مین / خود شمع بنگئے مجھے پروانہ کردیا

سَو سَو کو مست کرتے ہین اک اک نگاہ مین / جس بزم مین گئے اُسے میخانہ کردیا

پردے کی شکل خوب نکالی یہ آپ نے / آیا جو سامنے اُسے دیوانہ کردیا

اے شیخ یان گرہ مین نہ تقویٰ نہ زہد ہے / جو کچھ تھا نذرِ شیشۂ و پیمانہ کردیا

خلقت مین دونون ایک ہین لیکن خدا کی شان / تجکو پری کیا مجھے دیوانہ کردیا

اُس شمع رو نے ہوکے گلستان مین بے حجاب / ایک ایک عندلیب کو پروانہ کردیا

رُسوائیون کے خوف سے آفت مین جان تھی / اچھا کیا جو آپ نے دیوانہ کردیا

اغیار و یار کی مجھے پہچان کیا ہے / سب سے ترے خیال نے بیگانہ کردیا

رہنا نگاہِ ناز کی زد سے بچے ہوے / ہشیار تجکو اے دلِ دیوانہ کردیا

کی محتسب نے آج یہ اصلاحِ میکدہ / شیشون کو توڑ تاڑ کے پیمانہ کردیا

ہر وقت اِس مین شوخ حسینونکا ہے خیال

دل کو جلیل تمنے پریشانہ کردیا

فصلِ گل آئی ہوا حال پریشان اپنا — آج کچھ اور ہی کہتا ہے گریبان اپنا
ضعف ہے درد کا اُٹھنا بھی گیا وای نصیب — تھا وہی ایک انیسِ شبِ ہجران اپنا
اشکِ خون دیکھ کے ہنستے ہو مگر یاد رہے — رنگ لائیگا کبھی دیدۂ گریان اپنا
کسقدر نالۂ بلبل مین اثر ہوتا ہے — رکھدیا پھاڑ کے پھولون نے گریبان اپنا
اشک آنکھون مین فغان لب پہ تمنا دل مین — کچھ اگر ہے تو یہی ہے سر و سامان اپنا
دل تڑپتا ہے جو قاتل تو مزہ آتا ہے — اور کچھ دیر چُبھا رہنے دے پیکان اپنا
اے جنون تیری بدولت یہ ملین جاگیرین — کوہ اپنا چمن اپنا ہے بیابان اپنا
پھول داغونکے مری دلمین ہین پھل زخمونکے — آج کل سیر کے قابل ہی گلستان اپنا
خوب کرتے ہین جو ہم جامہ دری کرتے ہین — ہاتھ اے ناصحو اپنا ہے گریبان اپنا
ان طرحدارون سے ملتے ہوی جی ڈرتا ہے — کسی آفت مین نہ ڈالے دلِ نادان اپنا
یہی دونون ہین جو بدنام کیا کرتے ہین — نگہِ شوخ تمہاری دلِ نالان اپنا
تیغ کھینچی ہے تو اب دیر ہے کیا بسم اللہ — جو تمہاری ہے تمنا وہی ارمان اپنا
دل لیا آپنے اس کا تو کوئی ذکر نہین — بوسہ اک دیکے جتانے لگے احسان اپنا

اب مجھے گردشِ ایام سے کیا خوف جلیل

للہ الحمد ہے آقا شہ عثمان اپنا

چشمۂ فیض یہ جاری ہے قاتل تیرا
اور اک وار کا مشتاق ہی بسمل تیرا

تو نے اے ماہ فلک داغ جگر دیکھا ہے
ہم نے بھی ایک نکالا ہی مقابل تیرا

چلبلا ہے دل بیتاب اگر شوخ ہی تو
ہم نے بھی ایک نکالا ہی مقابل تیرا

ہین پشیمان ہوا سامنے لاکر دل کو
وہ یہ کہتے ہین مبارک ہو تجھی دل تیرا

روز سیراب ہوا کرتے ہین پیاسے دو چار
دم سلامت رہے اے خنجر قاتل تیرا

پھر بتا دون ہین تجھے درد محبت کیا ہے
مجھپر آجائے اگر میری طرح دل تیرا

رگ جان رہ گئی باقی تو قیامت ہوگی
ذبح کرنے مین رکے ہاتھ نہ قاتل تیرا

یون تو دنیا تجھے کہتی ہے مسیحا لیکن
نام مشہور ہے عشاق مین قاتل تیرا

اب علاج دل بیتاب بہت مشکل ہے
وہ بھی کہتے ہین ہمسے بس کا نہین دل تیرا

ایسے ہوتے ہین کہان ناز و نزاکت والے
دل مین آتا ہی تصور بھی بمشکل تیرا

تجھسے ملکر صنم اللہ کی قدرت دیکھی
پھول سی شکل ہے پتھر ہی مگر دل تیرا

آئنہ سامنے رکھا ہی بہت ناز نہ کر
تجھسے کچھ کم نہین ای شوخ مقابل تیرا

گل رخسار کی پہونچی ہے کہانتک خوشبو
ذکر کرتے ہین گلستان مین عنادل تیرا

دیکھے سر بھی نہ سکا دوش ہوا اوسے نصیب
میری گردن پہ اب احسان ہے قاتل تیرا

مین تڑپتا ہون کہ روتا ہون تجھے کیا ناصح
میری آنکھین نہ تری ہین نہ مرا دل تیرا

دستِ نازک سے ترے تیغ کا بوجھ اٹھوایا
کچھ بھی غیرت ہے تو کٹ جائیگا بسمل تیرا

کس مپرسی کا گلہ کر نہ حسینون سے جلیل
کیا کرے لیکے کوئی درد بھرا دل تیرا

پائمالی کے تو لایق دلِ ناشاد نہ تھا
کیا کوئی اور ستم اے ستم ایجاد نہ تھا

کل کی ہے بات کہ ایسا ستم ایجاد نہ تھا
تو دل آزار تھا بیدرد تھا جلاد نہ تھا

ناز غمزے بھی رہے میری شہادت مین شریک
لاکھ چھریان تھین فقط خنجرِ جلاد نہ تھا

اللہ اللہ اسے جادو نظری کہتے ہین
آنکھ اسنے جو ملائی دلِ ناشاد نہ تھا

بوئے گل سونگھ کی تو مست رہی بلبل
خیر گذری کہ تری تاک مین صیاد نہ تھا

صرف تیرے دلِ نازک کا رہا مجھکو خیال
ورنہ اے یار کوئی مانعِ فریاد نہ تھا

عشقِ صیاد کا پھندا ہے بلا کا پھندا
مین تھا آزاد قفس سے مگر آزاد نہ تھا

ہاتھ کیون روک لیا اس نے دمِ ذبح جلیل
شکر تھا لب پہ مرے شکوہ بیداد نہ تھا

کسقدر تھا گرم نالہ بلبلِ ناشاد کا
آگ پھولون مین لگی گھر جل گیا صیاد کا

غیر کیا جانے مزہ معشوق کی بیداد کا
عشقبازون مین مسیحا نام ہے جلاد کا

سہل سمجھا تھا ستانا بلبلِ ناشاد کا — چار نالون مین کلیجا جل گیا صیاد کا

زیرِ خنجر مین تڑپتا ہون فقط اسواسطے — خون میرا اڑ کے دامنگیر ہو جلاد کا

درپے آزار پہلے آسمان اتنا نہ تھا — پا گیا ہے کچھ اشارہ اُس ستم ایجاد کا

اب تو وہ بھی لوٹ ہے بلبل تری آواز پر — بارک اللہ خوب پھانسا تو نے دل صیاد کا

اُسکے صدقے جایئے جسنے تجھے پیدا کیا — شکل دی حور و پری کی دل دیا جلاد کا

وصل مین کیسا ادب ایجان گستاخی معاف — آج لینا ہے مجھے تم سے عوض بیداد کا

تیغ و خنجر رہ گئے ناز و ادا کے سامنے — کام چلتا ہے نہین چھریون سے اب جلاد کا

مجکو ہے ایسا چمن درکار جسمین اے نسیم — خوف گلچین کا نہو کھٹکا نہو صیاد کا

آپ بھی خنجر بکف ہین مین بھی ہون سینہ سپر — رہ نہ جائے آج کوئی حوصلہ بیداد کا

آصفِ سابع کے آئے ہین قدم جب سے جلیل
بمبئی مین ہر طرف غل ہے مبارک باد کا

یہ ستم مجکو نہ بھولیگا ستمگر تیرا — نیمجان چھوڑ کے چلتا ہوا خنجر تیرا

ایسے چھپنے سے نہ چھپنا ہی تھا بہتر تیرا — تو ہے پردے مین مگر ذکر ہے گھر گھر تیرا

پانی پانی مری توبہ ہو نہ کیون اے ساقی — دیکھ پایا ہے چھلکتا ہوا ساغر تیرا

ساقیا گردشِ قسمت سے عوض لینا ہے — چاہتا ہون کہ رہے دور مین ساغر تیرا

تیغ کھا کھا کے بنایا تجھے قاتل کس نے
مین نہ ہوتا تو نہ کھلتا کبھی جوہر تیرا

دہنِ زخم یہ قاتل کو صدا دیتا ہے
سرخرو آج مرے دم سے ہے خنجر تیرا

کیا ستم ہے کہ وہ کرتا ہے مرا دل برباد
کوئی اتنا نہین کہتا کہ یہ ہے گھر تیرا

ہے یہ منشا کہ نہ سمجھے کوئی معشوق تجھے
نام عشاق نے رکھا ہے ستمگر تیرا

للہ الحمد جو ہنستے تھے مرے رونے پر
وہ بھی کہتے ہین کہ ہر اشک ہے گوہر تیرا

قتل کی چاٹ جو دیتا ہون یہی مطلب ہے
کسی تدبیر سے ہو وصل میسر تیرا

سوچتا ہون کہ کرون کس کے حوالے دلکو
ناز دلکش ہے تو انداز ہے دلبر تیرا

آج ہے عذر تو مین کل یہ ہون راضی قاتل
ہان اگر بھول نہ جائے مجھے خنجر تیرا

ساقیا واعظِ بدبین کی نظر سے ہشیار
آنکھون آنکھون مین یہ پی جائیگا ساغر تیرا

آجتک مجھپہ یہ عقدہ نہ کھلا اے قاتل
قتل کرتی ہے ادا تیری کہ خنجر تیرا

کبھی رکتا کبھی کھچتا ہے کبھی تنتا ہے
سچ تو یہ ہے کہ ترا جوڑ ہے خنجر تیرا

قطع امید نہ ہو جائے تو کیا ہو قاتل
ہاتھ نازک ہے ترا کند ہے خنجر تیرا

ایک وعدہ بھی مرے یار کا پورا نہ ہوا
کچھ کہون مین تو وہ کہتا ہی مقدر تیرا

یہی دو کام محبت نے دیے ہین مجھکو
دل مین ہے یاد تری ذکر ہے لب پر تیرا

دورِ مے دیکھکے حیرت ہے مجھے اے ساقی
چلتے چلتے کبھی تھکتا نہین ساغر تیرا

سختیان لاکھ ہون سہنے کیلیے حاضر ہون
مین بھی شیشے کا نہین دل ہے جو پتھر تیرا

شمع سے چاند سوا چاند سے خورشید سوا
اور ان سب سے سوا ہے رخِ انور تیرا

آجکل آئنہ رویون مین گذرتی ہے جلیل
بارک اللہ نصیبا ہے سکندر تیرا

ہوگئے مین تشنہ جگر تا درِ قاتل آیا
تیغ کے گھاٹ مجھے لیکے مرا دل آیا

مجھکو دعوی تھا بہت حسن مین یکتائی کا
لے وہ آئینہ ترا بن کے مقابل آیا

جیسے پروانہ گرے شمع پہ بیخود ہوکر
تیری صورت پہ اسیطرح مرا دل آیا

اور تیرون نے تو سینے مین کیا گھر اپنا
ناوکِ ناز کے جھتے مین مرا دل آیا

خون حسرت کا ہوا دل مین الٰہی کیونکر
قاتل آیا نہ کوئی ناوکِ قاتل آیا

رحم اُس مین نہ وفا اُس مین نہ الفت اُسمین
وائے تقدیر کہ آیا تو کہان دل آیا

مڑ گئی تیغ تو غیرت سے کٹا جاتا ہون
ایک قاتل جو گیا دوسرا قاتل آیا

نذر لازم ہے تری بزم مین آنیکے لیے
کوئی مٹھی مین لیے جان کوئی دل آیا

خون کی چھینٹ سے دامن تو بچایا ہوتا
ذبح کرنا بھی نہ اب تک تجھے قاتل آیا

مل کے دونون نے محبت مین دغا کی مجھسے
تو نہ پہلو مین نہ قابو مین مرا دل آیا

ایسے بسمل کے لیے کیا کوئی مرہم ہو مفید
کھل گیا زخمِ جگر یاد جو قاتل آیا

کوچهٔ یار مین جانا تو مجھے یاد رہا
یہ نہین یاد کہان چھوڑ کے مین دل آیا

کچھ بہانہ نہ ملا خون بہانے کے لیے
بارہا تیغ ستم کھینچ کے قاتل آیا

آپکے دل پہ بھروسہ مجھے کیونکر ہوگا
میرے قابو مین تو ابتک نہ مرا دل آیا

ناتوانی کا یہ عالم ہے تری فرقت مین
مین کبھی آپ مین آیا تو بمشکل آیا

سیر کچھ جلوہ گہہ ناز کی آسان نہین
پھر کے آیا جو درِ یار سے بسمل آیا

قطرهٔ اشک نہ ٹھہرا کہین دامن کی سوا
گرتا پڑتا یہ مسافر سرِ منزل آیا

تجکو ہے ناز کہ مجھسا نہین دلبر کوئی
مجکو ہے ناز کہ ایسے پہ مرا دِل آیا

پھر کسی اور شہادت کی نہ حاجت ہوگی
حشر مین ہاتھ اگر دامنِ قاتل آیا

اُنکو ملنے سے ہے پرہیز تو کیا غم ہے جلیل
مین تصوّر مین کئی بار گلے مل آیا

آبِ خنجر سے جو سیراب ہوا دل میرا
دی دعا مین نے کہ ٹھنڈا رہے قاتل میرا

لینے دیتا نہین آرام مجھے دل میرا
تم جسے کہتے ہو بسمل وہ ہے قاتل میرا

تیری چتون نے کیا موردِ الزام تجھے
ورنہ کسکو تھی خبر کون ہے قاتل میرا

خوب انصاف کیا آپ نے ماشاءاللہ
آنکھ سے آنکھ لڑی چھین لیا دل میرا

مین کرون بھی تو کرون خون کا دعوی کسپر
میرے قاتل کا ہر انداز ہے قاتل میرا

حسن و الفت کا مزہ جوشِ جوانی تک تھا
اب نہ وہ آنکھ تمہاری ہے نہ وہ دل میرا

خونِ ناحق پہ شہادت کی ضرورت کیا ہے
دہنِ زخم کہے گا یہ ہے قاتل میرا

للہ الحمد مری آہ نہ بیکار گئی
وہ بھی کہتے ہین کہ قابو مین نہین دل میرا

آرسی آئینے منظورِ نظر کیون ہوتے
تم نے دیکھا ہی نہین آئینۂ دل میرا

بیخطا ہون مگر اقرارِ خطا کرتا ہون
چاہتا ہون کہ نہ بدنام ہو قاتل میرا

جلوہ فرما وہ ہوا کرتے ہین جس محفل مین
شمع جلتی نہین جلتا ہے وہان دل میرا

کہدے اے آہ اُسے اُس سے جو کھچا بیٹھا ہے
کھینچ لائیگا تجھے جذبۂ کامل میرا

غمزہ و ناز اگر باڑھ نہ دیتے اُس کو
کاٹ سکتا نہ گلا خنجرِ قاتل میرا

تیر پہ تیر پڑین اُف نہ زبان سے نکلے
وہ کلیجا ہے ترا اور یہ ہے دل میرا

شیشہ و جام سے کچھ کام نہین مجکو جلیل
جام ہے آنکھ مری شیشۂ مے دل میرا

مجھسے رُوٹھا ہے تو روٹھا رہے قاتل میرا
بڑھ کے قاتل سے ہے پہلو مین مرے دل میرا

تو بھی حامی نہ ہوا خنجرِ قاتل میرا
ڈوبا جاتا ہے سفینہ لبِ ساحل میرا

خوب موقع ہے کہ مین ہاتھ مین دیدون تلوار
نشۂ حسن سے مدہوش ہے قاتل میرا

کسطرح کیجئے تقسیم بڑی مشکل ہے
سو ادائین ہین وہان ایک یہان دل میرا

عمر سے کرتی ہے جو آنے مین اجل کرنے دو
مجکو کیا غم ہے سلامت رہے قاتل میرا

جسکو ارشاد ہو قدمون پہ تصدق کردون
یہ جگر ہے یہ مری جان ہے یہ دل میرا

ابھی آنکھون سے نہین خونِ تمنا دیکھون
پاس اتنا تو کرے خنجرِ قاتل میرا

شکر تیرا تو ادا ہو نہین سکتا قاتل
ہان لبِ زخم سے دیتا ہے دعا دل میرا

جان نثاری کا صلہ دیکھیے یون پاتے ہین
ہاتھ ملتا ہے مری لاش پہ قاتل میرا

وہ ٹھہرتی نہین شوخی سے یہ بیتابی سے
دونون ہین آفت جان آنکھ تری دل میرا

رات دن جان مصیبت مین رہا کرتی تھی
آپ نے خوب کیا چھین لیا دل میرا

کسطرح شوقِ شہادت کا مین اظہار کرون
کاٹ دیتا ہے مری بات کو قاتل میرا

حسرتِ دید نے یہ رنگ دکھایا آخر
خون ہو کر مری آنکھون سے بہا دل میرا

نہ اسے وصل مین راحت نہ جدائی مین قرار
کچھ عجب چیز ہے ارمان بھرا دل میرا

اُسپہ مرتا ہون جسے دیکھکے جیتا ہون جلیل
جو مسیحا ہے مرا ہے وہی قاتل میرا

عہدِ شباب چشم زدن مین گذر گیا
جھونکا ہوا کا تھا اِدھر آیا اُدھر گیا

خالی گئی نہ چوٹ خدنگِ نگاہ کی
دل اُس سے بچگیا تو جگر مین اُتر گیا

ساقی نہین شراب تو حاجت بھی کچھ نہین
خالی تری نظر سے مرا جام بھر گیا

قاتل کے ہاتھ سے نہ سبکدوش ہم ہوئے
سر تیغ سے اُتار کے احسان دھر گیا

کس لطف سے یہ خنجرِ قاتل نے جان کی
آبِ حیات بن کے گلے سے اُتر گیا

ایسا نہ جانتا تھا دلِ بیوفا کو مین
کمبخت خود گیا مجھے بدنام کر گیا

دو دن کی ہے بہار حسینون کا التفات
نظرون پہ جو چڑھا وہی دل سے اُتر گیا

اشکون کے ساتھ لختِ جگر بھی ملے مجھے
لعل و گہر سے دامنِ اُمید بھر گیا

آیا نہ پھر کے ایک بھی کوچے سے یار کے
قاصد گیا نسیم گئی نامہ بر گیا

مجھسا بھی بیخبر نہ کہین ہوگا اے جلیل
اتنی خبر نہین کہ مرا دل کدھر گیا

ترکِ شراب کا مجھے برسون اثر رہا
چھوٹا جو دورِ جام تو دورانِ سر رہا

گردش سے کب نجات ہوئی کوے یار مین
چل کر تھکے جو پاون تو چکر مین سر رہا

کیا دل کا حوصلہ تھا کہ اُس جلوہ گاہ مین
تا کب رہا نشانۂ تیرِ نظر رہا

مقتل مین خوب معرکۂ حسن و عشق تھا
خنجر بکف کوئی کوئی سینہ سپر رہا

کوئی نہ کوئی رہ گئی قاتل کی یادگار
نکلا جگر سے تیر تو زخمِ جگر رہا

سب اپنا حال کہتے رہے چارہ ساز سے
مین تھا کہ محوِ لذتِ زخمِ جگر رہا

دو روز کے لیے تو سبھی یار تھے مگر
دلسوز بن کے سوزِ جگر عمر بھر رہا

ظالم نے اک نگاہ مین دونون کی لی خبر
ثابت رہا نہ دل نہ سلامت جگر رہا

باغِ وفا کے پھول کو افسردگی کہان
ہر فصل مین بہار پہ داغِ جگر رہا

آیا جو قتل کو تو نزاکت کی شان ہے
یہ نیمچہ بھی یار کے زیبِ کمر رہا

ساقی کی چشمِ مست نہ بھولی کبھی جلیل
اس جام کا سرور مجھے عمر بھر رہا

دلِ بسمل جو نہان سینۂ بسمل مین رہا
وجد مین خنجرِ قاتل کفِ قاتل مین رہا

ایک الفت کی بدولت ہوے دو گھر آباد
اشک آنکھون مین رہے، درد مرے دل مین رہا

خون کے داغ تو سب چھوٹ گئے دھونے سے
ظلم کا داغ مگر دامنِ قاتل مین رہا

تیر آیا تھا جو پہلو مین وہ ٹھہرا بھی نہین
عمر بھر مفت کا جھگڑا جگر و دل مین رہا

شمع کا حال ہے شاہد مری اس دعوی پر
جل بجھا سوختہ ہوا جو تری محفل مین رہا

نذر دینے کی نئی طرز نکالی مین نے
سر ہتھیلی پہ لیے کوچۂ قاتل مین رہا

اور سب تیر تو قاتل کے رہے ترکش مین
ناوکِ ناز بلا تھا کہ مرے دل مین رہا

دمِ بسمل جو مری آہ کی بجلی یہ چمکی
ہوش قاتل مین نہ دم خنجرِ قاتل مین رہا

شوق اسکو جو ہوا گوشۂ تنہائی کا
دل مرا چھین لیا اور اسی دل مین رہا

آبِ شمشیر کو سمجھا کیے ہم آبِ حیات
مرنے جینے کا مزہ کوچۂ قاتل مین رہا

ڈھونڈ لیتا ہے یہ شہباز نشیمن اپنا
تیر نکلا جو کمان سے تو مری دل مین رہا

ہر جگہ یار نئی شان دکھاتا ہے جلیل
پھول گلشن مین رہا شمع وہ محفل مین رہا

کونسا دل نہین اے یار نشانہ تیرا
ہر لبِ زخم یہ ہے آج فسانہ تیرا

تو نے دشمن کو اُدھر تیرِ نظر سے تاکا
مین ادھر ٹوٹ گیا ہو کے نشانہ تیرا

دلِ نادان تجھے کچھ اسکی خبر ہے کہ نہین
چشمِ خونبار لٹاتی ہے خزانہ تیرا

پڑ گئی جب یہ نظر اُسکو پھڑکتے دیکھا
بیخطا تیر ہے بسمل نشانہ تیرا

شب کو سونے نہین دیتا دلِ دیوانہ مجھے
چھیڑ دیتا ہے یہ کمبخت فسانہ تیرا

جی مین آتا ہے کہ دُون آہ سے ناوک کا جواب
تو نشانہ ہو مرا مین ہون نشانہ تیرا

دل وہ رکھتا ہون جو روشن بھی ہے صاف بھی ہے
یہی آئینہ ہے تیرا یہی شانہ تیرا

یہی موقع ہے غریبون کی دعا لینے کا
کشورِ حسن مین ہے آج زمانہ تیرا

شوق سے تیر لگا دل پہ تجھے ڈر کیا ہے
تیر تیرا ہے کمان تیری نشانہ تیرا

یارسائی ہے تو پینا اب تجھے لازم ہے جلیل
آج یہ چلنے کا نہین کوئی بہانہ تیرا

در شانِ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

درِ خواجہ پہ مجھے لیکے مقدر آیا
للہ الحمد کہ پیاسا لبِ کوثر آیا

مین کہان اور یہ دربارِ ضیا بار کہان
اُڑ کے ذرہ طرفِ خسروِ خاور آیا

اور ہدیہ نہ ملا نذر کے قابل مجکو
چشمِ پُر خون دلِ پُر درد کو لیکر آیا

عرضِ حاجت کی مجھے اب کوئی حاجت نرہی
مدعا آپ یہ کہتا ہے کہ مین بَر آیا

میر عثمان علیخان رہین یا رب آباد
جنکے ہمراہ ہوا خواہون کا لشکر آیا

یہ نصیبہ ہے اسی بادشہِ ذیشان کا
حیدرآباد سے اجمیر مکرّر آیا

بارک اللہ عجب بارگہِ عالی ہے
خاکبوسی کیلیے شاہِ فلک فر آیا

واپسی پر یہ کہونگا کہ مرا شاہِ دکن
سفرِ ہند سے منصور و مظفر آیا

روضۂ پاک مین کیا حُسن ہے اللہ اللہ
آنکھ در پر جو پڑی دل مین مرے در آیا

دیکھیے شوقِ زیارت کا اسے کہتے ہین
بیشتر ہم سے ہمارا دلِ مضطر آیا

خوب سوجھی مجھے تدبیر سبکدوشی کی
بوجھ عصیان کا اُٹھائے ہوئے سر پر آیا

چشمۂ فیض سے دنیا ہوئی سیراب جلیل
میرے حصے مین مئے عشق کا ساغر آیا

کیا کہون جلوہ گہہ یار سے کیونکر نکلا — دونون ہاتھون سے سنبھالے دلِ مضطر نکلا

وہ جو آغوشِ تصوّر سے مچل کر نکلا — میرے پہلو سے تڑپ کر دلِ مضطر نکلا

سن کے بڑھنے سے بڑھی مشق بھی خونریزی کی — پہلے نشتر تھا جوان ہو کے وہ خنجر نکلا

حسن کا نقش ہر اک دل مین جما رکھا ہے — تیری تصویر سے خالی نہ کوئی گھر نکلا

اُسکے قدمون پہ گرانا تھا تڑپ کر مجکو — کام اتنا بھی نہ تجھسے دلِ مضطر نکلا

برق سے آنکھ لڑا کر وہ بہت نازان تھے — خوب دیکھا تو وہ میرا دلِ مضطر نکلا

اِسطرف تیغ بڑی رُخ پہ اُدھر آنکھ بڑی — مدعا بسمل و قاتل کا برابر نکلا

اچھی صورت بھی دیا کرتی ہے دھوکے کیا کیا — جسکو معشوق بنایا وہ ستمگر نکلا

سوئے قاتل جو گیا مین تو مرے لینے کو — تیر چٹکی سے چلا میان سے خنجر نکلا

بارگاہِ شہِ اجمیر کی کیا بات جلیل
جو گدا بنکے گیا ہو کے سکندر نکلا

ہمارے قتل سے قاتل نے خوب نام کیا — یہ دھوم ہے کہ ادا نے قضا کا کام کیا

بلاے ہجر سے بچنے کی کون صورت ہے — گلے پڑی شبِ فرقت جو دن تمام کیا

وہ آنکھ ملتے ہی سب دل کا حال جان گئے — غضب کیا کہ نظر نے زبان کا کام کیا

نظر کی چوٹ سے گر بچ گیا شکار کوئی — تو بڑھ کے زلف نے اُسکو اسیرِ دام کیا

لگا کے اور بھی اک ہاتھ اُسنے بسمل پر
جو نا تمام تھا قصہ اُسے تمام کیا

ہوا نباہ نہ ترکِ شراب کا مجھ سے
بہار آتے ہی توبہ کو نذرِ جام کیا

گری وہ برقِ تجلی کہ لاکھوں لوٹ گئے
نکل کے آپنے پردے سے قتلِ عام کیا

ہمارے حق مین قیامت تھا شام کا وعدہ
کہ انتظار مین مر مر کے دن تمام کیا

نکل سکا نہ ترا تیر بیٹھکر دل مین
وہ حسرتوں نے درِ دل پہ ازدحام کیا

پیام اُنکا جو آیا کہ ہم نہین آتے
تو اُٹھکے دردِ جگر نے مجھے سلام کیا

وہ دل مین آکے نکلتے نہین کبھی دل سے
وہین کے ہو رہے دم بھر جہان قیام کیا

جلیل رازِ محبت جو تم چھپاتے ہو
کچھ اپنے دیدہ و دل کا بھی انتظام کیا

اس ادا سے وہ فتنہ گر نکلا
دل گیا ہاتھ سے جگر نکلا

توڑ کر دل جگر کے پار ہوا
تیر بیٹھا کدھر کدھر نکلا

دل کو نالے کا اک سہارا تھا
وہ بھی قسمت سے بے اثر نکلا

سینچکر اشک سے یہ پھل پایا
شجرِ عشق بے ثمر نکلا

ہوش آنے کا تھا جو خوف مجھے
میکدے سے نہ عمر بھر نکلا

چارہ گر کی تلاش تھی بیکار
دردِ دل اپنا چارہ گر نکلا

ہم سمجھتے تھے جسکو دل اپنا
کسی پردہ نشین کا گھر نکلا

جسکو بچپن مین فتنہ کہتے تھے
وہ جوان ہو کے فتنہ گر نکلا

بہہ گیا دل بھی ساتھ اشکون کے
جوصلاب تو چشمِ تر نکلا

تیرِ قاتل کی پیاس کیا بجھتی
خون دل مین نہ بُوند بھر نکلا

دل کا ہمرنگ ہو گیا پیکان
دل مین چُھپکر لہو مین تر نکلا

خار جتنے چُبھے تھے سب نکلے
دل کا کانٹا نہ عمر بھر نکلا

ہائے دیکھا نہ تجکو جی بھر کے
حشر کا دن بھی مختصر نکلا

چُبھ رہا تھا جو دیر سے دل مین
وہ ترا ناوکِ نظر نکلا

میکشی ہے جلیل کو زیب
بیخبر ہو کے باخبر نکلا

ناشاد رہگیا نہ کوئی شاد رہگیا
چرچا ستم کا او ستم ایجاد رہگیا

آسان نہین ہے کوچۂ دلبر کو چھوڑنا
اُٹھکر جو مین چلا دلِ ناشاد رہگیا

بلبل کی روح خوف سے پرواز کر گئی
دام و قفس لیے ہوئے صیاد رہگیا

جب سے چھُری ادا کی نکالی ہے یار نے
بیکار ہو کے خنجرِ فولاد رہگیا

آیا تھا شوق سے تری تصویر کھینچنے
تصویر ہو کے آپ ہی بہزاد رہگیا

وعدے کے ساتھ شرط یہ اچھی ہے آپکی
وعدہ وفا کرینگے اگر یاد رہگیا

شرم و حیا سے نام نہ روشن ہوا ترا
زیرِ نقاب حُسنِ خداداد رہگیا

کانٹا نکل سکا نہ دلِ عندلیب سے
گُلچین گیا چمن سے تو صیاد رہگیا

بسمل کی آرزو کا ہوا خون مفت مین
دو ہاتھ چل کے خنجرِ جلاد رہگیا

دل پھانستے ہین اور یہ کہتے ہین زلف سے
سمجھونگا مین اگر کوئی آزاد رہگیا

مین بیخودی مین بھول گیا سکو اے جلیل
قدرت خدا کی ہے کہ وہ بُت یاد رہگیا

حرفِ شکوہ نہ زبان سے دمِ بسمل نکلا
ناز بردار ترا ناز کے قابل نکلا

نالۂ دل جو سُنا تھام کے وہ دل نکلا
مین تو بسمل تھا مرا یار بھی بسمل نکلا

زلف کے پیچ تو شانے سے نکالی تمنے
زلف کے پیچ سے لیکن نہ مرا دل نکلا

حُسن کرتا ہے ترقی جو شباب آتا ہے
بڑھ کے وہ چاند کا ٹکڑا مہِ کامل نکلا

اپنے زانو پہ وہ رکھتے تھے جس آئینے کو
مین نے دیکھا تو مرا آئینۂ دل نکلا

مژدہ اے شوقِ شہادت کہ تری سمت سے
تشنۂ خونِ جگر خنجرِ قاتل نکلا

صحبتِ پیرِ مغان مین ہے غضب کی تاثیر
چار دن بھی جو رہا مرشدِ کامل نکلا

فرق ہوتا ہے بہت صورت و سیرت مین جلیل

ہین مسیحا جسے سمجھا تھا وہ قاتل نکلا

نذر کرتا ہون ابھی کاٹ کے مین سر اپنا
آپ نازک ہین مجھے دیجیے خنجر اپنا

جانتا ہون کہ دل آزار ہے دلبر اپنا
باز آتا نہین پھر بھی دلِ مضطر اپنا

دستِ بازو کو دمِ قتل نہ صدمہ پہونچے
کھینچیے تیغ ادا پھینکیے خنجر اپنا

میرے زخمون پہ چھڑک کر وہ نمک کہتے ہین
وہ تھا تلوار کا جوہر یہ ہے جوہر اپنا

تم نہ تڑپاؤ گے جب بھی یہی حالت ہوگی
ڈھونڈ لیگا کوئی پہلو دلِ مضطر اپنا

شرمِ عصیان سے تلافی ہوئی مینوشی کی
غرق ہونے پہ بھی دامن نہوا تر اپنا

راز ہوتا ہے جو افشا تو بلا سی ہوجائے
اب سنبھلتا نہین مجھسے دلِ مضطر اپنا

آپ قاتل نہین میرے یہ بجا ہی ارشاد
جائیے جائیے دھو ڈالیے خنجر اپنا

تم ہمارے لیے تدبیر ستم کی نکرو
تم سے دو ہاتھ ہے بڑھکر دلِ مضطر اپنا

نگہِ مست سلامت رہے ساقی تیری
یہی مے ہے یہی شیشہ یہی ساغر اپنا

جستجو سے کبھی فرصت نہوی وائے نصیب
تجکو پایا تو ہوا گُم دلِ مضطر اپنا

نامہ بر تجکو جو کچھ لکھکے دیا ہے مین نے
تو دکھا دے اُسے آگے ہے مقدر اپنا

ہاتھ سینے سے اُٹھانا بھی مجھے مشکل ہے
کاش تھم تھم کے تڑپتا دلِ مضطر اپنا

قتل کرنے کو وہ آئے ہین مگر حال یہ ہے
دیکھتے ہین کبھی مجکو کبھی خنجر اپنا

زندگی اپنی بڑے لطف سے کٹتی ہے جلیل
آجکل کوچۂ قاتل مین ہے بستر اپنا

بناہ دیکھیے کیونکر ہو آشنائی کا
وفا کا شوق ہے مجھے تجکو بیوفائی کا

کہا یہ اُسنے گلہ سُنکے کج ادائی کا
کہ ایک یہ بھی ہے انداز دلربائی کا

ہزار شکر کہ محوِ خیالِ یار ہون مین
نہ وصل کی ہے تمنا نہ غم جدائی کا

ہمارے خون کا دہبا نہین ہے اے قاتل
یہ داغ ہے ترے دامن پہ بیوفائی کا

مری بہار مین عالم خزان کا رہتا ہے
ہُوا جو وصل تو کھٹکا رہا جُدائی کا

شراب کا نہین کوئی قصور اے ساقی
تری نظر نے کیا خون پارسائی کا

رگِ گلو کا پھڑکنا خبر یہ دیتا ہے
کہ قصد رکھتے ہین وہ تیغ آزمائی کا

حیات و موت کے جھگڑے مین جان ہے میری
لگا دے ہاتھ ستمگر کوئی صفائی کا

کہان سے لاؤن وہ قاصد جو یار تک پہونچے
خیال کو بھی ہے اقرار نارسائی کا

ہزار رنگ بدلتا ہے آسمان لیکن
شبِ وصال ہی بدلا نہ دن جُدائی کا

ابھی ہے موسمِ گل چھوڑدے مجھے صیاد
گئی بہار تو پھر لطف کیا رہائی کا

ذرا ذرا سی شکایت پہ رُوٹھ جاتے ہین
نیا نیا ہے ابھی شوق دلربائی کا

وہ زندگی مین ملین ہم سے غیر ممکن ہے
جو ہو وصال تو پردہ اُٹھے جُدائی کا

بُتوں سے رکھتے ہین در پردہ ارتباط جلیلؔ
اگر زبان سے دعوے ہے پارسائی کا

یہ گُل کھِلا ہے نیا باغِ آشنائی کا
کہ دل بھی داغ مجھے دیگیا جُدائی کا

سرِ نیاز ترے در سے اُٹھ نہین سکتا
کہ دل مین حوصلہ باقی ہے جبہہ سائی کا

تجھے ہے ناز کہ کاکل بڑہی بلندی کو
مجھے خوشی ہے کہ زینہ مِلا رسائی کا

چلا ہون شوق مین سر کو قدم بنائے ہوے
کسیکے در پہ ارادہ ہے جبہہ سائی کا

رہا اسیر تو شکوے رہے اسیری کے
رہا ہوا تو مجھے غم ہوا رہائی کا

وہ تیغ کھینچکے آئین تو مشکل آسان ہو
کسی طرح نہین کٹتا ہے دن جُدائی کا

بلا کا زور تھا تیری شراب مین ساقی
غرور توڑ دیا جس نے پارسائی کا

امید کیا کہ خبر لے کوئی اسیری مین
خیال بھی نہین آتا کبھی رہائی کا

سُنی ہین روزِ قیامت کی سختیان ہمنے
اگر یہ سچ ہے تو ہوگا وہ دن جدائی کا

اُسے وفا کا ہے دعوی خبر نہین اسکی
کہ آنکھ کرتی ہے اقرار بیوفائی کا

نگاہِ بد سے بچائے رہے خدا تمکو
ادا کی دھوم ہے شہرہ ہے دلربائی کا

جلیلؔ دل کی حفاظت ضرور ہے ورنہ
یہ مٹ کے نام مٹا دے گا آشنائی کا

دل ہے اپنا نہ اب جگر اپنا — کر گئی کام وہ نظر اپنا
اب تو دونون کی ایک حالت ہے — دل سنبھالون کہین جگر اپنا
مین ہون گو بے خبر زمانے سے — دل ہے پہلو مین با خبر اپنا
دل مین آئے تھے سیر کرنے کو — رہ پڑے وہ سمجھکے گھر اپنا
دل کی حالت تو دیکھ او نادان — یون مٹاتا ہے کوئی گھر اپنا
مجکو دیکھو کہ عشق کا سودا — مول لیتا ہون دیکے سر اپنا
اُسکے در تک ہے اب گزر مشکل — تھا کبھی جسکے دل مین گھر اپنا
تھا بڑا معرکہ محبت کا — سر کیا مین نے دیکے سر اپنا
اشکباری نہین یہ در پردہ — حال کہتی ہے چشمِ تر اپنا
کیا اثر تھا نگاہِ ساقی مین — نشہ اُترا نہ عمر بھر اپنا
آئے قاتل تو یہ ارادہ ہے — ہون سبکدوش دیکے سر اپنا
بنکے دریا ڈبو گیا مجکو — قطرۂ اشکِ چشمِ تر اپنا
تیر بیٹھے ترا جہان چاہے — دل ادہر ہے اُدہر جگر اپنا
تیرے در پر جگہ ملے نہ ملے — تیرے دل مین ہو کاش گھر اپنا
چارہ گر دے مجھے دوا ایسی — درد ہو جاے چارہ گر اپنا

وضعداری کی شان ہے یہ جلیلؔ
رنگ بدلا نہ عمر بھر اپنا

رک گیا چل کے ہاتھ قاتل کا / ہو گیا خون حسرتِ دل کا
کھل رہا ہے یہ رنگ قاتل کا / مین ہون بسمل نگاہِ بسمل کا
دل مین آیا جو تیر قاتل کا / وہی ارمان بن گیا دل کا
لذّتِ تیغ کا تقاضا ہے / چوم لون بڑھ کے ہاتھ قاتل کا
اشکباری نہین یہ فرقت مین / آنکھ کہتی ہے ماجرا دل کا
میرے ہوتے نگاہ دشمن پر / تیر بہکا ہوا ہے قاتل کا
ہے غضب یہ چھیڑ نشترِ غم کی / پھوٹنے پر ہے آبلہ دِل کا
روئے قاتل مین کب یہ سرخی تھی / رنگ لایا ہے خون بسمل کا
تیری محفل سے غیر کیا نکلا / آج کانٹا نکل گیا دل کا
بیقراری مری تماشا ہے / دل نمونہ ہے مرغِ بسمل کا
چھان ڈالی گلی گلی تیری / کہین ملتا نہین پتا دل کا
قتل سے بڑھ کے ہے یہ فکر مجھے / نام بدنام ہو نہ قاتل کا
مین وہ مظلوم ہون کہ لب پہ مرے / شکر دلبر کا ہے گلہ دل کا

کون آیا کہ مثلِ پروانہ / اُڑ گیا رنگ شمعِ محفل کا
تم نے دی ہے جگہ جو گیسو مین / آسمان پر دماغ ہے دل کا
کھ رہی ہے یہ آنکھ ساقی کی / میرے دم سے ہے رنگ محفل کا
کم سنی مین وہ ماہِ نو ہے مگر / حُسن رکھتا ہے ماہِ کامل کا
سُرخ ہون کیون نہ پھول گلشن کے / چُوستے ہین لہو عنادل کا
اُٹھتے دیکھا جو تمکو پہلو سے / درد بھی اُٹھ کھڑا ہوا دل کا

دہنِ زخم کیون ہنسے نہ جلیل
ہاتھ اوچھا پڑا ہے قاتل کا

اُٹھ گئے سُن کے وہ گلہ دل کا / رہ گیا دل مین حوصلہ دل کا
آنکھ رہزن نہین تو پھر کیا ہے / لوٹ لیتی ہے قافلہ دل کا
تیر کمزور تھا پہنچ نہ سکا / ورنہ کتنا تھا فاصلہ دل کا
گر یو ہین خونفشان رہی آنکھین / کوئی دم مین ہے فیصلہ دل کا
تم یہان تھے تو محوِ صورت تھا / اب تصور ہے مشغلہ دل کا
نوکِ مژگان کی چھیڑ جاری ہے / وقفِ نشتر ہے آبلہ دل کا
نگہِ شوخ سے خدا کی پناہ / برق سے ہے مقابلہ دل کا

حشر کا انتظار مشکل ہے — یہین ہو جاے فیصلہ دل کا
تیر مارا یہ کہکے ظالم نے — دیکھتا ہون مین حوصلہ دل کا

عشق بازی شباب تک تھی جلیل
اب نہ وہ دل نہ ولولہ دل کا

دامن جو چھو لیا ہے کسی گلعذار کا — ملتا نہین مزاج نسیمِ بہار کا
فرقت مین ہے خیال کسی گلعذار کا — میری خزان مین رنگ ہے فصلِ بہار کا
وہ آئے یا نہ آئے کچھ اس سے غرض نہین — آنکھون کو پڑ گیا ہے مزہ انتظار کا
مستی مری بہار پہ کچھ منحصر نہین — ساقی کے دم سے روز ہے موسم بہار کا
ممکن ہے آنکھ سے نہ بہائین ہم اشکِ غم — لیکن علاج کیا ہے دلِ بیقرار کا
غنچون کو چھیڑتی ہے ہنسانیکے واسطے — کیا شوخ ہے مزاج نسیمِ بہار کا
واعظ کی کیا مجال جو مستون مین آسکے — یان ہوش کا گزر نہ کسی ہوشیار کا
طاقت نہین کہ دیدۂ گریان کی لون خبر — مشکل ہے توڑنا مجھے اشکونکے تار کا
وعدے کا اعتبار تو اے یار ہے مگر — کیا اعتبار زندگیِ مستعار کا
آمد یہان جنون کی ہے رخصت حواس کی — دونون کو انتظار ہے فصلِ بہار کا
ملتا جو کوہکن تو ہم اُس سے یہ پوچھتے — کیونکر کٹے پہاڑ شبِ انتظار کا

کچھ اس ادا سے یار نے پوچھا مزاج — کہنا پڑا کہ شکر ہے پروردگار کا
صیاد مجھکو آپ اسیری کا شوق ہے — اتنا ٹھہر کہ ختم ہو موسم بہار کا

ان گلرخون کا دور ہوا جب سے اے جلیل
نقشہ بدل گیا چمن روزگار کا

دیر مین آیا تو کیا قاصد شتاب آیا تو کیا — انکو آنا چاہیے خط کا جواب آیا تو کیا
آنکھ بھی ساقی ملانا جا خدا کے واسطے — دور مین خالی اگر جام شراب آیا تو کیا
رات کو آکر جو تم ملتے تو ہان اک بات تھی — صبح کو صورت دکھانے آفتاب آیا تو کیا
رات کو سونا نہ سونا سب برابر ہو گیا — تم نہ آئے خواب مین آنکھون مین خواب آیا تو کیا
عمر گزری ہے مرے دلکو تڑپتے لوٹتے — برق کے حصے مین دم بھر اضطراب آیا تو کیا
کمسنی مین ظلم کیا کم تھا جواب ہوگا سوا — برچھیان تانے ہوے تیرا شباب آیا تو کیا
دل مین تو آتے ہوے آتا نہین کچھ بھی حجاب — میری آنکھون سے اگر تمکو حجاب آیا تو کیا
شرم کا دعویٰ ہے بیجا اپنی چتون دیکھیے — شوخیون کے ساتھ آنکھون مین حجاب آیا تو کیا
عشق مین ہونی تھی رسوائی جہانتک ہو چکی — اب مرے بس مین دل خانہ خراب آیا تو کیا

تاب نظارہ نہین میری نظر کو اے جلیل
بے نقاب آیا تو کیا وہ با نقاب آیا تو کیا

موسمِ گل مین عجب رنگ ہے میخانے کا — شیشہ جھکتا ہے کہ منہ چوم لے پیمانے کا

خوب انصاف تری انجمنِ ناز مین ہے — شمع کا رنگ ہے جسے خون ہو پروانے کا

اُٹھ گئے آپ جو پہلو سے قیامت آئی — ملگیا درد کو پہلو مرے تڑپانے کا

مین سمجھتا ہون تری عشوہ گری کو ساقی — کام کرتی ہے نظر نام ہے پیمانے کا

بیخودی جائے یہ دم بھر مجھے منظور نہین — ہوش آیا کہ لیا راستہ میخانے کا

چارہ گر چاہیے دونون کے لئے اے ناصح — مجکو سودا ہے مرض ہے تجھے سمجھانے کا

شکر کرتا ہون کہ منّت کشِ ساقی نہوا — ہوگیا مست سماں دیکھکے میخانے کا

رات بھر آتشِ حسرت سے جلا کرتی ہے — شمع پر صبر پڑا ہے کسی پروانے کا

صحبتِ پیرِ مغان مین یہ کھلا راز جلیلؔ
خُلد کہتے ہین جسے نام ہے میخانے کا

راز کھلتا نہین میخوار پہ میخانے کا — سچ تو یہ ہے کہ بڑا ظرف ہے پیمانے کا

طوق و زنجیر کی صحبت سے ہے غنیمت ورنہ — کون تھا پوچھنے والا ترے دیوانے کا

اشکِ خون آنکھ سے ٹپکے تو کہا ظالم نے — لطف دیتا ہے چھلکنا ترے پیمانے کا

جان دیدے نکرے آہ بہت مشکل ہے — عشق کرنیکو جگر چاہیے پروانے کا

خلشِ خار مزا دینے لگی چھالون کو — آچلا رنگ یہ سودا ترے دیوانے کا

تابِ نظارۂ معشوق کہان عاشق کو
شمع آئی کہ ہوا خاتمہ پروانے کا

ہو گئی دھوم جہان مین کہ پریزاد ہے تو
لے اڑا تجکو بھی شہرہ ترے دیوانے کا

آتشِ عشق ہے کیا چیز یہ پوچھو ہم سے
نام روشن ہے اسی آگ سے پروانے کا

تو نے صورت نہ دکھائی تو یہ صورت ہوگی
لوگ دیکھین گے تماشا ترے دیوانے کا

گرمیِ عشق حسینون کے مقدر مین نہین
سوز پیدا ہوا شمع مین پروانے کا

دونون بیچین ہین مقتل مین نکلنے کے لئے
مین ہون مشتاق تڑپنے کا وہ تڑپانے کا

سب ہین مدہوش یہان ہوش نہ آئے ساقی
بزمِ احباب مین کیا کام ہے بیگانے کا

کیا ستم ہے کہ لڑا کرتی ہین آنکھین اُنسے
دل سزاوار ٹھہرتا ہے سزا پانے کا

محتسب راہ لے اپنی کہ بہار آئی ہے
اٹھ گیا دور ترا دور ہے پیمانے کا

رات دن دونون کھلے رہتے ہین رندونکی لئے
درِ توبہ ہو کہ در ہو کسی میخانے کا

میکشی چھوٹ گئی پھر بھی نہین ہوش جلیل
مست رکھتا ہے تصور مجھے میخانے کا

نگاہِ لطف و عنایت سے فیضیاب کیا
مجھے حضور نے ذرے سے آفتاب کیا

مری نظر نے عجب کارِ لاجواب کیا
کہ تجکو لاکھ حسینون مین انتخاب کیا

چمن سے ہو کے جدا بوئے گل یہ کہتی ہے
صبا نے چلکے مجھے خانمان خراب کیا

ہمارے خون کی قاتل نے یون تلافی کی
رقیب کو بھی تہہ خنجرِ عتاب کیا

عجب مزہ ہے کہ دل چشم تر کا شاکی ہے
اور آنکھ کہتی ہے دل نے مجھے خراب کیا

مجھے ہے ناز کہ اُس کا ہون چاہنے والا
خدا نے حُسن مین جس بُت کو لاجواب کیا

نہ باغبان کا ہے شکوہ نہ شکوۂ صیاد
شکستہ بال و پری نے مجھے خراب کیا

ادا و ناز اگر ساتھ ہین تو غیر رہین
حیا کو کس لیے خلوت مین باریاب کیا

صلاحِ عشق تمھین کسنے دی تھی حضرتِ دل
کہ خود خراب ہوے مجھکو بھی خراب کیا

چھلک چھلک کے ترے جامِ مے نے اے ساقی
ستم کیا مری توبہ کو آب آب کیا

وہ میری لاش پہ آئے ہین یہ گلہ کرنے
کہ تیرے خون نے دامن مرا خراب کیا

یہی تو راہ تھی اے یار دل مین آنیکی
یہ کیا کیا کہ مری آنکھ سے حجاب کیا

برہنہ تیغ سے وہ کشت و خون نہین ممکن
تری نگاہ نے جو کچھ تہِ نقاب کیا

گناہ کرکے بھی ہم رندِ پاک صاف رہے
شراب پی تو ندامت نے آب آب کیا

جلیل کیا کہون ترکِ شراب کا انجام
جلا کے آتشِ غم نے مجھے کباب کیا

ظالم مری وفا کا یہ اچھا صلا دیا
اک داغِ دل تھا اُسکو بھی تو نے مٹا دیا

چل پھر کے تم نے رنگ چمن کا بگاڑ دیا
غنچے کو پھول پھول کو گلشن بنا دیا

ناوک تو اور بھی تھے مرے دل کی تاک مین
تیر نظر نے بڑھ کے نشانہ اڑا دیا

شب بھر رہا یہ حال ترے انتظار مین
جھپکی جو آنکھ دل نے تڑپکر جگا دیا

دل دیدیا نظر کو جگر تیر ناز کو
دونون کو آج ہم نے ٹھکانے لگا دیا

لائیگا کوئی راہ پہ کیا چشم یار کو
دل لیکے جسنے خضر کو رستہ بتا دیا

دلبر کا شکوہ کیجیے یا دل کو روئیے
دونون نے ملکے خاک مین ہمکو ملا دیا

آتا نہین خیال اب اپنا بھی اے جلیل
اک بیوفا کی یاد نے سب کو بھلا دیا

قاتل نے ہنس کے اور بھی مجکو لٹا دیا
چھڑکا نمک تو زخم نے کیا کیا مزا دیا

آنکھون سے مثل اشک جو تم نے گرا دیا
شرمندگی نے خاک مین مجکو ملا دیا

ساقی کے دم سے باغ مین ہی میکدے کا رنگ
جس گل پہ آنکھ پڑ گئی ساغر بنا دیا

پھرنے لگا وہ شوخ ہماری نگاہ مین
آنکھون سے آج شرم کا پردہ اٹھا دیا

کچھ مین ہی انکے لطف و غضب کا نہین شکار
کتنون کو سر چڑھا کے نظر سے گرا دیا

جادو بہت جگائے تری چشم ناز نے
سوتا ہوا نصیب نہ میرا جگا دیا

جی چاہتا ہے پھر کوئی تجھسے کرون سوال
تیری نہین نہین نے غضب کا مزا دیا

دیوانگی سے ہو گئی شہرت جمال کی
ہمتو بگڑ گئے مگر اسکو بنا دیا

دامن سے اب لپٹ کے رہیگا مرا غبار
اچھا کیا جو خاک مین تمنے ملا دیا

آنکھون کا ہے یہ رنگ محبت مین آجکل
پوچھا کسی نے حال تو دریا بہا دیا

مائلِ جور و ستم وہ بُتِ نادان نہ رہا
جی بہلنے کا ہمارے کوئی سامان نہ رہا

بزمِ خلوت نہ رہی عیش کا سامان نہ رہا
جُز غم و درد ہمارا کوئی پُرسان نہ رہا

شمع اس غم سے دمِ صبح بُجھی جاتی ہے
بزمِ خلوت نہ رہی عیش کا سامان نہ رہا

ہمصفیرانِ چمن ہو گئے نذرِ صیاد
نالہ کرنے کا مزہ لے دلِ نالان نہ رہا

زخم اُسنے جو دیا جان تصدُّق کر دی
میری گردن پہ ترے تیغ کا احسان نہ رہا

خون سے پاک نہ کرنا تھا ستمگر اس کو
دل کا ہمرنگ ترے تیر کا پیکان نہ رہا

کسقدر ہجر مین افسردہ دلی چھائی ہے
انتہا ہے کہ لبِ زخم بھی خندان نہ رہا

اب تو اسپر دلِ بسمل کا گُمان ہوتا ہے
خون مین ڈوب کے پیکان مرا پیکان نہ رہا

تیرے رونے پہ ہنسی اُڑنے لگی زخمون مین
اشکباری کا مزہ دیدۂ گریان نہ رہا

اور احباب تو کیا ساتھ ہمارا دیتے
ایک سایہ تھا سو وہ بھی شبِ ہجران نہ رہا

فکرِ درمان جو ہوئی بھی تو ہوئی کب اُنکو
جب مرا دردِ جگر قابلِ درمان نہ رہا

بات کیا ہے کہ تہو تیغِ ستم کر کے مجھے
قتل کا شوق تجھے قاتلِ دوران نہ رہا

آج سُنتا ہون کہ دشمن سے گلے مِل آیا
اب مرے کام کا تو خنجرِ بُرّان نرہا

دل مین حسرت بھی تھی ارمان بھی تھے سب کچھ تھا
اب سوا تیرے کوئی اے غمِ جانان نرہا

وہ تھے پہلو مین تو ہنس ہنس کے لٹاتی تھی جلیل
اب کوئی زخمِ جگر پر نمک افشان نرہا

جمالِ ہوش ربا کاش وہ دکھا جاتا
قتیلِ خنجرِ الفت مجھے بنا جاتا

کلیم ہو گئے مدہوش جس کی لذّت سے
اُسی شراب کا ساغر مجھے پلا جاتا

یہ بیخودی جو مجھے ہے غمِ شراب مین ہے
گلے سے گھونٹ اُترتا تو ہوش آجاتا

مزاج پوچھنے آیا نہ یار خوب ہوا
وگرنہ اور مرا دردِ دل بڑھا جاتا

بنا ہون نقشِ قدم فرطِ ناتوانی سے
کہ بیٹھکر ترے در سے نہین اُٹھا جاتا

مری تڑپ بھی اگر ناگوار قاتل کو
تو ایک ہاتھ مجھے اور بھی لگا جاتا

جو پوچھنا ہو تمھین چشمِ شوق سے پوچھو
کہ دِل کا حال زبان سے نہین کہا جاتا

زمانہ ضعف مین اے دل مزہ تڑپنے کا
کہ اب تو دردِ جگر سے نہین اُٹھا جاتا

مثالِ شمع سحر تک نہ خاتمہ ہو جائے
شبِ فراق کا صدمہ نہین سہا جاتا

جلیل غم کی تو راتین بہت گزاری ہین
شبِ فراق کا صدمہ نہین سہا جاتا

مثلِ پروانہ فدا ہر ایک کا دل ہوگیا
یار جس محفل مین بیٹھا شمعِ محفل ہوگیا

دست و بازو کی نزاکت پاؤن کی زنجیر ہے
دو قدم چلنا ترے خنجر کو مشکل ہوگیا

وعدہ کرکے اور بھی آفت مین ڈالا آپنے
زندگی مشکل تھی اب مرنا بھی مشکل ہوگیا

حُسن والون کے لیئے جوہر ہے خونِ عاشقان
ملگئی تیغِ ادا جسکو وہ قاتل ہوگیا

سچ یہ کہتے ہین کہ صحبت مین بڑی تاثیر ہے
میرے قاتل کا ہر اک انداز قاتل ہوگیا

چال بھی بادِ بہاری کی تری تلوار مین
زخم کھاتے ہی شگفتہ غنچۂ دل ہوگیا

ہوکے رخصت مار ڈالا ہائے اُس بیدرد نے
کل مسیحا بن کے آیا آج قاتل ہوگیا

اَوج پر جب حُسن آیا دلبری بھی آگئی
ماہ کامل ہوکے وہ اس فن مین کامل ہوگیا

خوب نظّارے کی سُوجھی اے دلِ حیران تجھے
آئینہ بنکر حسینون کے مقابل ہوگیا

عشق کرنا ہے تو پروانے سے اے دل سیکھ لے
جو سرِ محفل نثارِ شمعِ محفل ہوگیا

قتل گہہ مین خوب حسن و عشق کی چوٹین چلین
مین اِدہر تڑپا اُدھر جلاد بسمل ہوگیا

ناوکِ قاتل کی ایسی قدردانی چاہیئے
آگیا پہلو مین جو پیکان مرا دل ہوگیا

دن جدائی کا نہین کاٹے سے کٹتا اے جلیل
یہ بھی سختی مین کسی معشوق کا دل ہوگیا

بسملون مین کوئی نکلے گا نہ ہمسر میرا
تیغ دم بھرتی ہے مشتاق ہے خنجر میرا

بڑھ گیا خون بدن مین جو کہا قاتل نے
آج گردن ہے تری اور ہے خنجر میرا

رازداری کی ہے پابند مری بیہوشی
ہو کے لبریز چھلکتا نہین ساغر میرا

خون میرا جو بہایا ہے تو پھر ڈر کیا ہے
تم یہ کہدو کہ خطاوار ہے خنجر میرا

خاص عزت مجھے حاصل ہے گنہگارونمین
نام قاتل نے لکھا ہے سر دفتر میرا

لے چل اے بادِ بہاری سوے میخانہ مجھے
راستہ دیکھتے ہین شیشۂ و ساغر میرا

کثرتِ غم نے عجب بھیڑ لگا رکھی ہے
ڈھونڈتا ہون نہین ملتا دلِ مضطر میرا

اُس نے دیدار دکھایا تھا تسلی کے لیے
ہو گیا اور بھی مضطر دلِ مضطر میرا

ہاتھ ملتا ہون کہ مین ساتھ اُسے کیون لایا
کھو گیا تیری گلی مین دلِ مضطر میرا

یا الٰہی رہین آباد مرے گھر دونون
ایک پہلو مین ہو دل ایک مین دلبر میرا

دونون اظہارِ محبت مین برابر نکلے
چشمِ بیمار تمہاری دلِ مضطر میرا

درِ میخانہ پہ مدت سے پڑا ہون مین خلیلؔ
اس توقع پہ کہ بھر دے کوئی ساغر میرا

شوخی نے دلربا کو دل آزار کر دیا
غمزے کو تیر ناز کو تلوار کر دیا

الفت کسی کی روح فزا تھی مرے لئے
فرقت نے اُسکو جان کا آزار کر دیا

کہتا ہے دل یہ آنکھ سے او محوِ انتظار
تو نے مجھے بلا مین گرفتار کر دیا

صورت تو ابتدا سے تری لاجواب تھی
ناز و ادا نے اور طرحدار کر دیا

اب ہے اسی چھری کا چلن قتلگاہ مین
بانکی ادا نے تیغ کو بیکار کر دیا

بوٹا سا قد ہے پھول سا رخ غنچہ سا دہن
جس گھر مین وہ گئے اُسے گلزار کر دیا

زخمون کے گل کھلا کے تری تیغ ناز سے
غنچہ تھا دل مرا اُسے گلزار کر دیا

مطلب یہ تھا کہ لوگ مسیحا کہین اُنہین
خود چارہ گر بنے مجھے بیمار کر دیا

مشتاق تو کیا تھا ترے حسن نے مجھے
پردے نے اور طالب دیدار کر دیا

بیجا نہین یہ دل کا گلہ چشم یار سے
بیمار ہو کے مجکو بھی بیمار کر دیا

تیری کشیدگی کسی خنجر سے کم نہین
بیزار ہو کے جان سے بیزار کر دیا

اب غرق ہون مین آٹھ پہر مے کی یاد مین
توبہ نے مجکو اور گنہگار کر دیا

کیا اعتبار وعدۂ معشوق کا جلیل
مُنہ سے ابھی کہا ابھی انکار کر دیا

مقابل ناوکِ قاتل کے جب تک دل نہ ٹھہریگا
کسی لایق نہ نکلے گا کسی قابل نہ ٹھہریگا

تمہارے حسن کے آگے مہ کامل نہ ٹھہریگا
قسم حق کی کہ حق کے سامنے باطل نہ ٹھہریگا

ملاؤ دل سے دل تمکو اگر تسکین دینا ہے
تمہارے ہاتھ رکھنے سے ہمارا دل نہ ٹھہریگا

جو تم لین قیس کی آہین تو کرنا قصد صحرا کا
کہ ہر آندھی مین لیلی پردۂ محمل نہ ٹھہریگا

تصور سے علاجِ بیقراری ہو نہین سکتا
تجھے جب تک نہ دیکھین گے ہمارا دل نہ ٹھہریگا

کوئی الزام آتا ہی نہین اُس بھولی صورت پر
وہ سب کو قتل کر ڈالے مگر قاتل نہ ٹھہریگا

تڑپنے لوٹنے پر وہ بگڑتے ہین بگڑنے دو
نہ ٹھہرے وصل کی جب تک ہمارا دل نہ ٹھہریگا

کھڑے ہین ہاتھ قبضے پر دھرے کچھ بن نہین پڑتی
وہ سمجھے تھے کہ آگے تیغ کے بسمل نہ ٹھہریگا

تمہارے ہاتھ مین کل ہے سکون و بیقراری کی
جو تم چاہو گے ٹھہرانا تو کیونکر دل نہ ٹھہریگا

نظر سے اپنی پوچھین آپ جو بجلی گراتی ہے
مجھے کیا علم ٹھہرے گا کہ میرا دل نہ ٹھہریگا

تڑپنے سے جو نفرت ہے تو اک ہاتھ اور بھی قاتل
کہ جب تک جان باقی ہے ترا بسمل نہ ٹھہریگا

قرار آتش پہ ہو سیماب کو کیونکر یہ ممکن ہے
ترے دستِ حنائی مین ہمارا دل نہ ٹھہریگا

ٹھہرتا ہی نہین راہِ طلب مین دل مرا دم بھر
مزا ہوگا یہ پہونچکر جب سرِ منزل نہ ٹھہریگا

ہمارے دل پہ کیا موقوف ہے بیتاب ہی جانا
وہ جسکے دل مین ٹھہرینگے اُسی کا دل نہ ٹھہریگا

زہے قسمت جو تڑپاتے تھے ہمکو اب وہ کہتے ہین
تمہارا دل ٹھہر جائے ہمارا دل نہ ٹھہریگا

ہم اک تحفہ سمجھکر لیگئے تھے نذرِ دلبر کو
خبر کیا تھی کہ دل اپنا کسی قابل نہ ٹھہریگا

چلے ہین کوئے جاناں کو نہ پوچھو شوق کا عالم
قدم رہ جائین دم رک جائے لیکن دل نہ ٹھہریگا

زبانِ حال سے کہتی ہین موجین بحرِ الفت کی
سفینہ بیقراروں کا لبِ ساحل نہ ٹھہریگا

جدا ہوتے تو ہو لیکن یہی انجام ہونا ہے
تمہارا دل نہ بہلے گا ہمارا دل نہ ٹھہریگا

ہمین چوکے جو بیتابی کا اُس سے ذکر کر بیٹھے
یہ چبھو کر تیر کہتا ہے کہ اب بھی دل نہ ٹھہریگا

بس اب مایوس ہو جاؤ جلیل اپنی شہادت سے
نگاہِ یاس کے آگے کوئی قاتل نہ ٹھہریگا

وہ کاش خنجرِ ابرو سے قتل کر جاتا
ہم اُسکو دیکھ تو لیتے بلا سے مر جاتا

نہ کھل سکا تری نیچی نگاہ کا جوہر
یہ تیر دل مین اُترتا تو نام کر جاتا

یہ کیا ادا ہے کہ آتے ہی راہ لی گھر کی
تم اسقدر تو ٹھہرتے کہ دل ٹھہر جاتا

نثار تجھپہ مجھے ہر طرح سے ہونا تھا
جو تو حلال نہ کرتا تڑپ کے مر جاتا

نہ بعدِ قتل بھی ہوتی مجھے سبکدوشی
وہ سر اُتار کے احسان کا بوجھ دھر جاتا

شراب صرف نہ ہوئی جو ہوتے وہ ساقی
نگاہِ مست سے رندون کا جام بھر جاتا

جگر کی آگ بھڑکتی نہ اسقدر قاتل
گلے سے تیغ کا پانی اگر اُتر جاتا

ہمین ہین ایسے کہ غمزے ترے اُٹھاتے ہین
رقیب پر جو یہ پڑتی غریب مر جاتا

نقاب اُلٹ کے پسِ قتل تجکو آنا تھا
کہ دیکھتا جو تجھے مین خوشی سے مر جاتا

جلیل وعدۂ معشوق کا بھروسا کیا
ابھی زبان سے کہتا ابھی مُکر جاتا

سلام

کربلا مین جو علیؑ کا مہِ انور آیا — پوچھتی تھی یہ زمین کون فلک پر آیا

نام کس تشنہ دہن کا مرے لب پر آیا — ساغرِ چشم پہ چھلکنے لگے دل بھر آیا

رو کے بانوؑ نے کہا ان سے جو اصغرؑ آیا — خون مین آج مرا لعل نہا کر آیا

پیاس مرغوب تھی اُس بحرِ کرم کو ورنہ — بارہا جام بکف چشمۂ کوثر آیا

شکر ہے سنگدلون مین نہ رہا لعل کوئی — حرؓ جو آیا مع فرزند و برادر آیا

اُڑ کے آیا جو سمندِ شہِ والا رن مین — سب یہ سمجھے کہ ہما جوڑ کے شہپر آیا

شہ کے پابوس کو آیا نئے انداز سے حرؑ — نذر دینے کو ہتیلی پہ لیے سر آیا

مشک بھرنے کو جو اُترے ہین علمدارِ حسینؑ — شور برپا ہے کہ دریا مین سمندر آیا

تر پسینے مین جو تھا اسپ شہِ دریادل — جدھر آیا وہ لٹاتا ہوا گوہر آیا

تیرِ قاتل سے ہوا شاہ کا مقصد پورا — وہ دَر آیا جو کلیجے مین تو یہ بَر آیا

ایسی کچھ تشنہ دہانی کی تھی خاطر منظور — نام پانی کا نہ حضرت کی زبان پر آیا

آج دسوین ہے محرم کی خدا خیر کرے — صبح سے شور ہے وہ شام کا لشکر آیا

صرف آبِ گہرِ اشک نے دی کچھ تسکین — اور پانی نہ یتیمون کو میسر آیا

حال سجادؑ کا جب وقتِ اسیری دیکھا — بیڑیان چیخ اُٹھین طوق کو چکر آیا

رخصتِ ہوش ہوئی آمدِ عباسِ علیؑ / بزدلون نے یہی جانا کہ غضنفر آیا

منہ پہ کھاتے رہے تلوار برابر دیندار / بل نہ ابرو پہ مگر بال برابر آیا

کاٹنا سہل نہ تھا خشک گلا پیاسی کا / ایک منہ موڑ گیا دوسرا خنجر آیا

گئے جنت کو جو عباسؑ تو حورون نے کہا / لبِ دریا سے یہ چلکر لبِ کوثر آیا

آ کے تڑپا گئی یادِ شہدا مجکو جلیل / تیر آیا نہ چھری آئی نہ خنجر آیا

بڑھ کے آغوش مین لیتا ہے ابھی دل اپنا / اسطرف رخ تو کرے ناوکِ قاتل اپنا

چین لینے نہین دیتا دلِ بسمل اپنا / یہ وہ بسمل ہے کہ در پردہ ہے قاتل اپنا

کچھ تو امید ہے کچھ یاس ہے کچھ بیتابی / مختصر یہ ہے کہ قابو مین نہین دل اپنا

مست کر دے مجھے بے شیشہ و ساغر ساقی / تا کہ ہو راز نہ افشا سرِ محفل اپنا

قدردانی تری کرنے کو گلا حاضر ہے / کوئی جوہر تو دکھا خنجرِ قاتل اپنا

نئے انداز سے ناوک فگنی کی اُس نے / تیر دشمن پہ چلا لوٹ گیا دل اپنا

سامنے عارضِ جانان کے وہ کیا چمکے گا / داغ تو پہلے مٹائے مہِ کامل اپنا

سیر ہوتی ہے حسینونکی اسی گلشن مین / رہے آباد الٰہی چمنِ دل اپنا

قتلِ عشاق تو ہے ناز و ادا مین داخل / ہم سمجھتے نہین قائل تجھے قاتل اپنا

آئینہ دیکھکے کہتا ہے یہ حسنِ جانان
کون ہے اپنے سوا آج مقابل اپنا

سارے عالم کے لیے آیۂ رحمت ہے جلیل
میر عثمان علی خان شہِ عادل اپنا

اُس کا جلوہ جو کوئی دیکھنے والا ہوتا
وعدۂ دید قیامت پہ نہ ٹالا ہوتا

بام پر تھے وہ کھڑے لطف دوبالا ہوتا
مجکو بھی دل نے اُچھلکر جو اُچھالا ہوتا

کیسے خوشرنگ ہین زخمِ جگر و داغِ جگر
ہم دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا

دل نہ سنبھلا تھا اگر دیکھکے جلوہ اُس کا
تونے اے دردِ جگر اُٹھکے سنبھالا ہوتا

تم جو پردے مین سنورتے ہو نتیجہ کیا ہے
لطف جب تھا کہ کوئی دیکھنے والا ہوتا

مین سمجھتا تھا اُسے تیری نشانی قاتل
تیر کو دل سے نہ اے کاش نکالا ہوتا

تمنے ارمان ہمارا نہ نکالا نہ سہی
اپنے خنجر کا تو ارمان نکالا ہوتا

دیکے بوسہ جو غریبون کی دعا تم لیتے
اور بھی حُسنِ خدا داد دوبالا ہوتا

غیر پہ ہاتھ نہ قاتل کا پڑا خیر ہوئی
ورنہ غیرت نے مجھے مار ہی ڈالا ہوتا

دلکے ہاتھون نہ بِلا یہ حَسین کسی روز جلیل
ایسے دشمن کو نہ آغوش مین پالا ہوتا

وہ رنگ ہے بہار مین جامِ شراب کا
جیسے کسی حَسین پہ عالم شباب کا

رخ پر اگر نقاب پڑی ہے پڑی رہے
ہم لوٹتے ہین دیکھکے عالم نقاب کا

توبہ کے توڑنے مین یہ پتھر سے کم نہین
نازک ہے دیکھنے مین جو شیشہ شراب کا

رخ پر نقاب دیکھکے کہتی ہے چشم شوق
ملتا مجھے بھی کاش نصیبہ نقاب کا

مستانہ ہر نگاہ ہے مستانہ ہر ادا
ساقی ہو جو تم تو مزہ ہے شراب کا

مجکو بھی اپنے ساتھ ملاتا ہے خاک مین
خانہ خراب ہو دلِ خانہ خراب کا

دریا جو اشکِ غم کا رواں ہے شبِ فراق
جمتا نہین قدم مری آنکھون مین خواب کا

نالہ بھی ڈھونڈنے کو نکلتا ہے اشک بھی
ملتا نہین پتہ دلِ خانہ خراب کا

ٹھہرا ہے دل تو یہ نہ سمجھنا ٹھہر گیا
تھم تھم کے لے رہا ہے مزہ اضطراب کا

شوخی سے ابتو آپکو دم بھر نہین قرار
کچھ رنگ آچلا ہے مرے اضطراب کا

رندونکو مے سے اتنی عقیدت تو چاہیے
دل کی جگہ بغل مین ہو شیشہ شراب کا

اک مستِ ناز کا جو تصور ہے اے جلیل
رہتا ہے بے پیے مجھے نشہ شراب کا

روشن صفتِ آئینہ جو دل نہین ہوتا
وہ دل کسی معشوق کے قابل نہین ہوتا

کچھ لطفِ محبت مجھے حاصل نہین ہوتا
جبتک ہدفِ تیرِ ستم دل نہین ہوتا

غنچے ہون کہ گل مست ہین سب رنگ مین اپنے
کچھ بھی اثرِ شورِ عنادل نہین ہوتا

تیغِ نگہِ یار مین یہ خاص صفت ہے / اچھا کبھی زخمِ جگر و دل نہین ہوتا

قاتل ہے وہی جس کا ہر انداز ہو قاتل / خنجر کی مدد سے کوئی قاتل نہین ہوتا

مجکو تو کیا تو نے جدا اپنی گلی سے / لیکن ترے قدمون سے جدا دل نہین ہوتا

بلبل سے کہو عشق چھپانے مین مزہ ہے / کچھ نالۂ و فریاد سے حاصل نہین ہوتا

اُٹھتا ہے مرا دردِ جگر چارہ گری کو / جب اور کوئی چارہ گرِ دل نہین ہوتا

سب قتل ہوے پھر بھی وہی بل ہے جبین پر / قاتل سے جدا خنجرِ قاتل نہین ہوتا

یہ بادۂ گلرنگ بھی کیا چیز ہے ساقی / پیتا ہون مگر سیر مرا دل نہین ہوتا

مقتل کا نہ کیون رنگ نظر آئے چمن مین / کس پھول کے سر خونِ عنادل نہین ہوتا

خنجر بھی جھکاتا ہے سر اپنا ترے آگے / حق یہ ہے کہ اِس نوک کا قاتل نہین ہوتا

اپنی بھی خبر ہمکو جنون مین نہین لیکن / دل ہے کہ تری یاد سے غافل نہین ہوتا

اُس برقِ نظر سے نہ جلیل آنکھ لڑاؤ
دیکھو کوئی بجلی کے مقابل نہین ہوتا

سلام

داغِ دل بنکے غمِ سیدِ ابرار رہا / زندگی بھر مجھے جلنے سے سروکار رہا

دیکھتے کاش شہِ دین مرے رونیکی بہار / رنگ پر آٹھ پہر دیدۂ خونبار رہا

آفرین صبر و تحمل پہ شہِ بیکس کے
ایک دم لاکھ بلاؤن مین گرفتار رہا

مجکو بھولی نہین عابدؑ کی برہنہ پائی
پاؤن مین اُنکے مرے دلمین چُبھا خار رہا

حوصلہ دیکھئے اُس شاہِ جوان ہمت کا
پیاس مین جامِ شہادت کا طلبگار رہا

تھا خلے مین نہ بچا کوئی بجز عابدؑ کے
ایک بیمار بہتر کا عزادار رہا

کٹ گئے ہاتھ جو عباسؑ کے وقتِ پیکار
رُعب اُس شیر کا کھینچے ہوئے تلوار رہا

کیسے کیسے صفِ اعدا مین قوی ہیکل تھے
سب پہ بھاری خلفِ حیدرِ کرارؑ رہا

ہوکے تنہا بھی نہ تنہا ہوئے غربت مین امام
صبر غمخوار رہا فضلِ خدا یار رہا

گُل جو زخمون کے کھِلے اُنپہ نظر کیا ہوتی
شاہ کے پیشِ نظر خُلد کا گلزار رہا

عرض کرنا مرے آقا سے یہ اے بادِ صبا
تشنہ لب تم رہے مین تشنۂ دیدار رہا

شہ کا مداح بھی ہے اور ہے گریان بھی جلیل
کبھی آنکھون سے کبھی لب سے گہربار رہا

نیم بسمل جو مجھے چھوڑ کے قاتل جاتا
ساتھ ہی اُسکے منانے کو مرا دل جاتا

شکر کی لاکھ مگر وہ بتِ کافر نہ ملا
اتنی کوشش کوئی کرتا تو خدا مل جاتا

ضبطِ فریاد کا احسان رہا قاتل پر
لب ہلاتے جو ذرا ہم تو جگر ہل جاتا

بھیجتا مین جو ترے پاس خبر لانے کو
آگئے آگے مرے قاصد کے مرا دل جاتا

کم نہین بادِ بہاری سے تمہاری تلوار
یہ جو چلتی ابھی زخمون کا چمن کھل جاتا

بسملون کی نگہِ یاس جو دیکھی ہوتی
چوٹ کھائے ہوئے میدان سے قاتل جاتا

نہ سہی قتل کوئی زخم ہی دیتا مجکو
یہ تو ہوتا کہ شہیدون مین ترے مل جاتا

سب تو جاتے سوے گلزار بہار آنے پر
سر بکف مین طرفِ کوچۂ قاتل جاتا

دل چرایا نگہِ ناز نے یا کاکل نے
آنکھ سے آنکھ جو ملتی تو پتہ مل جاتا

کھو چکا ہون دل و دین صبر و سکون تیری لیے
تو جو ملتا تو مجھے سب کا عوض مل جاتا

وقت پر آئے کیا آپ نے مسرور مجھے
دیر ہوتی تو بلانیکو مرا دل جاتا

تم سے نازک کو ضرورت نہین آرایش کی
ہار پھولون کا یہ پہنتے تو گلا چھل جاتا

روکتا کون مجھے فصل بہار آنے پر
دیکھتے تم کہ مع طوق و سلاسل جاتا

کیا کہون تم مرے آغوش مین آئے نہ کبھی
ورنہ تمکو بھی ستانے کا عوض مل جاتا

گرم ہوتا جو وہان نذر کا دربار جلیل
لیکے مین دستِ ادب مین جگر و دل جاتا

حسن و الفت مین خدا نے ربط پیدا کر دیا
دردِ دل مجکو دیا تمکو مسیحا کر دیا

خوب کی تقسیم تو نے اے خیالِ زلفِ یار
دلکو نذرِ داغ سرکو وقفِ سودا کر دیا

جان لے لینا جلانا کھیل ہے معشوق کا
آنکھ سے مارا لبِ نازک سے زندا کر دیا

مجکو شکوہ ہے کہ دل کا خون قاتل نے کیا
دل یہ کہتا ہے مجھے قطرے سے دریا کردیا

ناز ہو یا دلبری افسون ہو یا جادوگری
سبکو قدرت نے تری چتون کا حصا کردیا

دل ادھر رخصت ہوا ہوش اُسطرف چلتے ہوئے
کسکی آنکھون نے یہ درپردہ اشارا کردیا

مین کہان الفت کہان یہ سب کرشمے دیکھے ہین
تم نے خود شیدا ہوا مجکو بھی شیدا کردیا

مرحبا اے ساقیِ جادو نظر صد مرحبا
مست آنکھون نے مرا نشۂ دوبالا کردیا

مین نہ ایسا جانتا تھا تیری چشمِ شوخ کو
فتنے برپا کرتے کرتے حشر برپا کردیا

دل تڑپتا ہے تو کچھ تسکین ہوتی ہے جلیلؔ
جی بہلنے کو خدا نے درد پیدا کردیا

ترا جلوہ مجھے بیخود بنا جاتا تو کیا ہوتا
جگر مین دل مین آنکھو نمین سما جاتا تو کیا ہوتا

تصور مین تو آنا یار کا ہر روز ہوتا ہے
مرے پہلو مین دم بھر کو جو آجاتا تو کیا ہوتا

بھری محفل مین بھی شوخی وہی تھی انکی چتون کی
کوئی پوچھے اگر مجکو غش آجاتا تو کیا ہوتا

تری آنکھون کا جادو سوتے فتنونکو جگاتا ہی
ہمارے بختِ خفتہ کو جگا جاتا تو کیا ہوتا

کدھر جاؤن کہان ڈھونڈون مین اپنے گم شدہ دلکو
اگر ظالم پتا اپنا بتا جاتا تو کیا ہوتا

کمر سے اپنے خنجر کو لگا رکھا ہے قاتل نے
اگر میرے گلے اسکو لگا جاتا تو کیا ہوتا

چڑھے ہین تجھ پہ جو پھول تربت پہ سب مُرجھائے جاتے ہین
کوئی دلسوز دو آنسو بہا جاتا تو کیا ہوتا

مری مستی تو بھی موقوف چشمِ مست پر ساقی — اگر تو خم کے خم مجکو پلا جاتا تو کیا ہوتا

گیا تھا آج قاصد کو جو دلدار کو اے دل — جو تو بھی ساتھ قاصد کے چلا جاتا تو کیا ہوتا

جلیل اُسکے تصور سے تو اپنے ہوش جاتے ہین
کہین وہ اک جھلک اپنی دکھا جاتا تو کیا ہوتا

ناوکِ ناز کیا ادھر آیا — چارہ سازِ دل و جگر آیا

پھل مبارک ہو تیغ کا اے دل — نخلِ امید مین ثمر آیا

دل کا آنا غضب کا آنا تھا — پھر نہ قابو مین عمر بھر آیا

پوچھیے یار کی خبر کس سے — جو گیا ہو کے بے خبر آیا

تیر خالی گیا نہ قاتل کا — بچگیا دل تو جان پر آیا

تازہ رہتی تھی یاد قاتل کی — رو دیا مین جو زخم بھر آیا

اُس سے ٹھہرا تھا شام کا وعدہ — آتے آتے دمِ سحر آیا

یہ تجاہل بھی کس مزے کا ہے — مجھسے کہتے ہین تو کدھر آیا

آفرین تجکو اے خدنگِ نظر — توڑ کر دل کو تا جگر آیا

درد سے مجکو ایسی الفت ہے — آگیا غش جو چارہ گر آیا

نذرِ قاتل کا ہے نیا انداز — کوئی دل کوئی لیکے سر آیا

هم تو بیخود رہے دمِ دیدار — اے نظر تجھکو کب نظر آیا
جو قیامت اُٹھا چکا تھا ابھی — دیکھنا پھر وہ فتنہ گر آیا
شوقِ دیدار اسکو کہتے ہین — دل مین نقشہ ترا اُتر آیا

شعر کا مصرع ہے لاجواب جلیلؔ
نخلِ امید مین ثمر آیا

دل کے جانیکا الم کیون مجھے قاتل ہوتا — تیر پہلو مین جو آتا تو وہی دل ہوتا
لطفِ تازہ ترے غم مین مجھے حاصل ہوتا — کاش ہر روز نیا درد نیا دل ہوتا
بزمِ مے مین تری شرکت نہوئی خوب ہوا — ورنہ پھر ہوش مین آنا مجھے مشکل ہوتا
تپشِ عشق سے رگ رگ مری مضطر ہوتی — ایک دل دیکے تجھے مین ہمہ تن دل ہوتا
موت کا ہاتھ بٹاتا اکسیدن چلکر — مین بھی ممنون ترا خنجرِ قاتل ہوتا
آپکے دم سے یہ شیرازہ بندھا ہے ورنہ — مین کہین ہوش کہین اور کہین دل ہوتا
نگہِ لطف کسی پر ہے کسی پر بیداد — مجھکو حسرت ہے کہ مین بھی کسی قابل ہوتا
مین اگر قید مین رہتا بھی تو حاصل کیا تھا — میرا نالہ نہ پابندِ سلاسل ہوتا
ناوکِ ناز سے وابستہ تھی قسمت دل کی — تم ہدف جسکو بناتے وہی بسمل ہوتا
دستِ ساقی مین اُسے دیکھکے رشک آتا ہے — شیشۂ مے کی جگہ کاش مرا دل ہوتا

توڑنا چاہتے دلکو تو بہت آسان تھا
جوڑنا دل کا مگر آپ کو مشکل ہوتا

دل دیا تھا جب مجھے اللہ نے آنکھیں دی تھیں
تھا یہ مشکل کہ حسینوں پہ نہ مائل ہوتا

نالہ رویوں کی ہوس دل مین تھی بیکار جلیل
داغ حسرت کے سوا کیا تجھے حاصل ہوتا

ہے ستم ناز سے آنا سر مدفن تیرا
خاک اڑ کر نہ کہین تھام لے دامن تیرا

تجکو شکوہ ہے کہ عشاق نے بدنام کیا
سچ تو یہ ہے کہ ترا حسن ہے دشمن تیرا

سن جو کم ہے تو زیادہ ہے ستم کا ٹیکا
قتل کو کھیل سمجھتا ہے لڑکپن تیرا

مجھسے کہتا ہے جنون فصل بہار آنے دے
پھر وہی ہاتھ ہے میرا وہی دامن تیرا

تجکو معلوم ہو کیونکر مری حالت کیا ہے
کاش صورت کیطرح دل بھی ہو روشن تیرا

چاہتا ہون کہ جنون مین یہ اثر پیدا ہو
مین کرون جامہ دری چاک ہو دامن تیرا

بیش خیمہ ہین قیامت کے یہی دو فتنے
بار طرہ پر قد ہے ترقی پہ ہے جوبن تیرا

توبہ ہونے لگی بیداد سے دونالون مین
اب کہان ہے وہ کلیجہ بت پرفن تیرا

گھر ہمیشہ ترے آئینے کا آباد رہے
جس مین جلتا ہے چراغ رخ روشن تیرا

خار ہین ہم جو نظر مین تو چلے جاتے ہین
باغبان تجکو مبارک رہے گلشن تیرا

چاند سورج کو اسی غم نے کیا آوارہ
کہ شب و روز ہے روشن رخ روشن تیرا

وہ حنا ہاتھ مین ملتے ہین ادا کہتی ہے
سرخرو دوست ہو پامال ہو دشمن تیرا

کیا شگفتہ گل اشعار ہین دیوان مین جلیل
تر و تازہ رہے تا حشر یہ گلشن تیرا

ردیفِ باے موحدہ

نالۂ دل نے دیا خنجرِ قاتل کا جواب
آج قاتل کی تڑپ ہے دلِ بسمل کا جواب

رحم سے اسکو تنفر ہے سکون سے اسکو
نہ تڑپے دلکا ہے ثانی نہ مرے دل کا جواب

کوئی پرخون کوئی صد چاک نظر آتا ہے
غنچہ و گل ہین کسی کے جگر و دل کا جواب

آزمایا جو دلون کو نگہِ دلبر نے
لاکھ دو لاکھ مین نکلا نہ مرے دل کا جواب

خون مین تیر کا پیکان وہ ڈبو کر بولے
دیکھ ہم نے یہ نکالا ہے ترے دل کا جواب

کیسے بیدرد ہین گلزار کے بسنے والے
کوئی دیتا ہی نہین فریادِ عنادل کا جواب

زلف کہتی ہے کہ وحشت کی نہ لے دل مجھ سے
حلقہ حلقہ ہے مرا طوق و سلاسل کا جواب

شبِ فرقت کی اندھیری سے وہ کیا گھبرائے
جسکا ہر داغِ جگر ہو مہِ کامل کا جواب

اس تمنا مین کہ وہ قتل پہ راضی ہو جاے
خونِ حسرت سے لکھا نامۂ قاتل کا جواب

محفلِ یار کی تعریف جو سنتے ہو جلیل

دل ہے پہلو مین ہمارے اُسی محفل کا جواب

ردیفِ باے فارسی

کمالِ حُسن سے لاکھون مین انتخاب ہین آپ
زوال جسکو نہین ہے وہ آفتاب ہین آپ

ادا مین ناز مین شوخی مین لاجواب ہین آپ
جو انتخاب ہین اُن مین بھی انتخاب ہین آپ

یہ آب و تاب کہان اور خوش جمالون مین
غلط نہین کہ ستارون مین ماہتاب ہین آپ

جو حُسن و عشق مین نسبت ہے اِس سے روشن ہے
کہ مین ہون ذرہ ناچیز آفتاب ہین آپ

ستمگری کی بدولت ہوا عروج نصیب
فلک و قار فلک فر فلک جناب ہین آپ

مجھے کچھ آپ سے شکوہ نہین تغافل کا
یہ جانتا ہون کہ مستِ شباب ہین آپ

یہ جانتے ہین کہ تابِ نظر نہین مجکو
جبھی تو رُخ سے اُٹھائی ہوئی نقاب ہین آپ

جمال آپ کا جو دیکھتا ہے کہتا ہے
کہ نیّرِ فلکِ حُسن لاجواب ہین آپ

جلیل آپ کا دم بھی بہت غنیمت ہے
کہ امتحانِ محبت مین کامیاب ہین آپ

ردیف تاے فوقانی

جابجا پھرتے ہو کیون شمس و قمر کی صورت
آؤ دل مین رہو آرام سے گھر کی صورت

مین وہ غمگین ہون کہ چھیڑا جو ذرا کانٹون نے
آبلے پھوٹ بہے دیدۂ تر کی صورت

محفلِ یار مین کیا رنگ جمائے کوئی
شمع جلتی ہے جہان داغِ جگر کی صورت

دیدیا حکم جنون نے یہ بہار آنے پر
پارہ پارہ ہو گریبان بھی جگر کی صورت

کل جو تھے آپ تو جنت کا مزہ آتا تھا
آج دیکھی نہین جاتی مرے گھر کی صورت

دیکھلی تو نے زمانے کی ہوا لالۂ باغ
داغ تجکو بھی ملا میرے جگر کی صورت

تیغِ قاتل جو چلی ہے صفتِ بادِ بہار
دلِ بسمل ہے شگفتہ گلِ تر کی صورت

کوئی فتنہ نہ اُٹھا فتنۂ قامت کیطرح
کوئی جادو نظر آیا نہ نظر کی صورت

بسملِ تیغِ ادا کس نے کیا ہے مجکو
خود بتاتی ہے مرے زخمِ جگر کی صورت

دمِ دیدار دمِ آنکھون مین کھچا آتا ہے
کتنی دلکش ہے مری رشکِ قمر کی صورت

اپنے بسمل کو وہ پوچھین تو یہ کہنا قاصد
دیکھی جاتی نہین اب زخمِ جگر کی صورت

روے جانانکا جوانی مین یہ عالم دیکھا
چودھوین رات کو جیسے ہو قمر کی صورت

صبحدم وہ جو مرے گھر سے چلے مثلِ نسیم
بجھگیا دل کا کنول شمعِ سحر کی صورت

ہجرِ ساقی مین جو ساغر پہ نظر پڑتی ہے
دل بھر آتا ہے مرا دیدۂ تر کی صورت

کج ادائی پہ وہ نازان ہین مجھے حیرت ہے
عیب بھی حسن مین داخل ہے ہنر کی صورت

تیرِ مژگان نے جو ڈھایا ہے ستم کیا کہیے
اب نہ وہ دل کی ہے صورت نہ جگر کی صورت

کیا قیامت ہے کہ دل اُسکا فدائی نکلا
جو ہے بیدرد مرے دردِ جگر کی صورت

ملگئے خاک مین وہ لعل کے ٹکڑے آنسو
مین نے پالا تھا جنھین لختِ جگر کی صورت

تم نے جس دل کو پریخانہ بنا رکھا تھا
اب وہی دل ہے اکیلا بڑی ہوئی گھر کی صورت

ہجرِ قاتل مین جو صدمہ ہے کہون کس سے جلیلؔ
آنکھین روتی ہین لہو زخمِ جگر کی صورت

ردیفِ تاے ہندی

خدنگِ ناز سے قاتل نے وہ لگائی چوٹ
کہ دل بھی لوٹ گیا جان پر بھی آئی چوٹ

ٹپک پڑین مژۂ تر سے خون کی بوندین
جو دل نے کھائی تھی آخر وہ رنگ لائی چوٹ

کرین وہ دلکو جُٹیلا تو کچھ کمال نہین
کمال یہ ہے کہ دیتی نہین دکھائی چوٹ

بتون نے دلکو جو صدمہ دیا ہے کیا کہیے
یہ شیشہ وہ ہے کہ پتھر کی جسنے کھائی چوٹ

رقیب سے وہ خفا ہین تو مین مناؤن کیون
جنون نہین ہے کہ لُون اپنے سر پرائی چوٹ

رقیب کیون ہون نشانہ ترا مرے ہوتے
کہ اہلِ درد سے رکھتی ہے آشنائی چوٹ

گمان ہوا کہ لگی دلپہ چوٹ پتھر کی
جو برگِ گل سے بھی اُس شوخ نے لگائی چوٹ

کسی کی تیغِ ادا کا تھا اسقدر مشتاق
کہ ہوکے سینہ سپر مین نے دلپہ کھائی چوٹ

جلیل سنگِ حوادث کا کیا کرین شکوہ
ہمارے دل نے سدا چوٹ پر اُٹھائی چوٹ

ردیفِ ثاے مثلثہ

مہربان ہو کے ہوے آپ خفا کیا باعث
میرے ہوتے مرے دشمن پہ جفا کیا باعث

بانکپن کا کوئی جوہر تو دکھایا ہوتا
رہ گئی کھچ کے تری تیغِ ادا کیا باعث

یہ تو سب یار پُرانے تھے تری صحبت کے
ساتھ رہتے نہین اب نازو ادا کیا باعث

اہ تو آوازِ فغان بھی نہین آتی دل سے
کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ ہُوا کیا باعث

تیری سازش تو نہین دردِ محبت آمین
ہوگئی دشمنِ تاثیر دوا کیا باعث

کیا ابھی حوصلۂ ظلم وستم باقی ہے
تم مجھے دیتے ہو جینے کی دعا کیا باعث

کچھ اثر تیری نزاکت نے دکھایا ہوگا
ورنہ کیون ٹوٹ گیا عہدِ وفا کیا باعث

اُن سے پوچھے کوئی جو دلکو پھنسا رکھتے ہین
اُڑ گیا ہاتھ سے کیون رنگِ حنا کیا باعث

کیا حنا پاؤن مین دونون نے لگا رکھی ہے
نہ وہ آتے ہین الٰہی نہ قضا کیا باعث

کیا کوئی رشکِ چمن آج چمن مین آیا
ناز کرتی ہوئی چلتی ہے صبا کیا باعث

کسی میکش کا مگر شیشۂ دل ٹوٹا ہے
سرِ میخانہ جو روتی ہو گھٹا کیا باعث

تم تو وارفتۂ و دلدادہ بتون کے ہو جلیلؔ
پارسا کہتی ہے کیون خلقِ خدا کیا باعث

ردیفِ جیم غزل

گلشن مین آگیا ہے جو وہ گلعذار آج
پھرتی ہے باغ باغ نسیمِ بہار آج

سُنتے ہین آرہی ہے چمن مین بہار آج
کھیلین گے چلکے مرغِ جنون کا شکار آج

توبہ سے ہے دل شکستہ کوئی پوچھتا نہین
جام و سبو کی چار طرف ہے پکار آج

کب تک خدنگِ ناز نشانہ اڑائے گا
کل دل ہوا شکار جگر ہے فگار آج

لائی ہے بو اُڑا کے جو گیسوے یار کی
ہے اور ہی ہوا مین نسیمِ بہار آج

کل ہوش کھو کے آئے تھے اُس جلوہ گاہ سے
پھر ہم کو لیچلا ہے دلِ بیقرار آج

ابرو کی ہے کمان جو قاتل چڑھی ہوئی
کیا ہاتھ آگیا کوئی تازہ شکار آج

کل تک نہ تازگی مرے زخمِ کُہن مین تھی
شاید چمن مین آگئی فصلِ بہار آج

گرما دیا کچھ اور بھی اُس چشمِ شوخ نے
بجلی بنا ہوا ہے دلِ بیقرار آج

کس برق وش کی یاد کا دل مین گزر ہوا
رخصت طلب جو ہین مرے صبر و قرار آج

قاتل نے تم کو یاد کیا ہو نہ اے جلیلؔ
ہوتی ہے کیون یہ سر مین دھمک بار بار آج

ردیفِ جیمِ فارسی

میرے پہلو سے نہ قاتل تیر کھینچ
تیر کو اب صبر کر شمشیر کھینچ

شکل ہو حسرت کی جیون یاس کی
اے مصور یون مری تصویر کھینچ

درد کی لذت اُٹھانے دے مجھے
چارہ گر تھم تھم کے دل سے تیر کھینچ

مجکو تو اے دل اثر سے کام ہے
آہ کر یا نالۂ شبگیر کھینچ

امتحان دونون کا ہو جب لطف ہے
مین تو کھینچون آہ تو شمشیر کھینچ

اے دلِ مضطر وہ ہین نازک مزاج
کچھ سمجھکر آہِ پُر تاثیر کھینچ

اب تامل کیا ہے اے قاتل تجھے
خون بخشا قتل کر شمشیر کھینچ

درد اپنا اُس سے کہتا ہے جو تو
آہ بھی اے دل دمِ تقریر کھینچ

ساتھ دل کے ہو جگر بھی سُرخرو
اور اک ترکش سے قاتل تیر کھینچ

اے تصور تو مصور ہے اگر
لوحِ دل پر یار کی تصویر کھینچ

بختِ خفتہ کو جگانا ہے جلیل
اور دو اک نالۂ شبگیر کھینچ

ردیفِ حاے حطی

نازک مزاج ہو نہ کوئی یار کی طرح
رکھتا ہے بات بات پہ تلوار کی طرح

سونے کا ہے خیال کسے اے شبِ وصال
جاگیں گے آج طالعِ بیدار کی طرح

گلشن میں تم نہیں تو گلوں کا یہ رنگ ہے
بیمار سب ہیں نرگسِ بیمار کی طرح

تنگ آ گئے ہیں وصل میں وہ دستِ شوق سے
فرماتے ہیں کہ پیار کرو پیار کی طرح

دل مفت چاہتے ہیں مگر سب کے سامنے
قیمت لگا رہے ہیں خریدار کی طرح

پردے کا ہے خیال تو صورت یہ خوب ہے
آنکھوں میں رہیے حسرتِ دیدار کی طرح

بازارِ حشر میں ہے عجب شانِ مصطفٰے
یوسف بھی جھک رہے ہیں خریدار کی طرح

کیونکر نباہ دونوں میں ہوتا ہے دیکھیے
دل بھی مرا جدا رہے دلدار کی طرح

اس شوق میں کہ آپ کریں ہم کو پائمال
در پر پڑے ہیں سایۂ دیوار کی طرح

قسمت تو بھی پھری ہوئی مدت سے اے اجل
کیا تو بھی پھر گئی نگہِ یار کی طرح

سیراب ہو چکے ہیں جو دیدارِ یار سے
چلتے ہیں جھومتے ہوئے میخوار کی طرح

عشاق کی نہ کوچۂ قاتل میں پوچھیے
بیٹھے ہیں سر جھکائے گنہگار کی طرح

آئینہ دیکھتے ہیں وہ کس چاہ پیار سے
چمکا رہے ہیں اسکو بھی رخسار کی طرح

مداح ہے جو ابروئے خمدار کا جلیل
کیسی زبان چلتی ہے تلوار کی طرح

ردیف خائے معجمہ

روتے روتے ہو گئے ہیں دیدۂ خونبار سرخ
آجکل میری نظر میں ہیں در و دیوار سرخ

سر جو ٹکراتے ہین وحشت مین تری شوریدہ سر
ہو رہے ہین آج زندان کے در و دیوار سرخ

آرہے ہین دن جوانی کے مبارک ہو تمھین
ہو چلے ہین کچھ تمھارے پھول سی رخسار سرخ

وصفِ گل مین نغمہ سنجی کا اثر ہے عندلیب
لال تھی تیری زبان اب ہوگئی منقار سرخ

سینچتا ہے خونِ بلبل سے چمن کو باغبان
کیون نہ رنگت ہو گلون مین کیون نہو گلزار سرخ

خون روئے ہین جو فرقت مین تری صحرا نورد
صورتِ گلشن ہے سارا وادیِ پرخار سرخ

چشمِ بد دور آج تو قائل پہ دونی ہے بہار
ہاتھ رنگین ہین حنا سے خون سے تلوار سرخ

شاخِ گل بنکر وہ نکلے ہین چمن کی سیر کو
جسم پر پوشاک دھانی پھول سی رخسار سرخ

موتیے کے پھول تو رنگین نہین ہوتے جلیل
پرتوِ عارض سے ہے انکے گلے کا ہار سرخ

ردیفِ دالِ مہملہ

تشنہ کامی سے جلن دل مین ہے لب پر فریاد
اے مرے بحرِ کرم ساقیِ کوثر فریاد

رنگ پر آگئی پھر آہ و فغانِ بلبل کی
پھر رگِ گل مین چبھونے لگی نشتر فریاد

ہین تو صیاد کا گھر پھونک کے رکھدون بلبل
تجکو معلوم نہین کرتے ہین کیونکر فریاد

آدمی ہے کہ الٰہی وہ صنم پتھر ہے
داد دیتا ہے نہ سنتا ہے ستمگر فریاد

بادہ نوشی مین وہ لذت ہے کہ انسان تو کیا
مے نہ پائین تو کرین شیشۂ و ساغر فریاد

جب سے خونریز ہوا غمزۂ دلکش تیرا
تو سُنے یا نہ سُنے ہوتی ہے گھر گھر فریاد

حشر مین پیاس سے ہم رند جو نالان ہونگے
سُنکے فریاد کرے گا لبِ کوثر فریاد

سوزِ فرقت سے نہین تابِ فغان مثلِ سپند
ہم تڑپ جاتے ہین آتی ہے جو لب پر فریاد

آپ فریاد سے بیزار ہین مجبور ہون مین
درد اُٹھتا ہے تو آتی ہے زبان پر فریاد

کہدو شیرین سے کہ فرہاد کا ماتم کب تک
سُنکے فریاد تری کرتے ہین پتھر فریاد

یار کی خاطرِ نازک کو دُکھا دیتے ہین
نالۂ و آہ ہین بیدرد ستمگر فریاد

تم جو جا ہو گے کسیکو تو یہی ہوگا جلیل
آنکھین روئین گی کریگا دلِ مضطر فریاد

ردیفِ دال ہندی

بیجا ہے یار الفتِ اغیار پر گھمنڈ
اُس گُل پہ حیف ہے جو کرے خار پر گھمنڈ

قاتل ہو تم تو مین بھی تمہارا قتیل ہون
مجکو ہے آہ پر تمھین تلوار پر گھمنڈ

دیکھی نہین بہار مگر کوے یار کی
بیجا ہے اے صبا تجھے گلزار پر گھمنڈ

دیکھا ہے خواب مین کسی یوسف جمال کو
مجکو ہے آج طالعِ بیدار پر گھمنڈ

عشاق پر ہو ناز جو تمکو عجب نہین
ہوتا ہے سب کو اپنے خریدار پر گھمنڈ

عیار فتنہ ساز کا کب اعتبار ہے
اے دل بہت نکر نگہِ یار پر گھمنڈ

نازان کوئی دوا پہ کوئی چارہ ساز پر
دل کو مرے ہے لذتِ آزار پر گھمنڈ

شانے کو مشک بیزیِ گیسو پہ ناز ہے
آئینے کو تجلیِ رخسار پر گھمنڈ

گو شاعرون مین نام ہے لیکن جلیل کو
ہے شاعری پہ ناز نہ اشعار پر گھمنڈ

ردیفِ ذال معجمہ

ہے طرۂ زلفِ یار تعویذ
کسدرجہ ہے باوقار تعویذ

اور رشکِ چمن ترے گلے مین
دیتا ہے عجب بہار تعویذ

اک روز ترے گلے پڑے گا
بنکر دلِ داغدار تعویذ

ہے برق بنا ہوا گھٹا مین
چوٹی مین وہ زرنگار تعویذ

سینے پہ بتون کے لوٹتے ہین
کیا لوٹتے ہین بہار تعویذ

قرآن ہے جو رخ ترا تو پھر کیون
درکار ہے تجھکو یار تعویذ

بالون مین ترے بندھے تھے اکدن
برسون رہے مشکبار تعویذ

آئے ہین وہ فاتحے کو اکثر | حُب کا ہے مرا مزار تعویذ

آیا نہ جلیلؔ دام مین یار
لکھا کیے ہم ہزار تعویذ

ردیفِ رائے مہملہ

ذبح کرنے مین کمی او ستم ایجاد نکر | رحم کر رحم کے پردے مین یہ بیداد نکر
مین یہ کہتا ہہین اے دل کہ اُسے یاد نکر | یاد کر شوق سے ہان نالہ و فریاد نکر
ہدفِ تیرِ نظر غیر ہو میرے ہوتے | سب ستم کر یہ ستم او ستم ایجاد نکر
ابھی کچھ دیر ہے صیاد بہار آنے مین | اور دو روز قفس سے مجھے آزاد نکر
اس رہائی سے تو صیاد اسیری اچھی | بال و پر نوچ کے ظالم مجھے آزاد نکر
کھینچ دے یار کی تصویر مری آنکھون مین | اے تصوّر تو مجھے منت کشِ بہزاد نکر
پھول گلزار کے پژمردہ ہوے جاتے ہین | گرم نالے بہت اے بلبلِ ناشاد نکر
قتل کرنے کے لیے تیری ادا کافی ہے | تیغ و خنجر کے حوالے مجھے جلّاد نکر
دترۂ یار کی الفت کا مین سودائی ہون | چھیڑ تب مجھسے بہت اے نشترِ فصّاد نکر
ذکرِ گلشن کا اسیرون سے کوئی کرتا ہے | بے چھُری ذبح خدا کے لیے صیّاد نکر

عشق کہتا ہی یہ اُس سے کہ نہ عشاق کو بھول
ناز کہتا ہے کہ بھولے سے کبھی یاد نکر

صلح دونون مین یہ ہے اکی یہی صورت ہے
مین ستمگر نہ کہون تو ستم ایجاد نکر

ایک مدت سے نہ قاصد ہے نہ خط ہی نہ پیام
اپنے وعدے کو تو کر یاد مجھے یاد نکر

شمع کہتی ہے ترے سوختہ جان سے ہر بزم
اشک آنکھون سے بہا نالہ و فریاد نکر

یاد اُس شوخ کی مجھسے یہ کہا کرتی ہے
بھول جا آپکو ایسا کہ کبھی یاد نکر

دل مین رہکر یہ مری دل شکنی خوب نہین
جسکو آباد کیا ہے اُسے برباد نکر

صبح کو رات کا افسانہ ہے بیکار جلیلؔ
عہد پیری مین جوانی کے مزے یاد نہ کر

عشق کے راز کو افشا دلِ ناشاد نکر
صبر کر صبر خدا کے لیے فریاد نکر

بیوفائی کا گلا اے دلِ ناشاد نکر
وہ تجھے بھول گیا تو بھی اُسے یاد نکر

ناوکِ ناز سے کرتے ہین کلیجا چھلنی
اور ارشاد یہ ہوتا ہے کہ فریاد نکر

مین قفس ہی کو سمجھ لونگا نشیمن اپنا
تیری مرضی نہین صیاد تو آزاد نکر

سب کو آزاد کیا خوب کیا اے صیاد
مین اسیری کا ہون خوگر مجھے آزاد نکر

ہو گیا مین تو ترے دامِ محبت کا اسیر
بند اب کنجِ قفس مین مجھے صیاد نکر

گل سے ہنس بول لے بلبل کہ بہار آخر ہے
خوفِ گلچین نکر اندیشۂ صیاد نکر

دل پہ اوبت ستم اتنا نہیں ڈہاتا کوئی
گھر خدا کا ہے خدارا اسے برباد نکر

دردِ فرقت کا ہے منشا کہ نہ خاموش رہون
ضبطِ الفت کا تقاضا ہے کہ فریاد نکر

کیا زیارت یونہین کرتے ہین کسی تربت کی
قبر کو روند کے مٹی مری برباد نکر

شکوۂ ظلم و ستم کا یہ جواب آیا ہے
یاد کر مجکو مرے ظلم و ستم یاد نکر

عمرِ فرہاد نہ کٹ جاے کہین دہوکے مین
دیکھ تیزی بہت اے تیشۂ فرہاد نکر

اے جنون ترے لیے جان سے حاضر ہے خلیل
قیس کا سوگ نکر ماتمِ فرہاد نکر

کچھ نظر ان کو نہین اپنے پریشانون پر
بال زلفون کے پڑے لوٹتے ہین شانون پر

منتظر موسمِ گل کے ہین ترے دیوانے
ہاتھ رکھے ہوے بیٹھے ہین گریبانون پر

آج پینے کے لئے کون ہے آنے والا
لکۂ ابر جھکے پڑتے ہین میخانون پر

جوشِ وحشت مین ہے کیا ذکر لباسِ تن کا
بار ہے جامۂ ہستی ترے دیوانون پر

شمع کو زیست گوارا نہوئی سبے عشاق
خود بھی جل بجھکے سبقت ہوگئی پروانون پر

خیر سے ان کا گریبان بھی سلامت نرہا
گل جو ہنستے تھے ترے چاک گریبانون پر

قیس و فرہاد بھلا جامہ دری کیا جانین
ہوگیا قطع یہ جامہ ترے دیوانون پر

آگیا ہے جو تصور کسی عاشق کا وہان
قہر ہے غیظ ہے غصہ ہے نگہبانون پر

مست آنکھون پہ بکھرتی ہے جو زلفِ ساقی
مین سمجھتا ہون گھٹا چھائی ہے میخانون پر

گرد چہرون پہ گریبان پھٹے بکھرے بال
کس قیامت کا ہے عالم تری دیوانون پر

بدگمان ایسے بھی دنیا مین ہوا کرتے ہین
اُس نے رکھّے ہین نگہبان نگہبانون پر

اپنے قاتل سے دمِ مرگ ہم آغوش رہے
رشک آیا ہے مجھے جلتے ہوئے پروانون پر

تابِ نظارۂ معشوق کہان عاشق کو
شمع کے جلتے ہی بجلی گری پروانون پر

دردِ دل سنکے وہ بولے کہ چڑایا تو نے
حاشیہ کوہکن و قیس کے افسانون پر

اب تو زاہد کو بھی پینے سے نہوگا انکار
اُٹھکے قبلے سے گھٹا چھا گئی میخانون پر

تیرے وحشی دلِ مضطر کو سنبھالین کیونکر
ہاتھ اُٹھتے ہین تو پڑتے ہین گریبانون پر

گردنِ تن پر جو پڑی ہے تو جنون کہتا ہے
خوب موزون ہے یہ خلعت تری عریانون پر

رو کے عشاق نے فرقت مین لہو کے آنسو
ٹکڑے یاقوت کے ٹانکے ہین گریبانون پر

یون ہی انسان پریزاد تمھین کہتے تھے
اور پر لگ گئے زلفین جو چھٹین شانون پر

اے جلیل اشکِ گنہگار کے اک قطرے کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانون پر

دل کے سب داغ کھلے ہین گلِ خندان ہوکر
رنگ لایا ہے یہ غنچہ چمنستان ہوکر

دامنِ تر ہے کہ دفتر ہے یہ رسوائی کا
میری آنکھون نے ڈبویا مجھے گریان ہوکر

سر بالین مرے جلاد سے بیٹھا نہ گیا
اُٹھ گیا زخمِ جگر پہ نمک افشان ہو کر

قتلِ عشاق کا انجام یہی ہونا تھا
ہاتھ ملتے ہین وہ اب دل مین پشیمان ہو کر

دل مین آئے ہین تو اب دل سے نکلتے ہی نہین
گھر پہ قبضہ کیے بیٹھے ہین وہ مہمان ہو کر

خوب ڈھونڈا تو ملا اتنا پتا دلبر کا
دلِ مشتاق مین رہتا ہے وہ ارمان ہو کر

نیند آئی جو کبھی زلف کے دیوانے کو
چونک اُٹھا خوابِ پریشان سے پریشان ہو کر

خوب سیراب کیا خنجرِ قاتل تو نے
پانی پانی ہون مین شرمندۂ احسان ہو کر

نگہِ شوق تو در پردہ خبر لیتی ہے
آپ جائین گے کہان آنکھ سے پنہان ہو کر

جلوہ گر آئینہ خانے مین ہوا کون حسین
نقشِ دیوار ہین سب آئینے حیران ہو کر

قتل کے بعد وفا میری جو یاد آئی ہے
سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہین پشیمان ہو کر

اُنکے چہرے پہ نظر جاتے ہوئے ڈرتی ہے
زلف نے جال بچھایا ہے پریشان ہو کر

شہرۂ حسن ابھی کیا ہے شباب آنے دو
نام چمکے گا تمہارا مہِ تابان ہو کر

تیغ سے مجکو شکایت نہ گلہ قاتل سے
میرے زخمون نے رلایا مجھے خندان ہو کر

دامنِ دل کو بچاتا مین جنون مین کیونکر
دھجیان اڑ گئین اُسکی بھی گریبان ہو کر

اب کسی تیر کی حاجت نہین اے تیر فگن
دل کے ارمان کھٹکنے لگے پیکان ہو کر

کیا تماشا ہے کہ خنجر جو کھچا رہتا تھا
وہ گلے سے مرے لپٹا ہے گریبان ہو کر

بالخدا ایسے کہان ہوتے ہین جیسے ہین جلیل
جان دیتے ہین بتون پر یہ مسلمان ہوکر

ناز کرتا ہے جو تو حُسن مین یکتا ہوکر
مین بھی نازان ہون ترا عاشقِ شیدا ہوکر

مین نہ سمجھا تھا کہ اشکون سے اُٹھیگا طوفان
چند قطرون نے ڈبویا مجھے دریا ہوکر

چشمِ بیمار جو پہلے تھی وہی اب بھی ہے
کچھ بنائے نہ بنی تم سے مسیحا ہوکر

کسکے رخسار دمِ سیرِ چمن یاد آئے
پھول آنکھون مین کھٹکنے لگے کانٹا ہوکر

درد تھا دل مین تو جینے کا مزہ ملتا تھا
اب تو بیمار سے بدتر ہون مین اچھا ہوکر

دام سے چھوٹ کے بھی میری اسیری نگئی
زلفِ صیاد گلے پڑ گئی پھندا ہوکر

چھپ کے رہنا ہے جو سب سے تو یہ مشکل کیا ہے
تم مرے دل مین رہو دل کی تمنا ہوکر

کیا ستم ہے شبِ وعدہ وہ حنا ملتے ہین
رنگ لائے نہ کہین خونِ تمنا ہوکر

تیر چٹکی سے نہ چھوڑا تھا ابھی قاتل نے
رہگیا دل مرے پہلو مین نشانا ہوکر

اب بھی پیاسا کوئی رہجائے تو قسمت اُسکی
یار کی تیغ روانی پہ ہے دریا ہوکر

دہنِ یار کی تعریف جو کی مینے جلیل
اُڑ گیا طائرِ مضمون مرا عنقا ہوکر

قہر ڈھاتی ہے ادا تیری ستمگر ہوکر
تیر ہوکر اسے مارا اُسے خنجر ہوکر

پس توبہ بھی جو ساقی کا خیال آتا ہے
چشمِ تر میری چھلک جاتی ہے ساغر ہوکر

دل دُکھانے سے ہین خوش ہون مگر اسکا غم ہے
تم دل آزار ہوئے جاتے ہو دلبر ہوکر

وصل کا نام لب پہ تھا کہ قیامت آئی
تیغ ہوکر وہ کھچے تن سے گئے خنجر ہوکر

دیدۂ و دل نے جو ساقی کا اشارہ پایا
کر دیا مست مجھے شیشہ و ساغر ہوکر

مژۂ یار کو تھوڑا نہ سمجھنا اے دل
یہی رگ رگ مین اُتر جاتی ہے نشتر ہوکر

قتل کا لطف اُٹھانے نہ دیا غیرت نے
دل مین ہم کٹ گئے منت کشِ خنجر ہوکر

یار آرام مین ہے اے دلِ نالان خاموش
چونک اُٹھے نہ کہین فتنۂ محشر ہوکر

ہر جگہ حُسن چمکتا ہے نئی صورت سے
بزم مین شمع گلستان مین گلِ تر ہوکر

مین ہون وہ رند کہ جب سوے چمن جاتا ہون
پھول کرتے ہین تواضع مری ساغر ہوکر

عیب بھی حسن مین داخل ہے ستمگر کیلیے
خون کا داغ رہا تیغ مین جوہر ہوکر

ہر طرف بیخودئ عشق کا چرچا ہے جلیل
آپ نے نام کیا آپ سے باہر ہوکر

ناوکِ یار جو گزرا طرفِ دل ہوکر
آرزو دل کی پھڑکنے لگی بسمل ہوکر

عشق کے واسطے کافی بھی نہ وسعت دلکی
ہم ہوئے یار پہ شیدا ہمہ تن دل ہوکر

تیغ و خنجر کی خوشامد سے غرض اتنی ہے
یاد کرتا ہون قاتل سب تجھے بسمل ہوکر

دل جو پہلو سے گیا خوب ہوا جانے دو ... آؤ اب تم مرے پہلو مین رہو دل ہوکر
دیکھنا حسن کا اعجاز اسے کہتے ہین ... سارے عالم کا وہ محبوب ہے قاتل ہوکر
تیر بیکار نہ جائے گا ترا تیر فگن ... ہم دکھائینگے تماشا تجھے بسمل ہوکر
آنکھ پڑتی ہے کڑی محتسب و واعظ کی ... ٹوٹ جائے کہین شیشہ نہ مرا دل ہوکر
دین و دنیا کا نہین غم ترے دیوانونکو ... سب سے آزاد ہین پابندِ سلاسل ہوکر
قتلِ عاشق سے جو مانع ہے نزاکت اسکی ... خون کرتا ہے تمنا کا وہ قاتل ہوکر
ایسے جلاد سے کسطرح نبھے گی یارب ... حکم یہ ہے کہ نہ تڑپے کوئی بسمل ہوکر
کوئے جانان کا ارادہ جو کوئی کرتا ہے ... ساتھ چلتی ہے قضا رہبرِ منزل ہوکر

چلدیا توڑ کے دل ناوکِ دلدار جلیل
رہگئی دل مین تمنا خلش دل ہوکر

ردیف رائے ثقیلہ

اے مرے دستِ طلب یار کے دامن کو نہ چھوڑ ... چھوڑ دے سبکو مگر اُس بتِ پُرفن کو نہ چھوڑ
اے ہوائے چمنِ عشق مرے دل سے نہ جا ... اے غبارِ رہِ جانان مرے دامن کو نہ چھوڑ
بیکسون کا کوئی دنیا مین عزادار نہین ... بیکسی سے یہ ذرا کہدو کہ مدفن کو نہ چھوڑ

کوچۂ یار سے عاشق کا نکلنا ہے گناہ / تو اگر بلبلِ گلشن ہے تو گلشن کو نہ چھوڑ

جابجا تاک مین صیاد لگے ہین بلبل / خیر تیری ہے اسی مین کہ نشیمن کو نہ چھوڑ

قصد کرتی ہے جو بلبل کہ نکلجاے کہین / گل یہ کہتے ہین خدا کیلیے گلشن کو نہ چھوڑ

تو نکلجاے گی غنچے سے تو ہو گی برباد / دیکھ اے نکہتِ گل اپنے نشیمن کو نہ چھوڑ

تجکو معلوم نہین گھر کا اُجالا ہے یہی / دلِ نافہم خیالِ رخِ روشن کو نہ چھوڑ

دربدر پھرنے مین وقعت نہین رہتی اے دل / آبرو سے تجھے رہنا ہے تو مسکن کو نہ چھوڑ

کہدیا ہمنے جو کہنا تھا ستمگر تجھ سے / اب تری راے یہ ہے چھوڑ کے دشمن کو نہ چھوڑ

باز آتے نہین گر جور و جفا سے وہ جلیل / تو بھی خاموش نہو نالہ و شیون کو نہ چھوڑ

ردیف زاے معجمہ

آپ بن ٹھن کے جو ہوتے ہین خرامان ہر روز / چاک ہو جاتے ہین دو چار گریبان ہر روز

زخم جو تیغ تبسم سے دئے ہین تمنے / صورتِ گل وہ نظر آتے ہین خندان ہر روز

کنگھی چوٹی کا اُنھین شوق ہوا ہے جب سے / مثلِ گیسو مجھے کرتے ہین پریشان ہر روز

موسمِ گل مین نئے رنگ کی وحشت ہے مجھے / سیرِ گلشن ہے کبھی سیرِ بیابان ہر روز

مجھ سے بسمل کے لئے ہے یہی مرہم کافی
ہو کوئی زخم جگر پر نمک افشان ہر روز

موسم گل مین ہوا کرتی ہے شوریدہ سری
وحشت دل ہے یہان سلسلہ جنبان ہر روز

یار آئے کہ نہ آئے یہ مقدر اپنا
ہم تو کرتے ہین یہان وصل کا سامان ہر روز

میہمانی تو ہوا کرتی ہے گاہے گاہے
کہدو آئے نہ مرے گھر شب ہجران ہر روز

اپنے موسم پہ مزہ دیتی ہے برسات جلیل
کیون برستے ہین ترے دیدۂ گریان ہر روز

ردیف سین مہملہ

اسطرف تیر دو پیکان ہے مرے قاتل کے پاس
اسطرف بہر مدد اپنا جگر ہے دل کے پاس

درد الفت کے لئے یہ آخری تدبیر ہے
چارہ گر سب تھک گئے اب لیچلو قاتل کے پاس

داغ تھے کثرت سے دل مین آبلے بھی پڑ گئے
اور اک محفل ہوئی آراستہ محفل کے پاس

اور اے شوق شہادت کچھ کشش درکار تھی
رہ گیا ناوک کسی کا آتے آتے دل کے پاس

اے خوشا جذب محبت آتے آتے راہ مین
رک گیا تابوت بسمل کا در قاتل کے پاس

جلوہ گر دیکھا جو تمکو مجمع خوبان مین رات
مین یہی سمجھا کہ تارے ہین مہ کامل کے پاس

قیس کی آنکھون نے کب لیلی کو دیکھا بے حجاب
اور پردے پڑ گئے پہونچا جو وہ محمل کے پاس

شوقِ وصلِ یار کم ہوتا نہین دیدار سے
پیاس دونی ہوگئی پہونچا جو مین ساحل کے پاس

کچھ جو ٹکڑے رہ گئے تھے دل کے سینے مین مرے
اُنکو بھی ناوک اُڑا کر لیگئے قاتل کے پاس

لی تلاشی آ کے جب اُن کی نگاہِ ناز نے
چند داغون کے سوا نکلا نہ کچھ بھی دل کے پاس

ہو گئے تقسیم سب قاتل کے پیکان اے جلیل
ہے جگر کے پاس کوئی اور کوئی دل کے پاس

ردیف شین معجمہ

مری نظر کو ہے اک غیرتِ قمر کی تلاش
مری فغان کو ہے اک عمر سے اثر کی تلاش

مریض جسنے کیا ہے وہ خود مسیحا ہے
دوا کی فکر ہے مجکو نہ چارہ گر کی تلاش

فلک ہے کسلئے گردش مین کوئی کیا جانے
پھرا رہی ہے کسی غیرتِ قمر کی تلاش

لیا تھا جس نگہ التفات سے دل کو
مری نظر کو ہے ظالم اُسی نظر کی تلاش

اِسی طلب مین اسی جستجو مین رہتا ہون
تری تلاش ہے یا ہے تری خبر کی تلاش

یہ کیا ستم ہے کہ ملتی نہین نظر ہم سے
جو تو ملا بھی تو اب ہے تری نظر کی تلاش

اب اپنی بیخبری اور بڑھتی جائیگی
خبر یہ ہے کہ اُسے ہے مری خبر کی تلاش

دمِ اخیر ملا شاہدِ مراد مرا
ہزار شکر کہ کام آئی عمر بھر کی تلاش

فراق مین یہی لیسل و نہار ہین اپنے
کہ دن کو شام کی ہے رات کو سحر کی تلاش

ملے وہ صید فگن اے صبا تو کہہ دینا
کہ مرغِ دل کو ہے پھر نادکِ نظر کی تلاش

تم اپنے دل مین ذرا سی جگہ جو دیدیتے
تو دربدر نہ پھراتی مجھے یہ گھر کی تلاش

جلیلؔ فکرِ سخن مین نہ کیون رہے مصروف
ہمیشہ رہتی ہے غواص کو گہر کی تلاش

ردیف صاد مہملہ

تیغِ قاتل مین اک ادا ہے خاص
زخمِ بسمل مین اک مزا ہے خاص

قتل کی التجا پہ ہنس دینا
قتل کرنے کی یہ ادا ہے خاص

لذتِ مے مین شک نہین لیکن
نگہِ مست مین مزا ہے خاص

تیغ اُتری جو حلق سے بولے
دردِ الفت کی یہ دوا ہے خاص

زلف سے باندھتے ہین وہ مشکین
مجرمِ عشق کی سزا ہے خاص

سبکو دیدار سے کیا سیراب
میری بھی ایک التجا ہے خاص

فخر اس پر کرون تو زیبا ہے
کہ مجھی پر تری جفا ہے خاص

کردیا عام جلوۂ دیدار
آپ سے مجکو یہ گلا ہے خاص

حسن والے ہین سب کے سب بیدرد
اور سب ہین وہ ہیو فا ہی خاص
دردِ الفت تجھے خدا رکھے
توہی اک دل کا آشنا ہے خاص

دیکھکر وہ جلیل کو بولے
عاشقون مین یہ باوفا ہے خاص

ردیف ضاد معجمہ

لیچل اُس کوچے ہین ای شوق گلستانکے عوض
دل کرے نالہ کشی بلبلِ نالان کے عوض
آرزو ہے کہ دمِ حشر مرے حصے مین
ہو مدینے کا چمن روضۂ رضوان کے عوض
دل گیا جان گئی کچھہ نہ صلہ تمنے دیا
کاش دو بوسے ہی ملجائین دل و جان کے عوض
تیرے وحشی تو نئے رنگ کے گلچین نکلے
خار دامن مین چنے ہین گل و ریحان کے عوض
مشورہ مجکو دیا ہے یہ مری وحشت نے
وسعتِ دل کی کرو سیر گلستان کے عوض
پیرہن کا ہے کہان ہوش ترے مجنونکو
طوق ہے زیبِ گلو اُنکو گریبان کے عوض
قابلِ شکر ہے اتنی بھی مسرت اے دل
زخم خندان تو ملے ہین لبِ خندان کے عوض
جب سے شانے نے ترے بالونکو سلجھایا ہی
دل پریشان ہے مرا زلفِ پریشان کے عوض
اِسکے نالون سے تو دم بھر نہین آرام مجھے
اور دل دے کوئی یارب دلِ نالان کے عوض

ہے وہ رنگت مرے شعرون مین کہ سنتا ہون جلیل
جوہری ڈھونڈتے ہین لعلِ بدخشان کے عوض

ردیف طائے مہملہ

اچھا نہین ہے ابروِ دلبر سے ارتباط
شامت ہے اُسکی جسکو ہو خنجر سے ارتباط

دشمن ہوے ہین حضرتِ دل اپنی جان کے
پیدا کیا ہے ایک ستمگر سے ارتباط

بلبل اسی چمن کی ہے بادِ بہار بھی
کسکو نہین ہے کوچۂ دلبر سے ارتباط

ارمانِ وصل کو ہے مرے دل سے رسم و راہ
سودائے عشق کو ہے مرے سر سے ارتباط

کہتی ہے تیرِ ناز سے تیغِ ادائے یار
تجکو جگر سے ہے تو مجھے سر سے ارتباط

پھر بڑھکے اضطراب نے پوچھا مرا مزاج
پھر درد کو ہوا دلِ مضطر سے ارتباط

شانہ ترا ہو یا دلِ صد چاک ہو مرا
رکھتے ہین دونون زلفِ معنبر سے ارتباط

بے چین مجکو دیکھکے کہتا ہے اُن سے ناز
زیبا نہین تمھین کسی مضطر سے ارتباط

اے زاہدانِ خشک تمھین اُسکی کیا خبر
رندونکو ہے جو ساقیِ کوثر سے ارتباط

گو زار ہون مگر ہے حسینون سے میل جول
گو خار ہون مگر ہے گلِ تر سے ارتباط

رگ رگ مری پھڑکتی ہے اس بات پر جلیل
مجکو ہے اُس نگاہ کے نشتر سے ارتباط

ردیف ظائے معجمہ

عشق مین دل کا ہے خدا حافظ　　ایسے بسمل کا ہے خدا حافظ

بڑھ کے پتھر سے ہے گلا میرا　　تیغ قاتل کا ہے خدا حافظ

ہو گئی دلربا نظر اُن کی　　اب مرے دل کا ہے خدا حافظ

پاؤن پھیلا رہی ہے وحشتِ دل　　اب سلاسل کا ہے خدا حافظ

روز دو چار صدقے ہوتے ہین　　اُن کی محفل کا ہے خدا حافظ

لب پہ بسمل کے ہے جزاک اللہ　　قول قاتل کا ہے خدا حافظ

دُھرے پیکان ہین تیر قاتل مین　　جگر و دل کا ہے خدا حافظ

ہو گئی ہے کلی کلی صیاد　　اب عنادل کا ہے خدا حافظ

جوشِ گریہ ہے زور پر فریاد　　دیدہ و دل کا ہے خدا حافظ

رُک گئی تیغ اُن کی چل کے جلیل
تیری مشکل کا ہے خدا حافظ

ردیف عین مہملہ

وصل سے ہے اگر حیا مانع　　قتل سے آپ کو ہے کیا مانع

باز آیا نہ درد اُٹھنے سے / لاکھہ ہوتی رہی دوا مانع
او ستمگر تری محبت کو / جور مانع نہ ہے جفا مانع
تیغ چلتی نہین نزاکت سے / عذر یہ ہے کہ ہے قضا مانع
جورِ گلچین سے ہے روز بلبل پر / کوئی گل ہے نہ ہے صبا مانع
مر رہے ہین قضا نہین آتی / ہے قضا کو تری ادا مانع
لاکھہ مین تمکو بیوفا کہتا / گر نہ ہوتی مری وفا مانع
آرزو دل کی کیا کہون اُن سے / کچھ تو ہے رُعب کچھ حیا مانع
ہوگیا خونِ آرزو جو سُنا / اُن کے آنے مین ہے حنا مانع

اُڑ کے پہونچون جلیلؔ یثرب مین
گر نہ ہو بختِ نارسا مانع

ردیف غین معجمہ

سیرِ چمن سے ہے جو مرا یار باغ باغ / ہر پھول باغ باغ ہے ہر خار باغ باغ
زخمون کا اک چمن تنِ بسمل یہ دیکھکر / جلّاد باغ باغ ہے تلوار باغ باغ
یوسف کی تم بہار دکھاؤ تو کیون نہو / بازار باغ باغ خریدار باغ باغ

ساقی کے دم سے رنگِ چمن میکدے مین ہے — سرشار باغ باغ ہین ہُشیار باغ باغ

آمد بہار کی جو سُنی ہے نسیم سے — اشجار باغ باغ ہین گلزار باغ باغ

رحمت جو اُسکی عام ہے میدانِ حشر مین — زاہد ہین باغ باغ گنہگار باغ باغ

پہنا جو اُسنے ہار تو دل نے یہ دی دعا — تو باغ باغ اور ترا ہار باغ باغ

سب پر اثر سُرور کا دیکھا بہار مین — دیندار باغ باغ ہین میخوار باغ باغ

میری یہ ہے دعا کہ خوشی سب کو ہو جلیل
احباب باغ باغ ہون اغیار باغ باغ

ردیف فا

وہ آج گھر سے چلے ہین مرے مکان کی طرف — بہار آتی ہے بلبل کے آشیان کی طرف

جو تھی بہار تو گاتے رہے بہار کا راگ — خزان جو آئی تو ہم ہو گئے خزان کی طرف

تلاشِ دل مین چلا یون کسی کا تیرِ نظر — پرند جیسے اُڑے اپنے آشیان کی طرف

ستمگرون کو بھی ہوتا ہے پاس اپنون کا — کہ تیر رُخ نہین کرتا کبھی کمان کی طرف

چلا تھا لیکے جو بلبل کو باغ سے صیاد — تو دیکھتی تھی وہ مُڑ مُڑ کے آشیان کی طرف

بلائے تازہ کوئی آج آنیوالی ہے — کیا ہے اُسنے اشارہ کچھ آسمان کی طرف

ذرا سی بات مین قصہ تمام ہوتا ہے
بہت ستم کیئے ہین ستم اب ذرا سنبھل جاو

ادا سے دیکھ لو اکبار نیمجان کی طرف
نکل کے دل سے چلی آہ آسمان کی طرف

جلیل سب کا ہوا خواہ ہے گلستان مین
نہ بلبلون کی طرف ہے نہ باغبان کی طرف

ردیف قاف

اہلِ محفل ہین مےِ ہوشربا کے مشتاق
ہمہ تن گوش ہین اُس بت کی صدا کے مشتاق

منتظر قاصدِ جانان کا ہے یُون دل میرا
ٹکڑے بادل کے جو میخانے پہ ہین چھائے ہوئے

اُس مسیحا سے نسیمِ سحری کہدینا
کھینچ لو تیغِ ادا دیر ہے کیا بسم اللہ

عشق بازی مین ہے یکسان ہمین مرنا جینا
مجکو تڑپا گئے وہ نازو ادا سے کہکر

وعدہ دید جو ٹھہرا ہے قیامت پہ جلیل

ہم ہین ساقی تری مستانہ ادا کے مشتاق
ہمہ تن چشم ہین اُس ماہ لقا کے مشتاق

جیسے ہون غنچہ و گل بادِ صبا کے مشتاق
یہ بھی شاید ہین مےِ ہوشربا کے مشتاق

دردمندانِ محبت ہین دوا کے مشتاق
تم جفا جو ہو تو ہم بھی ہین جفا کے مشتاق

منتظر ہین نہ تمہارے نہ قضا کے مشتاق
تمہین رہتے ہو مرے نازو ادا کے مشتاق

ہم اسی واسطے ہین روزِ جزا کے مشتاق

ردیف کاف عربی

نیمجان ہو کے تڑپتے رہین بسمل کب تک / یہ رکاوٹ یہ کھچاوٹ تری قاتل کب تک

ناوکِ ناز کا چسکا دلِ بسمل کب تک / تیری خاطر رہون منت کشِ قاتل کب تک

مین تو سنتا تھا ترا وصف کہ دریا دل ہے / آبِ خنجر کو ترستا رہون قاتل کب تک

اک نہ اکدن ہدفِ تیرِ نظر ہونا ہے / مین بچاؤنگا تمھین اے جگر و دل کب تک

گرم آہون سے تو ہو جاتے ہین پتھر پانی / بتِ بیدرد پسیجے گا ترا دل کب تک

حُسن چمکا ہے جوانی مین تو نازان کیون ہو / یہ تو سوچو کہ فروغِ مہِ کامل کب تک

سخت جان مین ہون چھُری کُند ہے نازک جلاد / دیکھئے ہوتی ہے آسان مری مشکل کب تک

پھر وہی مین ہون وہی دشت نوردی ہی جلیل / مجکو روکینگے بھلا طوق و سلاسل کب تک

مین رہون عشق مین سرگشتہ و حیران کب تک / اے جنون سلسلۂ زلفِ پریشان کب تک

دلِ بسمل ہے مرا تیرِ نظر کا مشتاق / ناوک افگن خلشِ ناوکِ مژگان کب تک

اے فلک تیرے کرم کی کوئی حد ہے کہ نہین / میرے حصے مین بلائی شبِ ہجران کب تک

ناوکِ ناز سے تم راہ نکالو کوئی / دل مین گھُٹ گھُٹ کے رہین حسرت و ارمان کب تک

تیرے نالے کا نہین جب کوئی سننے والا — پھر یہ ہنگامۂ محشر دلِ نالان کب تک

تنگ آکر یہ مرا دستِ جنون کہتا ہے — مین گریبان سے رہون دست و گریبان کب تک

فخر ہے میرے لیے ناز اُٹھانا تیرا — لیکن اے دشمنِ جان رہزنِ ایمان کب تک

دیگئے دل کے عوض داغ یہ کہکر وہ جلیلؔ — مین رہون آپ کا شرمندۂ احسان کب تک

ردیف کاف فارسی

وہ خوشنما ہے ترے روے لاجواب کا رنگ — بہار جسپہ تصدق کرے گلاب کا رنگ

بہارِ حسن سے پردا اُٹھا لڑکپن کا — ادا ادا سے ٹپکنے لگا شباب کا رنگ

یہ فیض صحبتِ عارض نہین تو پھر کیا ہے — کہ دیدنی ہے رخ یار پر نقاب کا رنگ

بہارِ عارض پر نور روز افزون ہے — کہ یہ پہلے چاند کا تھا اب ہے آفتاب کا رنگ

نگاہِ شوخ سے بے چین دل یہ کہتا ہے — کہ تو نے چھین لیا میرے اضطراب کا رنگ

ہمارے سوختہ دل مین کباب کی بو ہے — تمہاری شربتی آنکھون مین ہے شراب کا رنگ

وہ رنگ یار کا صبحِ شبِ وصال ہوا — کہ جیسے رات گزرنے پہ ماہتاب کا رنگ

ابھی تھی شام ابھی صبح ہوگئی روشن — اُڑا لیا ہے شبِ وصل نے شباب کا رنگ

جلیل عشق کی تاثیر اسکو کہتے ہین
کہ اشکِ بلبلِ شیدا مین ہے گلاب کا رنگ

ردیف لام

تم چارۂ جگر ہو تمھین ہو دوائے دل
پہلو مین تم جو آؤ تو قابو مین آئے دل

اُس سنگدل ستمگر و ناآشنائے دل
کب تک ترے فراق کے صدمے اُٹھائے دل

آنکھون کا رنگ دیکھئے حالت نہ پوچھیے
ہر اشک کر رہا ہے بیان ماجرائے دل

مجھسا بھی رند کوئی نہ نکلے گا ساقیا
شیشہ جو ٹوٹتا ہے تو کہتا ہے ہائے دل

یہ بات خاص ہے تری تصویر کے لیے
سینے مین لوگ رکھتے ہین اسکو بجائے دل

آواز جن مین ہوتی ہے وہ تیر اور ہین
تیرِ نگاہ سے کوئی کیونکر بچائے دل

ہلچل پڑی ہے چار طرف تیرِ ناز سے
کہتا ہے کوئی ہائے جگر کوئی ہائے دل

سو آفتین ہین ایک مری جان کیلئے
رشکِ رقیب فرقتِ جانان جفائے دل

اک آہ کے اثر سے کلیجہ دہل گیا
تم نے ابھی سُنے ہین کہان نالہائے دل

تیغِ ادائے یار سے اللہ کی پناہ
ٹکڑے کرے جگر کے جو پہلو بچائے دل

صبر و قرار دل سے جدا ہو گئے جلیل
اک درد رہگیا ہے قدیم آشنائے دل

ردیف میم

حُسن یہ ہے کہ دلربا ہو تم
عیب یہ ہے کہ بیوفا ہو تم

اس سے بڑھکر عروج کیا ہوگا
مہر طلعت ہو مہ لقا ہو تم

تم سمجھتے ہو چرخ کو ظالم
مین سمجھتا ہون کچھ سوا ہو تم

جانتے ہین تمہارے شیدائی
تم نہین جانتے کہ کیا ہو تم

تمکو زیبا ہے جان و دل لینا
خوبصورت ہو خوش ادا ہو تم

ہے کبھی لطف آشنائی کا
کاش کچھ دیر آشنا ہو تم

سچ ہے یا جھوٹ لوگ کہتے ہین
فتنہ پرور ہو فتنہ زا ہو تم

مدعا پوچھتے ہین وہ میرا
کہدے قاصد کہ مدعا ہو تم

جب وہ ملتے ہین پوچھتے ہین جلیل
سچ کہو کسپہ مبتلا ہو تم

ردیف نون

کونسا وصف ترے ابرو و مژگان مین نہین
بل یہ خنجر مین نہین نوک یہ پیکان مین نہین

دلِ گم گشتہ اگر کوچۂ جانان مین نہین
یہ سمجھئے کہ کہین عالمِ امکان مین نہین

لب پہ آئے نہ ترا ذکر یہ ہو سکتا ہے
دل مین آئے نہ تری یاد یہ امکان مین نہین

خون فشانی مژۂ قیس کی دیکھے کوئی
پھول جتنے ہین بیابان مین گلستان مین نہین

مین بھی گلچین کی طرح پھول چنا کرتا ہون
کب گریبان کے پرزے مرے دامان مین نہین

چشمِ لیلیٰ نے کہا قیس سے جاتا ہے کہان
کوئی آہو مری شوخی کا بیابان مین نہین

مین ہون دونون سے الگ جشن ہو یا ماتم ہو
خار صحرا مین نہین پھول گلستان مین نہین

وعدۂ دید ہے آنکھین ہین بچھی چار طرف
آج تل بھر بھی جگہ کوچۂ جانان مین نہین

شانۂ آئنہ بیکار طلب ہوتے ہین
کونسا حسن تری زلفِ پریشان مین نہین

تو ہی احسان کر اے پیکِ تصور مجھ پر
نامہ بر کا تو گزر کوچۂ جانان مین نہین

دلِ بلبل پہ گرانی تھی نہ بجلی اے چرخ
جس سے رونق تھی وہی پھول گلستان مین نہین

دل ہے بیتاب جدا آنکھ ہے بیخواب جدا
کوئی آرام کی صورت شبِ ہجران مین نہین

وہ جو گلگشت کو آتے ہین صبا کہتی ہے
اس نزاکت کا کوئی پھول گلستان مین نہین

عشق کہتا ہے کہ تقدیر کو روئین آنکھین
گوہرِ اشک اگر دامنِ مژگان مین نہین

شکر ہے اس مین محبت کا خزانہ نکلا
مین تو سمجھا تھا کہ کچھ بھی دلِ ویران مین نہین

جان ہو گی یہ کسی کی جو بندھی رکھی ہے
آپ سچ کہتے ہین دل گوشۂ دامان مین نہین

کوئی معشوق جو مچلے تو بہل سکتا ہے
دل بیتاب سنبھل جائے یہ امکان مین نہین

روز محشر کا تجھے خوف ہے بیکار جلیل
کیا جگہ تیری دل شائق عصیان مین نہین

نگاہ ناز سے عشاق بسمل ہوتے جاتے ہین
مبارک ہو ابھی سے آپ قاتل ہوتے جاتے ہین

گریبان چاک ہے گل کا پریشان بال سنبل کے
یہ سب تیرے ہوا خواہون مین داخل ہوتے جاتے ہین

خبر کچھ آپکو بھی ہے مریضان محبت کی
تصدق آپ پر ہونیکے قابل ہوتے جاتے ہین

الٰہی خیر ہو میرے جگر کی جان کی دل کی
خدنگ ناز قاتل کے مقابل ہوتے جاتے ہین

وہان سے آج فرمائش ہوئی ہے ہار گندھنے کی
دل عشاق بھی پھولون مین شامل ہوتے جاتے ہین

وہ آئینے مین اپنے عکس سے خوش ہو کے کہتے ہین
ترے انداز دل لینے کے قابل ہوتے جاتے ہین

دل ان پر ہر طرف سے آرہے ہین مثل پروانہ
خوشی کی بات ہے وہ شمع محفل ہوتے جاتے ہین

محبت کا نتیجہ کچھ نہو لیکن یہ کیا کم ہے
وفا مین ہم جفا مین آپ کامل ہوتے جاتے ہین

ترقی کر رہا ہے دمبدم حسن و جمال ان کا
مہ نو تھے کبھی اب وہ کامل ہوتے جاتے ہین

تمہاری شکل و صورت آنکھ مین گھر کرتی جاتی ہے
تمہارے خال عارض آنکھ کا تل ہوتے جاتے ہین

تڑپنے پر مرے ان کا پھڑکنا لطف دیتا ہے
خدا کی شان قاتل ہوکے بسمل ہوتے جاتے ہین

تصور کو بھی کیا اللہ نے تاثیر بخشی ہے
تجلی گاہ جانان دیدہ و دل ہوتے جاتے ہین

تڑپنا دل کا رونا آنکھ کا جلنا کلیجے کا
یہ قصّے آپکے سننے کے قابل ہوتے جاتے ہین

تڑپتے لوٹتے مجکو جو دیکھا ہنسکے وہ بولے
محبت کے مزے اب تمکو حاصل ہوتے جاتے ہین

تمھین تو کھیل ہے اے جان ہان کہکر نہین کہنا
مرے سب کام آسان ہوکے مشکل ہوتے جاتے ہین

خدا کے واسطے اب باندھ لو ان بکھرے بالونکو
اسیر دام گیسو سیکڑون دل ہوتے جاتے ہین

وہ بیٹھے تیر چھریان کر رہے ہین اپنی غمزونکی
مرے پہلو مین اک دل کی کئی دل ہوتے جاتے ہین

غرض اس سے یہی ہوگی کہ وعدہ یون ہی ٹلجائے
یہ انکی ہوشیاری ہے جو غافل ہوتے جاتے ہین

نگاہین خود شہادت دے رہی ہین بیوفائی کی
تمہارے جتنے دعوی تھے وہ باطل ہوتی جاتے ہین

اُدہر زینت کے وہ کپڑے پہنتے ہین شب وعدہ
اِدہر جامے سے باہر حضرت دل ہوتے جاتے ہین

جلیل اللہ کا ہے فضل آصفجاہ سابع پر
ابھی سے خلق مین مشہور عادل ہوتے جاتے ہین

یا خدا درد محبت مین اثر ہے کہ نہین
جسپہ مرتا ہون اُسے میری خبر ہے کہ نہین

بول اُٹھے وہ جو حسینون کا مرقع دیکھا
میری تصویر ستارون مین قمر ہے کہ نہین

آجتک کچھ نہ محبت کا نتیجہ نکلا
یارب اس نخل سے امید ثمر ہے کہ نہین

اُٹھگئے شیشہ و پیمانہ ابھی سے ساقی
پوچھ لینا تھا کوئی تشنہ جگر ہے کہ نہین

مجھسے ارشاد یہ ہوتا ہے کہ تڑپا نکرو
کچھ تمھین اپنی اداؤن پہ نظر ہے کہ نہین

دیکھ لی تم نے مرے دل کی تڑپ سچ کہنا
کچھ تمھیں بھی خلشِ دردِ جگر ہے کہ نہیں

ان نگاہوں کے جو زخمی ہیں وہی جانتے ہیں
تیر و خنجر تری ایک ایک نظر ہے کہ نہیں

شیشۂ دل کو مرے سنگِ جفا سے توڑا
بُتِ ظالم تجھے اللہ کا ڈر ہے کہ نہیں

چٹکیاں دل میں تو لیتے ہو بہت ہنس ہنس کر
کچھ تمھیں نالۂ دل کی بھی خبر ہے کہ نہیں

آج تقدیر بھی کمبخت پڑی سوتی ہے
کس سے پوچھوں شبِ فرقت کی سحر ہے کہ نہیں

تم نہ آتے تھے مگر کھینچ ہی لایا تم کو
اب کہو جذبِ محبت میں اثر ہے کہ نہیں

روز ہم تجھ سے تصور میں گلے ملتے ہیں
بیخبر کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے کہ نہیں

خندۂ گل کا چمن میں ہے وہی رنگ اب تک
تیری فریاد میں بلبل کچھ اثر ہے کہ نہیں

ہاتھ رکھو مرے سینے پہ تو ظاہر ہو جائے
سوزِ دل ہے کہ نہیں سوزِ جگر ہے کہ نہیں

شوخ چشموں کو یہی فکر رہا کرتی ہے
دل کسی کا ہدفِ تیرِ نظر ہے کہ نہیں

تم جو ہنس ہنس کے نمک اس پہ چھڑک جاتے ہو
قابلِ ناز مرا زخمِ جگر ہے کہ نہیں

او نگاہوں سے زمانے کو لٹانے والے
میری قسمت کا کوئی تیرِ نظر ہے کہ نہیں

دل میں چھپ کر نہ کبھی دل سے جدا ہو قاتل
کوئی ایسا بھی ترا تیرِ نظر ہے کہ نہیں

پوچھ لو اُن سے جو دل کھوئے ہوئے بیٹھے ہیں
نگہِ ناز میں جادو کا اثر ہے کہ نہیں

آپ سے آنکھ ملاؤں یہ مری طاقت ہے
دیکھتا یہ ہوں کہ اگلی سی نظر ہے کہ نہیں

آنکھ آئینے سے ہر وقت لڑی رہتی ہے
کچھ مرے حال پہ بھی تمکو نظر ہے کہ نہین

اپنے دامن سے نہ اُسنے کبھی آنسو پونچھے
ڈوب مرنیکی جگہ دیدۂ تر ہے کہ نہین

سچ تو کہتا ہے ترا ناصحِ غمخوار جلیل
تجکو انجامِ محبت پہ نظر ہے کہ نہین

دردِ دل لاکھ کہو اُنپہ اثر کچھ بھی نہین
دل مین رہتے ہین مگر دلکی خبر کچھ بھی نہین

دیکھنے کو تو سبھی رکھتے ہین آنکھین لیکن
تو نظر آئے نہ جسکو وہ نظر کچھ بھی نہین

کیا محبت یون ہی دو دل مین ہوا کرتی ہے
اسطرف جان پہ آفت ہے اُدھر کچھ بھی نہین

شمع اس فکر سے محفل مین گھلی جاتی ہے
رات بھر کا ہے سمان وقتِ سحر کچھ بھی نہین

ہو چکی دیدۂ گریان کی گہر افشانی
ابتو دامن مین بجز لختِ جگر کچھ بھی نہین

آ چکی ہے شبِ فرقت مین قیامت سو بار
اور ابھی خیر سے آثارِ سحر کچھ بھی نہین

یاس ہوتی ترے ملنے سے تو بہتر ہوتا
نخلِ امید سے امیدِ ثمر کچھ بھی نہین

کوئے جانان مین یہ جانے کا نتیجہ ہے جلیل
کھو گئے ہوش کچھ ایسے کہ خبر کچھ بھی نہین

ساقیا دیر نکر کشتیٔ مے لانے مین
جان پیاسون کی پڑی ہے ترے پیمانے مین

کیسی شوریدہ سری ہے ترے دیوانے مین
ڈھونڈتا ہے دلِ گم گشتہ کو ویرانے مین

ساقیا دیدۂ پرخون کی خبر تجکو نہین
مے گلرنگ بھری ہے مرے پیمانے مین

ہوش اڑ جائین نہ کیون بادہ کشون کے ساقی
گردش چشم پری ہے ترے پیمانے مین

درد دل ہوگا مرے دیدۂ تر سے ظاہر
جو ہے شیشے مین وہی آئیگا پیمانے مین

ہر جگہ اسکو نئے روپ مین ہم دیکھتے ہین
مے ہے شیشے مین پری حور ہے پیمانے مین

ساقیا توبہ شکن فصل بہار آنے دے
خون توبہ کا بھرینگے ترے پیمانے مین

مین سمجھتا ہون اسی کو دل مضطر کا علاج
تو نہ اے درد کمی کر مرے تڑپانے مین

چھوڑ کر خانۂ زنجیر کو پچھتاتا ہون
جی بہلتا ہے نہ گلشن مین نہ ویرانے مین

یون تو جل بجھنے مین دونون ہین برابر لیکن
وہ کہان شمع مین ہن جو آگ ہے پروانے مین

میکدے کی یہ ادا اسی نہین دیکھی جاتی
نہین معلوم ہے کیا دیر بہار آنے مین

میرے کہنے کا یقین تمکو نہ آئیگا جلیل
چل کے جنت کا سمان دیکھ لو میخانے مین

صبر کی تاب اب اے تیغ مرے دل مین نہین
یا مرا سر نہین یا تو کف قاتل مین نہین

سرفروشون کا وہ مجمع ہے کہ اللہ اللہ
پاؤن رکھنے کی جگہ کوچۂ قاتل مین نہین

قتل کرنے کی ندامت بھی بری ہوتی ہے
جو تڑپ آج ہے قاتل مین وہ بسمل مین نہین

کیا تماشا ہے کہ وہ کر گئے بسمل لیکن
زخم کا نام ونشان بھی تن بسمل مین نہین

غیر کا دخل مرے گھر مین نہین ہو سکتا
تو ہے یا عشق ترا اور کوئی دل مین نہین

کس محبت سے یہ بڑھ بڑھ کے گلے ملتا ہے
جوہر خنجر قاتل مین ہے قاتل مین نہین

قتل کرتی ہے لچکنے کی ادا عالم کو
تیغ جیسی ہے کمر مین کف قاتل مین نہین

حسن صورت مین اثر بات مین ناز آنکھو مین
یہ تو سب کچھ ہے مگر رحم ترے دل مین نہین

کچھ جو غیرت ہے تو ہم آپ ہی کٹ جائینگے
نہ سہی باڑ اگر خنجر قاتل مین نہین

اس صفائی سے کیا قتل کہ ماشاءاللہ
خون کی چھینٹ کہین دامن قاتل مین نہین

شام ہوتے ہی یہان درد جگر اٹھتا ہے
شمع کی اب کوئی حاجت مری محفل مین نہین

آتے رہتے ہین تصور مین پریرو کیا کیا
جو ہے خلوت مین تماشا کسی محفل مین نہین

جوش زن خون جگر ہے یہ سنا ہے جب سے
آجکل رنگ حنا پنجۂ قاتل مین نہین

اک نہ اک قید محبت نے لگا رکھی ہے
دل ہے گیسو مین اگر پاؤن سلاسل مین نہین

حسن کو عشق پہ ترجیح ہے شہرت مین جلیل
بوئے گل مین ہے جو پرواز عنادل مین نہین

عجیب رنگ کی مستی ہے چشم دلبر مین
شباب نے یہ بھری ہے شراب ساغر مین

گلے سے گھونٹ اترتا ہے روح بن بن کر
شراب ہے کہ ہے آب حیات ساغر مین

تری نگاہ مین جو بات مین نے دیکھی ہے
نہ تیر مین ہے نہ تلوار مین نہ خنجر مین

عجیب رنگ سے اشکون مین پارۂ دل ہے   کہ جیسے لعل کا ٹکڑا ہو سلک گوہر مین

غلط خیال ہے مین سخت جان نہین قاتل   یہ دیکھتا ہون کہ دم کسقدر ہے خنجر مین

حسین ہو کے سنورنے کی کیا ضرورت ہے   جو سادگی مین ہے زینت کہان وہ زیور مین

اب آنسوؤن مین ہوئی خون کی جھلک پیدا   جو دل بجھا تو لگی آگ دیدۂ تر مین

ہزار کوچۂ قاتل مین بھیڑ تھی لیکن   کھنچی جو تیغ ادا فیصلہ تھا دم بھر مین

اڑا کے ہوش تری چشم مست کہتی ہے   ہزار شیشہ کا نشہ ہے ایک ساغر مین

پہونچ گیا سر منزل مین اک تڑپ مین جلیل
جو عمر بھر مین نہ ہوتا ہوا وہ دم بھر مین

مین کسی اور سے کیون شکوۂ بیداد کرون   لطف جب ہے کہ تجھی سے تری فریاد کرون

دل جگر مین تو کوئی خون کا قطرہ نہ رہا   کیا تواضع تری اے ناوک جلاد کرون

رحم آیا ہے نہ آئیگا کبھی قاتل کو   مین کہانتک دہن زخم سے فریاد کرون

دل تو کہتا ہے غم عشق کا اظہار نہو   درد دل کا یہ تقاضا ہے کہ فریاد کرون

دو گھڑی چین سے رہنے کی یہی صورت ہے   تجکو قاتل کے حوالے دل ناشاد کرون

مست کر دے مجھے ساقی مگر اس شرط کے ساتھ   ہوش اتنا رہے باقی کہ تجھے یاد کرون

تازہ کرتا ہے مرے زخم کہن کو صیاد   مجھسے کہتا ہے بہار آئے تو آزاد کرون

مجکو مُدت ہوئی رہتے ہوئے گلشن مین جلیلؔ
چل کے اب خانۂ صیاد کو آباد کرون

وہ دلبری کی نظر سے اِدہر کو دیکھتے ہین
ہم اُن کی آنکھ کو اُنکی نظر کو دیکھتے ہین

وہ تیغ باندہ کے اپنی کمر کو دیکھتے ہین
نظر کے دیکھنے والے نظر کو دیکھتے ہین

نگاہِ شوق مین اتنا تو ہو اثر پیدا
اُنہین کو دیکھتے ہین ہم جدہر کو دیکھتے ہین

نیا علاج نکالا ہے اپنے بسمل کا
نمک چھڑک کے وہ زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

وہ چوم لیتے ہین خود اپنے دست و بازو کو
جو رنگ پر مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

ادا سے کرکے وہ بسمل کچھہ ایسے اترائے
کہ دمبدم مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

یہ آپ ہی کی نظر نے تو گُل کھلایا ہے
اب آپ کیون مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

ملا نصیب سے موقع یہ سُرخ رُوئی کا
لگا کے تیر وہ میرے جگر کو دیکھتے ہین

ہماری آہ کا اتنا اثر بھی کیا کم ہے
کہ رکھکے ہاتھہ وہ اپنے جگر کو دیکھتے ہین

جو دل کی تاک سہے اُنکو تو ہم بھی ہین ہشیار
وہ ہمکو اور ہم اُن کی نظر کو دیکھتے ہین

جلیلؔ اوج پہ قسمت اب اور کیا ہو گی
درِ حضور پہ ہم اپنے سر کو دیکھتے ہین

زخم کھا کر جو کرے شُکر وہ بسمل مین ہون
گرچہ ناقص ہون مگر عشق مین کامل مین ہون

مے پلائی ہے تو آنکھیں بھی ملا آنکھوں سے
کچھ ابھی ہوش ہین اے ساقیِ محفل مین ہون

مین نہ کہتا تھا کہ اُس زلف سے بچتے رہنا
اب گرفتارِ بلا تو ہے کہ اے دل مین ہون

آبِ خنجر سے مری پیاس بجھے یا نہ بجھے
یہ ہے دشوار کہ منت کشِ قاتل مین ہون

ناوکِ ناز یہ کہتا ہوا آیا دل مین
ہو مبارک کہ دواے تپشِ دل مین ہون

ساتھ دونون کا نہ چھوٹے چمنِ عالم مین
رنگِ گل تم ہو تو فریادِ عنادل مین ہون

ع سرکار مین جو شعر نکلتا ہے جلیل
وہ یہ کہتا ہے کہ تعریف کے قابل مین ہون

غمزۂ یار یہ کہتا ہے کہ خنجر مین ہون
ناز کہتا ہے یہ خنجر ہے تو جوہر مین ہون

جلوۂ یار سے چمکی ہے جو قسمت اُسکی
آئینہ کو ہے یہ دعویٰ کہ سکندر مین ہون

بوئے مے ہوش اُڑانے کیلیے کافی ہے
کیا ضرورت ہے کہ منت کشِ ساغر مین ہون

بادہ نوشی مری غفلت سے ہے خالی واعظ
ہون گنہگار اگر آپ سے باہر مین ہون

آبِ شمشیر کو قاتل مجھے ترساتا ہے
کیا نصیبہ ہے کہ پیاسا لبِ کوثر مین ہون

الاماں اُس نگہِ ناز سے جو کہتی ہے
دُور سے تیر ہون نزدیک سے خنجر مین ہون

دیکھئے کیا وہ جوانی مین ستم ڈھاتا ہے
جو ابھی سے یہ کہے فتنۂ محشر مین ہون

نہین رُکتی نگہِ شوق کسی موقع پر
محوِ نظارۂ قاتل تہِ خنجر مین ہون

فصلِ گل مین نہین گلشن کا مجھے ہوش جلیل
درِ ساقی پہ لگائے ہوئے بستر مین ہون

سچ ہے کہ پارسا کوئی جادو نظر نہین — دل لیگیا وہ چھین کے مجکو خبر نہین
زخمِ جگر کی مجکو خبر چارہ گر نہین — اچھا ہو جو دوا سے وہ زخمِ جگر نہین
دو روز مین مزاج کا رنگ اور ہو گیا — آنکھین تری وہی ہین مگر وہ نظر نہین
دل ہے جو بیقرار تو مجھ پر عتاب ہے — اپنی نگاہِ شوخ پہ تمکو نظر نہین
کس سے کہون کہ جاکے خبر لاے یار کی — قاصد نہین نسیم نہین نامہ بر نہین
بیٹھے ہین وہ نقاب اُٹھاکر جو بزم مین — سب محو ہین کسیکو کسی کی خبر نہین
وہ نازکی ہین کم نہین تارِ نگاہ سے — پھرتے ہین آنکھ مین مگر آتے نظر نہین
نکلا ہون اسطرح مین تری جلوہ گاہ سے — دل مُجھ سے بیخبر مجھے دل کی خبر نہین
آنکھین چرائے جاتے ہو کیون قتل گاہ سے — کیا میرے نام کا کوئی تیرِ نظر نہین
کمسن ہو تم حسین ہو تم دلربا ہو تم — تمکو ستم روا ہے مگر اسقدر نہین
مین کیا ثبوت دون تجھے آزارِ عشق کا — کچھ دیکھنے کی چیز تو دردِ جگر نہین
دل لُوٹتا ہے جلوۂ دیدار کے لیے — اسپر نظر نہین ہے کہ تابِ نظر نہین
دل کو نظر بچاکے نکلنا محال ہے — آنکھین تری ہین مست مگر بیخبر نہین

مشکل ہے تیرِ یار کو رکھین چھپا کے ہم
اتنا وسیع دامنِ زخمِ جگر نہین

چلتی ہے ساتھ ساتھ قضا بنکے رہنما
تنہا تری گلی مین کسیکا گزر نہین

چھوتون کے جو شہید ہین اُن کا یہ قول ہے
برچھی کی نوک ہے تری ترچھی نظر نہین

اشکون کا اب جو رنگ ہے پہلے نہ تھا جلیلؔ
کیونکر کہون کہ شرکتِ خونِ جگر نہین

اک برق وش کو دیکھکے ہون اضطراب مین
آنکھون نے مجکو ڈالدیا کس عذاب مین

تم آفتاب ہو گئے عہدِ شباب مین
اب کیا چھپے گا چہرۂ روشن نقاب مین

وہ چاندنی مین پھرتے ہین گھر گھر یہ شور ہے
نکلا ہے آفتاب شبِ ماہتاب مین

کہدو یہ نیند سے کہ نہ آئے شبِ فراق
تل بھر جگہ نہین مری چشمِ پُر آب مین

دنیا کا رنگ دیکھکے ہم چونکتے نہین
آنکھین تو جاگتی ہین مگر دل ہے خواب مین

کیونکر کہون کہ یار تغافل شعار ہے
اتنا تو ہے خیال کہ آتا ہے خواب مین

کھٹکا نہ محتسب کا نہ قاضی کا خوف ہے
ڈر ہے کہ ہوش آئے نہ بزمِ شراب مین

جو صاحبِ جمال ہماری نظر مین ہے
دیکھا نہ ہوگا چشمِ زلیخا نے خواب مین

زاہد تجھے ہے زہد مین جس چیز کی تلاش
وہ ہے پڑی ہوئی مرے جامِ شراب مین

کوئی شریک حال نہ ٹھہرا شبِ فراق
تھا آسرا نصیب کا وہ بھی ہی خواب مین

وہ مُنہ چھپائے بیٹھے ہین جلتا ہے جی مرا
اے برقِ آہ آگ لگا دے نقاب مین

اُنکی نظر تو کھیلتی ہے جان کا شکار
دل کس شمار مین ہے جگر کس حساب مین

پھر دل مین اُسکی یاد نے نشتر چُبھو دیا
کچھ کچھ کمی ہوئی تھی مری اضطراب مین

تھوڑی سی نیند مانگ لے قسمت سے چشمِ شوق
وعدہ وہ کر گئے ہین کہ آئین گے خواب مین

توبہ جو کی ہے مین نے تو ساقی خفا نہو
توبہ کا اعتبار ہی کیا ہے شباب مین

بیجا نہین جو اُنکو کسی کی خبر نہین
سو بوتلون کا رہتا ہے نشّہ شباب مین

آنسو بہین نہ دیدۂ تر سے مُحال ہے
دریا کو کس نے بند کیا ہے حباب مین

روزِ حساب آئے جو نوبت جلیل کی
یارب کمی نہو کرم بے حساب مین

سلام

جن کا شُہرہ تھا کبھی مصر کے بازارون مین
وہ بھی ہین یُوسفِ زہرا کے خریدارون مین

کون مُجھسا ہے شہیدون کے عزادارون مین
درد ہمدرد ہے غم ہے مرے غمخوارون مین

دیکھکر آب چمکتی ہوئی تلوارون مین
عید تھی جامِ شہادت کے طلبگارون مین

اے مسیحائے دو عالم یہ ذرا دھیان رہے
ہم بھی ہین عابدِ بیمار کے بیمارون مین

گُلِ مقصود ہنین گے یہی ٹکڑے دل کے
سیرِ گل خاک کرے ماہِ مُحرم مین کوئی
فوج دشمن سے کوئی حُرؑ کا نکلنا دیکھے
تھا فلک والو خدا کے لیے آہستہ چلو
نظرِ بد سے خدا عونؓ و محمدؓ کو بچا سے
خوشنمائی کے فدا شانِ جلالی کے نثار
ہلکے پھلکے قد و قامت مین غضب کی پھرتی
مان یہ کہتی ہے کہ شبیرؓ کا سب صدقہ ہے
بعدِ شبیرؓ یہ کہتے تھے عزیزانِ وطن

گُوندہ رکھوں ہین انہین آنسو نکلے تارون مین
ہر طرف خُون کی بو آتی ہے گلزارون مین
چُن لیا شاہ نے وہ پھول جو تھا خارون مین
ایک بیمار بھی ہے تازہ گرفتارون مین
دیکھنا کیسے دھنسے جاتے ہین تلوارون مین
بجلیون کی ہے چمک چاند سے رخسارون مین
چالتی پھرتی ہین یہ دو تیغین جفاکارون مین
ورنہ تھی جان کہان اتنی مرے پیارون مین
پھول گلشن مین نہین چاند نہین تارون مین

پھول جنت کے جو تھے دامنِ رضوان مین جلیل
ٹک گئے سب وہ شہیدون کے عزادارون مین

ردیفِ واو

کر دے یہ خبر کوئی بُتِ شوخ ادا کو
آئے ہین وہ بکھرائے ہوئے زُلفِ دوتا کو

عُشاق ترے ڈھونڈتے پھرتے ہین قضا کو
کہتے ہین کہ ہم مان گئے آہِ رسا کو

مرجائین اگر دردِ محبت مین کمی ہو — بیمار ترے زہر سمجھتے ہین دوا کو

مے ہمنے جو پی ہو تو گنہگار مگر ہان — دیکھا ہے کسی کی نگہِ ہوش رُبا کو

مانا کہ ہے مشاق بہت چلنے مین جادو — پہونچیگا نہ لیکن نگہِ ہوش رُبا کو

ہوتے ہین عطا حُسن کی سرکار سے ہر روز — ناوک نگہِ ناز کو تلوار ادا کو

مجکو تو بناتے ہین وہ دیوانہ و وحشی — روکا نہین جاتا نگہِ ہوش رُبا کو

عیسے وہ بنے جب سے نہین ایک بھی بیمار — اب درد کو ڈھونڈو تو ملے گا نہ دوا کو

دل ہم سے لیا اور خبر ہمکو نہین ہے — شاباش ہے تیری نگہِ ہوش رُبا کو

کچھ کرکے دعا اُٹھ گئے بالین سے ہمارے — گویا وہ ہمین سونپنے آئے تھے خدا کو

بیمارِ محبت بھی ہین دنیا سے نرالے — مرجائین مگر منہ نہ لگائین گے دوا کو

دل اتنے کہان ہین جو کوئی نذر کو لائے — ایک اُنکو ہے درکار تو سو ناز و ادا کو

ہو خیر الٰہی جو مجھے لُوٹ چکے ہین — آتے ہین وہ پھر ساتھ لیے ناز و ادا کو

اچھے سے جلیل آپ نے دل اپنا لگایا
جانے جو محبت کو نہ پہچانے وفا کو

دیتے ہی بنی جان ہمین اُسکی ادا کو — کیا کیجیے رُکا نہین جاتا ہے قضا کو

سُن لے جو کسی روز مری آہِ رسا کو — اے بُت بخدا یاد کرے تو بھی خدا کو

کیا پائے کوئی فتنہ تری شوخ ادا کو — اُستاد ہے ایسی کہ سکھاتی ہے قضا کو

سب خیر مناتے ہین مے و جام کی ساقی — دیتے ہین دعا ہم تری مستانہ ادا کو

ان شوخ حسینون پہ جو آتی ہے جوانی — تلوار بنا دیتی ہے ایک ایک ادا کو

بچپن سے یہی کھیل ہے اُس عہد شکن کا — جوڑا کبھی توڑا کبھی پیمانِ وفا کو

تم دیکھتے ہو آئینہ ہین دیکھ رہا ہون — انداز کو غمزے کو کرشمے کو ادا کو

بیٹھے مرے دل ہی کے کیا کرتے ہین ٹکڑے — ملتا نہین جب اور کوئی تیغ ادا کو

رکھا ہی نہین میرے جنون نے کوئی پردہ — بیکار لیئے بیٹھے ہو اب شرم و حیا کو

کیا خاک مناؤن مین خوشی مرگِ عدو کی — پاتا ہون پریشان تری زلفِ دوتا کو

بے پردہ جو لڑتی وہ نظر شور نہوتا — پردے نے کیا مفت مین بدنام حیا کو

تم سیر کو جانے لگے ہر روز چمن مین — ہاتھ آئے شگوفہ نہ کوئی بادِ صبا کو

کرتا ہے جنون دونون طرف فیض رسانی — سودا ہے اِدھر دلکو اُدھر زلفِ دوتا کو

او وعدہ فراموش کچھ اسکی بھی خبر ہے — وعدے ترے برسون سے ترستے ہین وفا کو

کچھ دل کا تقاضا تو نہین مین نے کیا تھا — الجھائے چلے جاتے ہو کیون زلفِ دوتا کو

در پردہ جلیل آنکھ جو لڑتی ہے بتون سے
کیا مردِ خدا منہ نہ دکھاؤ گے خدا کو

وائے قسمت یہ ہوا عشق مین حاصل مجکو
دیگیا داغ جدائی کا مرا دل مجکو

پیاس میری کسی پانی سے نہین بجھنے کی
آبِ خنجر ہو عنایت مرے قاتل مجکو

منزلِ عشق مین جس دن سے قدم رکھا ہے
دلکو مین ڈھونڈھتا ہون ڈھونڈھتا ہے دل مجکو

تاکتا ہے وہ جگر کو جو نشانے کے لیے
دل یہ کہتا ہے کہ پہلے مرے قاتل مجکو

قصد کرتا ہون جو زندان سے نکل جانیکا
پاؤن پڑ پڑ کے مناتی ہے سلاسل مجکو

اتنی تیری تجھے لازم نہ تھی اے تیغِ ادا
رہگئی حسرتِ نظارۂ قاتل مجکو

اے فلک مین ترے تڑپانیکا محتاج نہین
تجکو بجلی ہو مبارک تپشِ دل مجکو

مین دمِ ذبح تڑپتا نہین بیتابی سے
وجد آتا ہے تہِ خنجرِ قاتل مجکو

دیکھ لینا یہی بدنام کرینگے اک دن
تجکو تیری نگہِ شوخ مرا دل مجکو

دلِ بیتاب کو سینے مین دباؤن کب تک
دے تڑپنے کی اجازت مرے قاتل مجکو

یار کے ظلم کا شکوہ مری نادانی ہے
یار سے بڑھکے ستاتا ہے مرا دل مجکو

ایک سے ایک زیادہ ہے تڑپنے مین جلیل
چین لینے نہین دیتے جگر و دل مجکو

میری آنکھون سے مرے یار کا جلوا دیکھو
چشمِ مجنون سے بہارِ رخِ لیلےٰ دیکھو

ہوش اڑ جائین اگر یار کا جلوا دیکھو
جھوٹ سمجھو نہ اسے حالتِ موسیٰ دیکھو

بام پر چڑھکے نہ بجلی کا چمکنا دیکھو
آؤ میرے دلِ مضطر کا تماشا دیکھو

ہون مین حاضر ہدفِ تیر نظر ہونے کو
دیکھو دیکھو سپرِ دشمن نہ خدارا دیکھو

آتشِ عشق سے کیونکر مین بچاؤن دامن
دل تو کہتا ہے کہ گھر پھونک تماشا دیکھو

تم حنا جان کے ملتے ہو لہو سے ہاتھو نمین
رنگ لائے نہ کہین خونِ تمنا دیکھو

شوقِ دیدار یہ ہر دم سے مجھے سمجھاتا ہے
کچھ نہ دیکھو فقط اسکا رخِ زیبا دیکھو

آنکھ بجلی سے لڑانا کوئی آسان نہین
یار کے دیکھنے والون کا کلیجا دیکھو

ناوکِ ناز سے کرتے ہو جو روزن دل مین
راہ پا کر نہ نکل جائے تمنا دیکھو

نگہِ شوق سے بیکار خفا ہوتے ہو
آئنہ لیکے ذرا حسن تو اپنا دیکھو

جان سے لینے مین مرے جان کوئی لطف نہین
نیمجان چھوڑکے بسمل کا تماشا دیکھو

ناز و انداز سے چلتے ہو جو تم محشر مین
پھر نہ ہو جائے قیامت کہین برپا دیکھو

دیکھکر ایک نظر قتل کیا ہے تمنے
جان آجائے اگر مڑکے دوبارا دیکھو

اشک آنکھون مین ہے سوزش ہے کلیجے مین جلیل
دل لگانیکا یہ ہوتا ہے نتیجا دیکھو

جب سے اے تیغِ ادا چھوڑ گئی تو مجکو
کوئی تسکین کا ملتا نہین پہلو مجکو

اور ہی باغ کے ہین پھول مرے داغِ جگر
سونگھتا ہون جسے آئی ہے تری بو مجکو

آتشِ عشق سے رہ رہ کے سُلگنا کب تک
پھُونکدے پھُونکدے اے برقِ نظر تو مجکو

تمنے ملتے ہی نظر چھین لیا دل میرا
پھر یہ کہتے ہو کہ آتا نہین جادو مجکو

وہی کوچہ وہی قاتل وہی ہنگامۂ حشر
لیچلا اے دلِ بیتاب کہان تو مجکو

یار ہے بادِ بہاری تو مین ہون نکہتِ گُل
ساتھ اپنے لیئے پھرتا ہے وہ ہر سُو مجکو

گرچہ آسان نہین جان کا دینا لیکن
یہ بھی منظور ہے ملجاے اگر تو مجکو

یہی رونا ہے تو کچھ شک نہین رُسوائی مین
سب کی آنکھون سے گرائینگے یہ آنسو مجکو

اور کیا مانگیے محشر مین یہی کافی ہے
مین تُجھے مانگ لون اللہ سے اور تو مجکو

گھات مین خنجر و شمشیر سبھی تھے لیکن
کر گئی قتل تری جُنبشِ ابرو مجکو

درِ ساقی پہ صدا دیر سے دیتا ہے جلیلؔ
شیشۂ و جام کا صدقہ کوئی چلّو مجکو

بے پیے چین اب آتا نہین دم بھر مجکو
لبِ معشوق ہے ساقی لبِ ساغر مجکو

کسکے آگے مین کہون اپنی تمنا قاتل
پُوچھتی ہے کوئی تلوار نہ خنجر مجکو

خُون ہو جائیگا توبہ کا بلا سے ساقی
تو پلادے مئے گُلرنگ کا ساغر مجکو

جان لینے کی خوشی ہے یہ خبر تجکو نہین
دمِ عیسیٰ ہے ستمگر دمِ خنجر مجکو

مین نے تو دردِ محبت کو چھپا رکھا تھا
تو نے بدنام کیا اے دلِ مُضطر مجکو

کچھ تعارف کی ضرورت نہیں میخانے مین
خوب پہچانتے ہین شیشہ و ساغر مجکو

چھیڑتا ہون تری پلکون کو اسی مطلب سے
رگِ جان کے لیے درکار ہے نشتر مجکو

دیر و کعبہ کی زیارت تو فقط حیلہ ہے
جستجو تیری لیئے پھرتی ہے گھر گھر مجکو

میکشی کے جو مزے رہتے ہین یارون مین جلیل
یاد آئینگے یہ جلسے لبِ کوثر مجکو

کرتا ہون یاد شام سے ابروے یار کو
خنجر سے کاٹتا ہون شبِ انتظار کو

وعدہ رہا نہ یاد تغافل شعار کو
اب کیا جواب دون نگہِ انتظار کو

گلشن مین انکی شوخیِ رفتار دیکھیئے
چالین سکھا رہے ہین نسیمِ بہار کو

یہ پھول اب تو ہار کے قابل نہین رہا
کسکے گلے لگاؤن دلِ داغدار کو

دینا ہے اسکو نذر جو شوخی پسند ہے
بجلی بنا رہا ہون دلِ بیقرار کو

آنکھون سے انکی دل کا بچانا محال ہے
صیاد ہین کہ تاک رہے ہین شکار کو

ایسا ہے شوقِ دید کہ وعدہ جو تو کرے
آنکھون مین دون جگہ مین ترے انتظار کو

اچھا کیا جو خاک مین ہمکو ملا دیا
اب تو نکالڈالیے دل سے غبار کو

آئے وہ فاتحہ کو تو اندھیر دیکھیئے
گل کر دیا نسیم نے شمعِ مزار کو

زاہد جو میکشی سے مخالف ہے اے جلیل

سمجھا نہین وہ رحمت پروردگار کو

کیون اشک نہ پیارا ہو مرے دیدۂ تر کو
پالا ہے بڑے ناز سے اس لخت جگر کو

قاتل سے جو کہنا ہے ادا کر نہین سکتا
اللہ زبان دے دہن زخم جگر کو

خنجر مرے پہلو مین رہے شکر کی جا ہے
آباد کیا آپ نے اُجڑے ہوئے گھر کو

ہمدرد کوئی درد مین شامل نہین ہوتا
روتا ہون تو آتی ہے ہنسی زخم جگر کو

ملجائے تصدق ترے خال نمکین کا
درکار ہے تھوڑا سا نمک زخم جگر کو

جب تیغ پڑی پڑ گئی قاتل کی نظر بھی
مرہم کی ضرورت نہ رہی زخم جگر کو

تم تیر کے مشاق ہو مین تیر کا مشتاق
دلکو جو اُڑا دوگے تو رکھدون گا جگر کو

دلبر کے لئے عیب نہین دل کا چُرانا
کیون چور بناؤن تری دزدیدہ نظر کو

اب آنکھ چُراتا ہے پلاتے ہوے ساغر
رندون کی نظر لگ گئی ساقی کی نظر کو

شکوہ فقط آہون کو نہین بے اثری کا
جو اشک ٹپکتا ہے وہ روتا ہے اثر کو

آنکھون نے خلیل آج کیا مجکو پشیمان
پہچان گئے لوگ محبت کی نظر کو

نالہ کرنے کی نہ تھی عشق مین عادت مجکو
تو نے مجبور کیا دردِ محبت مجکو

دل مرا آنکھ سے کہتا ہے مبارک ہو یہ رنگ
اشکِ خون تجکو ملا داغ محبت مجکو

تیزیِ خنجرِ قاتل سے یہ اندیشہ ہے
رہ نجائے کہین دیدار کی حسرت مجکو

کیا تصور ہے کہ آئینے مین آتی ہے نظر
اپنی صورت کی جگہ یار کی صورت مجکو

سخت جان مین ہنین جلاد مگر بات یہ ہے
مرنے دیتی ہنین تلوار کی لذت مجکو

آخر اے خنجرِ قاتل ترے منہ پر لایا
باڑہ دے دے کے مرا شوقِ شہادت مجکو

آپ کے عہدِ محبت کا یقین کیونکر ہو
یہ تو جب ہو کہ ملے غیر کی قسمت مجکو

اثرِ سوزِ محبت سے کہے ہنین تم قائل
کاش اک آہ کی ہو جائے اجازت مجکو

کیا ستم ہے کہ وہ مشتاق بنا کر اپنا
کسی صورت سے دکھاتے ہنین صورت مجکو

بھر دیا آپ نے ہنس ہنس کے نمک زخمون مین
اب تو ہو جائے تڑپنے کی اجازت مجکو

آبِ خنجر سے کسی دن تو گلا تر ہوگا
یون نہ چھوڑے گا مرا شوقِ شہادت مجکو

مے سے آلودہ جو دامن ہے تو کیا غم ہے جلیل
پاک کر دینگے مرے اشکِ ندامت مجکو

جان دیتا ہون بڑے شوق سے قاتل تجکو
اس تمنا مین کہ دیکھون دمِ بسمل تجکو

وصل مین عذر اگر ہے تو چلے تیغِ ستم
قتل مین عذر نہ مجکو ہے نہ قاتل تجکو

تیر بارا تھا ابھی آنکھ ملا کر جسنے
پھر وہی تاک رہا ہے دلِ بسمل تجکو

نیمجان رہ گئے ہم پھر گئی چتون تیری
اسی خنجر پہ بہت ناز تھا قاتل تجکو

آنکھ سے آنکھ ملانے کا یہ انجام ہوا
غم ترا مجھکو ملا اور مرا دل تجھکو

ہم پہ تاکید یہ ہوتی ہے کہ قاتل نہ کہو
اپنی چتون کی خبر ہی نہین قاتل تجھکو

لذتِ زخم ملے غیر کو میرے ہوتے
خون کرنا تھا نہ انصاف کا قاتل تجھکو

رشک کی آگ سے معشوق بھی محفوظ نہین
جل گئی شمع جو دیکھا سرِ محفل تجھکو

حسن کے سامنے کیا خون کا دعویٰ چلتا
تیری صورت سے نہ سمجھا کوئی قاتل تجھکو

دل کے دینے مین مجھے عذر نہین بات یہ ہے
شرم آتی ہے کہ دون دردِ بھرا دل تجھکو

ناوکِ اندازیِ مژگان کی کرون کیا تعریف
بس جو ہوتا تو دکھاتا جگر و دل تجھکو

شاہِ عثمان کو دعا دے سحر و شام جلیل
جنکے الطاف سے عزت ہوئی حاصل تجھکو

چین لینے نہین دیتا دلِ نادان مجھکو
لیچلا پھر طرفِ کوچۂ جانان مجھکو

دل جلانا کسی معشوق کا منظور نہین
پھونکدے پھونکدے اے نالۂ سوزان مجھکو

اے جنون خندۂ اغیار کا شکوہ کیسا
ابتو ہنستا ہے مرا چاک گریبان مجھکو

وہ بگڑتے ہین تڑپنے سے یہ پوچھے کوئی
کیون بنایا ہدفِ ناوکِ مژگان مجھکو

ایسے چھیٹون سے کہین دلکی لگی بجھتی ہے
تجھپہ آتی ہے ہنسی دیدۂ گریان مجھکو

ہے یہان بھی وہی صورت جو ترے آگے ہے
آئینہ تجھکو مبارک دلِ حیران مجھکو

دست وحشت پہ نہین پردہ دری کا الزام
موسمِ گُل نے کیا چاک گریبان مجکو

تم بدل جاؤ بدلنے کا نہین دل میرا
وہی مین ہون وہی حسرت وہی ارمان مجکو

دستِ قاتل کی خطا ہے نہ خطا خنجر کی
سخت جانی مری کرتی ہے پشیمان مجکو

گُل کو شکوہ ہے یہ بلبل سے کہ اُو خانہ خراب
تیرے نالون نے کیا چاک گریبان مجکو

حضرتِ دل کا یہ رہتا ہے تقاضا مجھسے
کسی معشوق پہ کر دیجئے قربان مجکو

اب کہان ہوش کہ دیکھون رُخِ دلدار جلیل
کر دیا زلفِ پریشان نے پریشان مجکو

صاف کہتی ہے فتنہ گر تجکو
تیری جادو بھری نظر تجکو

کیا ستم ہے کہ مین رہون محروم
اور دیکھے پیامبر تجکو

جلوۂ مہر و ماہ کیا دیکھون
ڈھونڈتی ہے مری نظر تجکو

مین نہین قابلِ نظر نہ سہی
ہو مبارک تری نظر تجکو

تیرِ قاتل کا توڑ مشکل تھا
آفرین آہِ پُر اثر تجکو

نامۂ یار پھر مین دیکھون گا
دیکھلون پہلے نامہ بر تجکو

تُو ہے اے شمع شام سے گریان
ابھی جلنا ہے رات بھر تجکو

چھپنے دیگی نہ اُو حیا والے
میری حسرت بھری نظر تجکو

غیر کو تیر ناز کی کیا قدر / تاکنا تھا مرا جگر تجکو

درد الفت نے کر دیا مشہور / مجکو بیمار چارہ گر تجکو

دلکو اے غم مٹا کے روئیگا / پھر نہ ایسا ملے گا گھر تجکو

کچھ تو اس کا صلہ عنایت ہو / دل مین رکھا ہے عمر بھر تجکو

دل کہان کھو گیا خدا جانے / نہ مجھے ہے نہ ہے خبر تجکو

لیکے آتا ہون آرزو کیا کیا / بھول جاتا ہون دیکھکر تجکو

اپنے دل سے یہ پوچھ او ظالم / چاہتا ہون مین کسقدر تجکو

بے خبر یار سے کہو یہ جلیل / کچھ ہماری بھی ہے خبر تجکو

نیا عروج مبارک ہو جانِ جان تجکو / ستمگری نے بنایا ہے آسمان تجکو

خدا کرے ترے انکار کا یہ ہو انجام / کہ لائے جذبِ محبت کشان کشان تجکو

کبھی ہے مجھسے کبھی ہے رقیب سے وعدہ / خجل کرے نہ کسیدن تری زبان تجکو

یہ پر چھپے رہے باقی تو دیکھنا بلبل / قفس دکھا کے رہے گی تری زبان تجکو

سمجھ گیا جو ملین خاک مین تمنائین / غبار ہے مری جانب سے آسمان تجکو

چلے قفس کی طرف ہم یہ کہہ کے بلبل سے / کہ شاخِ گل پہ مبارک ہو آشیان تجکو

ستمگری کا مزہ جب ہے اے ستم ایجاد
کہ دے جواب ستم کا مری فغان تجکو

زمین سے دور سہی اسقدر بلند سہی
ہماری آہ نہ چھوڑے گی آسمان تجکو

یہ کوئی نغمۂ دلکش نہین کہ دل خوش ہو
خدا سنائے نہ ظالم مری فغان تجکو

ترے فراق نے کیا کیا سلوک مجھسے کیا
جو تو سُنے تو سناؤن یہ داستان تجکو

ہزارون ہو گئے سیراب آبِ خنجر سے
خدا نصیب کرے عمرِ جاودان تجکو

مجھے تو حسن نے جانِ جہان بنایا تھا
تری ادا نے کیا آفتِ جہان تجکو

اُسے تو جلوہ نمائی کا شوق ہے لیکن
جلیل طاقتِ دیدار ہے کہان تجکو

ردیف ہائے ہوز

عشق کرنا تھا نہ تجکو نگہِ یار کے ساتھ
کھیلتا ہے دلِ نادان کوئی تلوار کے ساتھ

رشکِ یوسف ہو طرحدار ہو دلدار ہو تم
ناز کرنا تمھین زیبا ہے خریدار کے ساتھ

کیا اشارے یہ لگایا ہے ستمگر تو نے
چلتی پھرتی ہے قضا بھی تری تلوار کے ساتھ

وصل کی رات خوشی نے مجھے سونے نہ دیا
مین بھی بیدار رہا طالعِ بیدار کے ساتھ

تجکو اے قاتلِ بے رحم خبر ہے کہ نہین
دم ہے وابستہ کسی کا تری تلوار کے ساتھ

اے جنون کوچۂ دلدار کو چھوڑون کیونکر
ہوگئی ہے مجھے اُلفت درودیوار کے ساتھ

جب وہ تلوار لگاتے ہین کسی بسمل پر
بول اُٹھتی ہے ادا مین بھی ہون تلوار کے ساتھ

چشمِ جانان کو مرے دل سے وہی نسبت ہے
جسطرح اُنس ہو بیمار کو بیمار کے ساتھ

شربتِ دید بھی کیا مے کا اثر رکھتا ہے
ہوش اُڑ جاتے ہین ظالم ترے دیدار کے ساتھ

سرفرازی کسے ہوئی ہے درِ جانان پر
ہم بھی پامال رہے سایۂ دیوار کے ساتھ

تو نے قاتل عجب انداز سے کھینچی تلوار
کھچ گئی جان بھی میری تری تلوار کے ساتھ

درد کا لطف ہے ہمدرد کی صحبت مین جلیل
آؤ فریاد کرین بلبلِ گلزار کے ساتھ

ردیف یائے تحتانی

تلوار کھچکے پنجۂ قاتل مین رہ گئی
بسمل کی آرزو دلِ بسمل مین رہگئی

جھونکا جب آگیا کوئی مجنون کی آہ کا
لیلےٰ تڑپ کے پردۂ محمل مین رہگئی

پھرتی رہی نگاہ مین تصویر یار کی
آخر اُتر کے آنکھ سے وہ دل مین رہگئی

ہے شکر کی جگہ کہ نہ مٹی ہوئی خراب
بسمل کی لاش کوچۂ قاتل مین رہگئی

اے یار تیری نیم نگاہی کے مین نثار
کچھ آرزو نکل گئی کچھ دل مین رہگئی

قاتل کا ہاتھ ہاے رُکا بھی تو کب رُکا
کہتا ہے عشق تجھ سے میں سمجھونگا چشمِ تر
چاہا تھا جان لیکے نکل جاؤں میں کہیں
سب کچھ ہم اُن سے کہہ گئے لیکن یہ اتفاق
اے تیغِ ناز اتنی بھی تیزی نہ چاہیئے
خوش ہو رہے ہیں دل سے وہ ناوک نکال کے
نیچی نظر کی اور نزاکت میں کیا کہوں
اُسپر خیال یار نے قبضہ جما لیا
خنجر اُدھر کھچا اِدھر آہیں کھچیں مگر
یادِ وطن بھی ساتھ نہ غربت میں دیسکی

تھوڑی سی جان جب تنِ بسمل میں رہگئی
کوئی لہو کی بوند اگر دل میں رہگئی
وہ بھی محل کے کوچۂ قاتل میں رہگئی
کہنے کی تھی جو بات وہی دل میں رہگئی
دیدار کی ہوس دلِ بسمل میں رہگئی
اسکی خبر نہیں کہ خلش دل میں رہگئی
اک پھانس تھی کہ جھکے مری دل میں رہگئی
باقی جگہ جو درد سے بھرے دل میں رہگئی
تھوڑی سی جان کے بسمل و قاتل میں رہگئی
تھک کر غریب پہلے ہی منزل میں رہگئی

کی شست دشتو ہزار مگر پھر بھی اے جلیل
رنگت لہو کی دامن قاتل میں رہگئی

نکلی نہ آہ منہ سے مرے دل میں رہگئی
اک آہ کرکے قیس نے جنگل کی راہ لی
پھر آپ سے بھی ہاتھ لگایا نہ جائیگا

صد شکر بات غیر کی محفل میں رہگئی
لیلیٰ غریب چیختی محمل میں رہگئی
دو دن یہی تڑپ جو مری دل میں رہگئی

کچھ ہوسکا جواب نہ فریادِ قیس کا | لیلیٰ کی آہ پردۂ محمل مین رہگئی
تنہا بھی اب رہون تو یہ وحشت ستائیگی | اچھا ہوا کہ یاد تیری دل مین رہگئی
لیلیٰ جو نکلی قیس سے ہونیکو ہمکنار | لیلیٰ کی شرم پردۂ محمل مین رہگئی
زورون پہ کچھ دنون رہی فریاد قیس کی | آخر اُلجھکے طوق و سلاسل مین رہگئی
محفل کی سب بہار ہوئی صبح تک ہوا | ہان شمع اک بجھی ہوئی محفل مین رہگئی
سب قتل ہو چکے ہین تو اب مجکو دیکھکر | کہتے ہین وہ کہ ایک خلش دل مین رہگئی
انکو سنا کے شمع کو کہنا تھا بیحجاب | مجھسے یہ آج غیر کی محفل مین رہگئی
مین کیون گلہ کرون کہ وہ مجھ پر برس گئے | اچھا ہوا نہ بات کوئی دل مین رہگئی
مجنون سے جان مانگ رہی ہے کھڑی اجل | کہتا ہے وہ کہ جان تو محمل مین رہگئی
لیلیٰ سدھار بھی گئی محمل مین بیٹھکر | مجنون یہ کہہ رہا ہے مرے دل مین رہگئی
نکلی نہ فصلِ گُل مین رہائی کی آرزو | قسمت سے وہ بھی پھنسکے سلاسل مین رہگئی
دل حسرتون کی پوٹ ہوا اور یون ہوا | جو آرزو ہوئی وہ مرے دل مین رہگئی
اُلٹی ہوا نے عارضِ روشن سے جب نقاب | جل بجھ کے شمع یار کی محفل مین رہگئی
تاب و توان بھی صبر و سکون تھا قرار تھا | سب چلدیے تڑپ دلِ بسمل مین رہگئی
جتنے تھے جان نثار وہ سب ہو گئے نثار | رونق ہی رونق آپکی محفل مین رہگئی

مجھ نیمجان کی ہائے کسی نے مدد نہ کی | چھپکر اجل بھی دامنِ قاتل مین رہگئی

چلتی ہے تیغِ ناز مزے لوٹ لو جلیل | کہنا نہ پھر کبھی کہ ہوس دل مین رہگئی

شبِ وعدہ عذرِ حنا ہو رہا ہے | وہان آج خونِ وفا ہو رہا ہے

روان تیغ ہے سر جدا ہو رہا ہے | محبت کا حق آج ادا ہو رہا ہے

ترے حسن کا ذکر مذکور میرا | یہی آجکل جابجا ہو رہا ہے

کھلے ہین جو اب تک لبِ زخمِ بسمل | ترا شکر قاتل ادا ہو رہا ہے

یہان اڑگئی خاک اہلِ وفا کی | وہان امتحانِ وفا ہو رہا ہے

ستم ہے ستم کعبۂ دل کا ڈہانا | یہ کیا کر رہے ہو یہ کیا ہو رہا ہے

محبت مین جور و جفا کا گلہ کیا | جو کچھ ہو رہا ہے بجا ہو رہا ہے

مجھے سخت جان کہتا جاتا ہی قاتل | گلا کٹ رہا ہے گلا ہو رہا ہے

جہان کل وہ بیٹھے تھے ناز و ادا سے | وہان آج محشر بپا ہو رہا ہے

کہو سرو آہون سے بڑھکر خبر لین | وہ سرگرمِ جور و جفا ہو رہا ہے

محبت مین یارب کرون رشک کس سے | کہ سارا جہان مبتلا ہو رہا ہے

جلیل آج کل کشورِ دل مین اپنے
غمِ عشق فرمانروا ہو رہا ہے

ہم آغوش وہ مہ لقا ہو رہا ہے — فلک سے کہو آج کیا ہو رہا ہے
اُڑاتی ہے وہ تیغ چادر لہو کی — شہیدون کو خلعت عطا ہو رہا ہے
وہ لیتے رہے جانثارون کی جانین — کسی نے نہ پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے
تماشا تو دیکھو کہ تڑپا کے مجھکو — وہ بے چین مجھ سے سوا ہو رہا ہے
تمھین کچھ خبر اسکی ہے یا نہین ہے — کسی پر ستم ناروا ہو رہا ہے
روان ہے جو خنجر تو کیون ہاتھ روکو — یہ سمجھو کسی کا بھلا ہو رہا ہے
منائے گی کس کس کو اک جان میری — اُدھر تم اِدھر دم خفا ہو رہا ہے
جو قائل تھا مشہور وہ آج کے دن — غریبون کا حاجت روا ہو رہا ہے
یہان ہوگیا اپنا وعدہ برابر — وہان وعدہ اب تک وفا ہو رہا ہے
جسے جان اپنی ہین سمجھے ہوے تھا — غضب ہے وہ مجھ سے جُدا ہو رہا ہے
جفا راس آئی ستم کام آیا — ترا نام او بیوفا ہو رہا ہے
دلِ مضطرب کو پھنسا کر وہ گیسو — گرفتارِ دامِ بلا ہو رہا ہے
ہمین اک مریضِ محبت نہین ہین — مکان اُن کا دار الشفا ہو رہا ہے

جلیل اُنکو دیکر دعا منفعل ہون
وہ سمجھے بیان مدعا ہو رہا ہے

دل جا رہا ہے چھوٹ کے زلفِ سیاہ سے
آؤ چشمِ یار باندھ لے تارِ نگاہ سے

اچھا ہے وہ جو مجکو پھراتے ہین دربدر
آگاہ کر رہے ہین محبت کی راہ سے

اظہارِ صلح کا نئے انداز سے ہوا
انکی نگاہ لڑ گئی میری نگاہ سے

سر سے پہ جو گزر گئی کس سے کہے غریب
پس پس گیا ہے گردشِ چشمِ سیاہ سے

مشکل ہے اب کہ دیدہ و دل کو قرار ہو
مانوس ہو رہے ہین بہت اشک و آہ سے

پہونچی فلک پہ اور وہی برق بن گئی
شوخی جو بچ گئی تھی تمہاری نگاہ سے

پردے کا اہتمام فقط دیکھنے کا ہے
آنکھون مین پھر رہے ہین وہ چھپکر نگاہ سے

ہم نے کیا ہے قصد جو اسکی گلی کا آج
دل جا رہا ہے شوق مین آگے نگاہ سے

ظلمت نے چار چاند لگائے ہین نور مین
چہرے کی آب و تاب ہے زلفِ سیاہ سے

لکھو تو دیکھیے مجھے دیتا ہے یہ صلاح
آنکھین لڑائیے کسی جادو نگاہ سے

لکھا نصیب کا کہ مرا خط پڑھا تمام
مطلب کی بات رہگئی اُن کی نگاہ سے

کی جس پہ اک نظر اُسے بندہ بنا لیا
اللہ کی پناہ بتون کی نگاہ سے

آنکھین لڑا کے مفت مین شرمندگی ہوئی
وہ دل کی بات پا گئے میری نگاہ سے

آنسو اگر رُکے بھی تو کیا فائدہ ہوا
حسرت ٹپک رہی ہے ہماری نگاہ سے

سیرِ چمن کو آپ گئے تھے یہ گُل کھلا
پھولون مین آگ لگ گئی برقِ نگاہ سے

اُفتادگی ہے عشق مین زینۂ عروج کا / اُچھلا ہے نام حضرت یوسف کا چاہ سے

ہنستے ہوے وہ سیر کو آے تھے اے جلیل / روتے ہوئے پھرے ہین مری قتلگاہ سے

ہنستے تو ہین گرا کے وہ بجلی نگاہ سے / دم بھر مین دم گھٹے کا مرے دود آہ سے

ناوک فگن وہ ہو گئے مشہور مفت مین / دو اک دلون کو چھید کے تیر نگاہ سے

آنسو ملے جو خاک مین دل نے مرے کہا / یارب کوئی گرے نہ کسی کی نگاہ سے

آنکھین وہی ہین پر نہین پاتا مین وہ نگاہ / دل لے لیا ہے تم نے مرا جس نگاہ سے

وہ سامنے ہے تو چلے ہم پہ تیر ناز / بجلی گری جو ہو گئے اوجھل نگاہ سے

کتنے ہین تیر ناز جگر مین پہ چبھے ہوے / مین کیا کہون یہ پوچھیے اپنی نگاہ سے

قاصد بیان ہو نہین سکتا جو حال ہے / کہنا کہ دیکھ جائیے اپنی نگاہ سے

جب دیکھیے ہے آئنہ آگے دھرا ہوا / وہ دیکھتے ہین آپ کو میری نگاہ سے

اُڑتی تھی روز یون ہی خبر میرے عشق کی / پر لگ گئے کچھ اور بھی فریاد و آہ سے

محمل مین اپنے بیٹھ کے لیلےٰ نے راہ لی / روتا ہے قیس ملکے گلے گرد راہ سے

سر چڑھ کے لے رہے تھے ہر اک سے غرور کی / آخر رقیب گر گئے اُن کی نگاہ سے

پھرتا کنار رقیب کو ہوتے ہوے مرے / ہوتی ہے پھر خطا ترے تیر نگاہ سے

اک دن نظر کرین گے ہم انجامِ عشق پر
فرصت ہوئی جو نالہ و فریاد و آہ سے

ایسا نہ جانتے تھے وہ اپنے جمال کو
خوش ہو رہے ہین دل مین مری آہ آہ سے

شانہ ہزار کیجیے جاتے ہین بل کہان
دلبستگی انھین بھی ہے زلفِ سیاہ سے

اللہ اور آپ کو حسن و جمال دے
موسیٰ بنایئے سب مجھے برقِ نگاہ سے

دیکھو شبِ وصال ہے کیسی روان دوان
ہوشیر تم جو باندھ لو زلفِ سیاہ سے

سمجھا یہ مین کہ تیغ ہوئی میان سے جدا
نکلی نگاہ یون تری چشمِ سیاہ سے

تکتا ہے دور سے فلک آتا نہین قریب
سہما ہوا ہے آپ کے تیرِ نگاہ سے

فتنہ ہو سحر ہو کہ فسون ہو کوئی بھی ہو
پایا ہے سب نے فیض تمھاری نگاہ سے

تعریف قدِ ناز کی سیدھی سی بات تھی
وہ دیکھنے لگے مجھے ٹیڑھی نگاہ سے

آپس مین ہم تم آؤ کرین تیر افگنی
لے کام کوئی آہ سے کوئی نگاہ سے

یہ کیا کیا کہ بام پر آتے نہین کبھی
سمجھین گے لوگ دب گئے تم مہر و ماہ سے

تدبیر یہ جلیل بھروسا نہ چاہیے
کچھ اور گرم ہو گئے وہ سردِ آہ سے

عصمت کا ہے لحاظ نہ پروا حیا کی ہے
یہ سن غضب کا ہے یہ جوانی بلا کی ہے

صد آفرین ہے قاتلِ رنگین مزاج کو
شرکت حنا کے رنگ مین خونِ وفا کی ہے

انجام کیا ہو داغِ محبّت کا دیکھیے
سینے مین ابتدا سے جلن انتہا کی ہے

سچ پوچھیے تو نالۂ بلبل ہے بے محل
پھولون مین ساری آگ لگائی صبا کی ہے

آتا ہے دلکو چین تڑپنے سے چارہ گر
تاثیر میرے دردِ جگر مین دوا کی ہے

ساقی یہی تو پھول پلانے کا وقت ہے
میخوار باغ باغ ہین آمد گھٹا کی ہے

دل ہے عجیب گُل چمنِ روزگار مین
رنگت تو پھول کی ہے مگر بُو وفا کی ہے

آئے ہین گھر مرے وہ بڑی آن بان سے
ہمراہ فوج غمزہ و ناز و ادا کی ہے

آجائے گا مزہ کہ برابر کا جوڑ ہے
عادت تمھین جفا کی ہے مجکو وفا کی ہے

آنکھین لڑائے وہ جسے پروائے جان ہو
ترچھی نگاہ آپکی برچھی قضا کی ہے

دلکو جو چھین لیتے ہین وہ بات بات مین
جادوگری یہ سب نگہِ فتنہ زا کی ہے

سنتے ہو تم جو خلق مین افسانہ قیس کا
کچھ کچھ وہ سرگزشت مری ابتدا کی ہے

خلوت مین کیون یہ ساتھ ہین سکو الگ کرو
شوخی کا ہے نہ کام نہ حاجت حیا کی ہے

وہ ہاتھ اُنکے چومتی ہے مین ہون پائمال
یہ ہین مرے نصیب وہ قسمت حنا کی ہے

کچھ لوٹتے ادھر ہین تڑپتے ہین کچھ اُدھر
قاتل کی ہے گلی کہ زمین کربلا کی ہے

فرمانروا جو آصفِ سلطان ہین اے جلیل
بندونکے حال پر یہ عنایت خدا کی ہے

مانا کہ ہے خو اُن مین شوخی و شرارت کی
ہمکو ہے نظر اسپر صورت ہی قیامت کی

پھر قامتِ بالا کا مین وصف کرون تمسے
پھر تم یہ کہو مجھ سے تو نے تو قیامت کی

کچھ حد ہے تغافل کی جان آگئی ہونٹون پر
اب بھی جو مجھے پوچھا ایجان عنایت کی

تم حسن مین یکتا ہو تم شاہدِ رعنا ہو
کیا مین نے برائی کی تم سے جو محبت کی

دنیا سے اُٹھا کر دل مین نے تمھین چاہا تھا
افسوس نہ کی تم نے کچھ قدر محبت کی

سب طرح کی دی خوبی خالق نے تمھین لیکن
آنکھون مین ضرورت ہے تھوڑی سی مروّت کی

دل لے ہی چکے ہمسے اب کیون نظر آئیگی
چتون وہ لگاوٹ کی وہ آنکھ محبت کی

ہونے کو ہوے مدفون اُس رہگزر مین ہم
دو دن بھی نہ گزرے تھی خاک اُڑ گئی تربت کی

مین دل کے جلانے کا شاکی جو ہوا اُن سے
بولے کہ مجھے کیا دخل آنکھون نے شرارت کی

اقرار کبھی کچھ ہے گفتار کبھی کچھ ہے
ہے دستِ تلوّن مین باگ اُنکی طبیعت کی

شاہد ہے خدا اُسکا جس بت نے دیا صدمہ
قسمت کی شکایت کی اُس کی نہ شکایت کی

چڑھکر وہی سینے پر سر کاٹتے ہین میرا
آڑی ہوے جو دل مین لیتے تھی نزاکت کی

جب سے بتِ نازک کو دیکھا یہ کہا دل نے
اللہ نے بھیجی ہے تصویر نزاکت کی

زلفون کے بڑھانے مین مصروف نہ یون ہوتے
ہوتی جو خبر اُنکو طولِ شبِ فرقت کی

راحتکدہ جب دل تھا وہ اور زمانہ تھا
ہے اب تو یہ اک بستی درد و غم و حسرت کی

بالین پہ جلیل آکر کس طنز سے فرمایا
انکو بھی شکایت ہے لو دردِ محبت کی

وہ شمع بھی تربت پہ جلانے نہین دیتے
دلسوز کو آنسو بھی بہانے نہین دیتے

خنجر کو گلے سے وہ لگانے نہین دیتے
مرتا ہون مگر پیاس بجھانے نہین دیتے

میرے دلِ نازک کا لحاظ انکو ہے ابتک
وہ پھول بھی تربت پہ چڑھانے نہین دیتے

پتھر کو وہ شیشے سے سوا سمجھے ہین نازک
جوبن کو ذرا ہاتھ لگانے نہین دیتے

ہوش اڑتے ہین خلوت مین حیا دیکھکے انکی
پہروں وہ مجھے آپ مین آنے نہین دیتے

کہتی ہے یہ نرگس کہ اڑین باغ سے بلبل
دم بھر کو مجھے آنکھ لگانے نہین دیتے

نازان ہون مین اسپر کہ مجھی پر ہے عنایت
اغیار کو ناز اپنے اٹھانے نہین دیتے

کیونکر مین کرون حالتِ دل آپ پہ ظاہر
چھاتی سے لگاؤن تو لگانے نہین دیتے

محبوب بنے جبسے پسند انکو ہے خلوت
اک دل کے سوا غیر کو آنے نہین دیتے

ڈرتے ہین کہ شیشے مین اتارے نہ یہ ہمسکو
آئینے کو وہ سامنے آنے نہین دیتے

یہ رشک نہین ہے تو جلیل اور کہین کیا
روٹھے ہوئے دل کو وہ منانے نہین دیتے

زلفِ لیلیٰ نہین تو پھر کیا ہے
دلکو سودا نہین تو پھر کیا ہے

دل مین رہتے ہو آنکھ سے چھپکر
ہم سے پردہ نہین تو پھر کیا ہے

کُن ترانی نیاز مندون سے
نازِ بیجا نہین تو پھر کیا ہے

تیری زُلفِ سیہ کے حلقے ہین
دل ہمارا نہین تو پھر کیا ہے

مرتے مرتے نہ نکلے جو دل سے
وہ تمنّا نہین تو پھر کیا ہے

پند سودائیون کو اے ناصح
تجکو سودا نہین تو پھر کیا ہے

جسکے چرچے ہین جسکی شہرے ہین
میرا قصّا نہین تو پھر کیا ہے

خیریت دل کی پوچھتے ہو جو تم
یہ تقاضا نہین تو پھر کیا ہے

تو ہی کہدے کہ تیری چالون سے
حشر برپا نہین تو پھر کیا ہے

زخم سے جان آگئی قاتل
تو مسیحا نہین تو پھر کیا ہے

شمع مین گُل مین ماہ و انجم مین
تیرا جلوا نہین تو پھر کیا ہے

تو گلستانِ دلربائی کا
گلِ رعنا نہین تو پھر کیا ہے

دہنِ تنگ کا ترے مضمون
اک مُعمّا نہین تو پھر کیا ہے

نگہِ دلفریب کے صدقے
آنکھہ فتنا نہین تو پھر کیا ہے

لوگ جسکو جلیل کہتے ہین
تیرا شیدا نہین تو پھر کیا ہے

کیا ہوا گر برق دمِ خنجر کفِ قاتل مین ہے
توڑ ہے اُسکا جو بجلی کی تڑپ بسمل مین ہے

کس مزے کا یہ علاقہ بسمل و قاتل مین ہے   تیر اُنکے ہاتھ مین پیکان ہمارے دل مین ہے

درد دل مین داغ دل مین رنج و حسرت دل مین ہے   دلمین رہکر آرزو تیری بڑی مشکل مین ہے

قیس کہتا ہے یہ دھوکا ہے کہ وہ محمل مین ہے   تھی کبھی محمل مین لیلیٰ اب تو میری دل مین ہے

ناوک قاتل سے قاتل کی نظر کچھ کم نہین   فرق اتنا ہے وہ دلکے پار ہے یہ دل مین ہے

رل رہی ہے تیغ بڑھ بڑھ کر گلے عُشاق سے   آج جشنِ عید قربان کوچۂ قاتل مین ہے

خفتگانِ خاک سے کیا خاک پُوچھے کوئی حال   قافلے کا قافلہ خاموش اس منزل مین ہے

آنکھ قاتل سے لڑی تھی اک زمانہ ہو گیا   لذتِ تیرِ نظر اب تک ہماری دل مین ہے

بانکپن کی شان کو بسمل سے پُوچھا چاہیے   تیر و خنجر مین کہان وہ نوک جو قاتل مین ہے

اک تصور کی بدولت دونون گھر آباد ہین   تیری صورت آنکھ مین ہے تیری حسرت دلمین ہے

حُسن کا دامن کہین چھُٹتا ہے دستِ عشق سے   مین ہون پروانہ جہان تو شمع جس محفل مین ہے

بزم کی رونق تمھین ہو بزم کی زینت تمھین   شمعِ محفل صرف جلنے کیلیے محفل مین ہے

تشنۂ جامِ شہادت کی بجھی اب تک نہ پیاس   دیکھنے کی آبداری خنجرِ قاتل مین ہے

جان آجاتی ہے جب آتا ہے دل مین تیرِ ناز   جو مسیحا مین صفت تھی وہ مرے قاتل مین ہے

پھر لگاؤ تیر تم اسکی کوئی حاجت نہین   بس وہی کافی ہے تھوڑی سی خلش جو دلمین ہے

ہر جگہ صورت نئی رکھتا ہے عشقِ فتنہ گر   اشک آنکھون مین کھٹک سینے مین شورش دلمین ہے

شمع و پروانہ پہ کیا موقوف ہے اے شعلہ رو
جل رہا ہے گھل رہا ہے جو تری محفل مین ہے

لوٹتی ہین آج میرے گھر مین دو دو بجلیان
اک چمک ہے داغ دل مین ایک دردِ دل مین ہے

قتل پر میرے شہادت دینے والا کون تھا
آشکر ہے دھبا لہو کا دامن قاتل مین ہے

اشک خون داغِ محبت کی علامت ہے جلیل
آنکھ سے ہوتا ہے ظاہر جو تمہارے دل مین ہے

مژدۂ دید مجھے دیدۂ تر دیتا ہے
درد اُٹھکر ترے آنیکی خبر دیتا ہے

پھول ایسا ترے گلشن مین کہان اے بلبل
بو محبت کی مرا داغِ جگر دیتا ہے

جام خالی کبھی دیتا ہے جو مجکو ساقی
خون آنکھون سے ٹپک کر اُسے بھر دیتا ہے

تم جو نالہ نہین سُنتے ہو تو غم کیا ہے
وہ تو سُنتا ہے جو نالے مین اثر دیتا ہے

منتِ احسان کسیکا نہین لیتا ظالم
دل جو لیتا ہے تو وہ داغِ جگر دیتا ہے

شوقِ جانان ہو جسے جانکی پروا نکرے
معرکہ سر وہی کرتا ہے جو سر دیتا ہے

جانتا ہے جو مصور مجھے شیدا تیرا
رنگِ حیرت مری تصویر مین بھر دیتا ہے

ہے یہ طوفان نیا میرے ڈبونیکے لیے
دیدۂ تر کو مدد دامنِ تر دیتا ہے

اتنی مہلت نہین ملتی کہ کوئی بات کرون
وہ نظر ملتے ہی بیخود مجھے کر دیتا ہے

ناتوانی تو تڑپنے نہین دیتی مجکو
مفت الزام مجھے دردِ جگر دیتا ہے

شکر پر شکر نکلتا ہے دلِ بسمل سے
زخم پر زخم ترا تیرِ نظر دیتا ہے

پیار کی آنکھ سے قاتل نے کبھی دیکھا تھا
آجتک خون مرا زخمِ جگر دیتا ہے

چارہ گر تیری دوا سے مجھے پرہیز نہین
بات یہ ہے کہ مزہ دردِ جگر دیتا ہے

اشک بہتے ہین جو آنکھون سے بہنے دو خلیل
سینچنا نخلِ محبت کا ثمر دیتا ہے

اک سنگدل حسین کو دلبر بنائینگے
ہم بھی جگر کو آج سے پتھر بنائینگے

اُنکی بلا سے رات گزر جائے وصل کی
بیٹھے وہ اپنی زلفِ معنبر بنائینگے

صدمے اُٹھا چکے ہین بہت اب یہ عہد ہے
دل دینگے ہم کسی کو نہ دلبر بنائینگے

چالین سکھا رہے ہین دلِ بیقرار کو
اس فتنے کو وہ فتنۂ محشر بنائینگے

تو ہم سے اے تصورِ مژگان جدا نہو
پھر رگِ جنون تجھے نشتر بنائینگے

کوچے مین یار کے یہی پھولون کی سیج ہے
ہم خاکسار خاک کا بستر بنائینگے

اہلِ غرض کو منہ نہ لگاؤ بلا کے ہین
یوسف کہین سے تمکو پیمبر بنائینگے

نازک سی اک ادا وہ نکالین گے قتل کو
جیسے ہین آپ ویسا ہی خنجر بنائینگے

ہوتی ہے روز مشقِ تصور اسی لیے
تصویر یار صفحۂ دل پر بنائینگے

چلو سے آج کام نکالین گے ساقیا
ساغر نہین تو ہاتھ کو ساغر بنائینگے

سب جان لین کہ قبلۂ عشاق ہے یہی
سجدے کا ہم نشان ترے در پہ بنائینگے

اشکون کو اپنے خاک مین ملنے نہ دینگے ہم
انکو کسی کے ہار کا گوہر بنائینگے

کہتے ہین تیرے سینے مین پیکان اُتار کے
اک دل ہم اور دل کے برابر بنائینگے

برباد ہوکے عشق مین آباد ہونگے ہم
گھر کو مٹا کے دل مین ترے گھر بنائینگے

اشعار کہہ رہے ہین یہ طالع سے کے اے جلیل
میرے حضور مجکو سکندر بنائینگے

اک چلبلے حسین کو دلبر بنائینگے
بجلی تجھے ہم اے دلِ مضطر بنائینگے

مانا کہ آپ دل مین مرے گھر بنائینگے
بگڑے ہوے نصیب کو کیونکر بنائینگے

سو کام لین گے ایک نظر سے یہ خوبرو
ناوک بنائین گے کبھی خنجر بنائینگے

کوثر سے کیا بجھے گی لگی دل کی ساقیا
اک میکدہ بھی ہم لبِ کوثر بنائینگے

چمکا رہے ہین جلوۂ رخ سے نہ ہے نصیب
وہ اپنے آئنے کو سکندر بنائینگے

عشاق کا ہجوم جو ہوتا رہا یونہین
تیری گلی کو عرصۂ محشر بنائینگے

دنیا مین کچھ نشان دلِ مرحوم کا رہے
چھوٹی سی قبر آپ کے در پر بنائینگے

یہ بھی نصیب اپنے دلِ بدنصیب کا
نکلے گا بیوفا جسے دلبر بنائینگے

اُنکے مزاج مین ہے ترحم بھی قہر بھی
ہم دل کو رنج و عیش کا خوگر بنائینگے

خالی رہیگا دل نہ کوئی داغِ عشق سے
اک یادگار اپنی وہ گھر گھر بنائینگے

قاتل بھی وہ بنین گے نئے رنگ ڈھنگ سے
غمزے کو تیغ ناز کو خنجر بنائینگے

باندھین گے وصف حورجمالون کا اے جلیل
ہم اس غزل کو حسن کا دفتر بنائینگے

کچھ غم عشق نے چھوڑا نہین بسمل کے لیے
صرف اک جان لگا رکھی ہے قاتل کے لیے

یہی بچپن کی ضدین ہین تو نبھے گی کیونکر
کب سے مچلے ہوئے بیٹھے ہین مرے دل کے لیے

نگہ لطف و غضب یار کی دو چھریان ہین
وہ کلیجے کے لیے ہے یہ مرے دل کے لیے

لے گئی باد خزان لوٹ کے سارا گلشن
پنکھڑی بھی کوئی چھوڑی نہ عنادل کے لیے

آفرین دیدۂ خونبار کی فیاضی پر
ایک قطرہ بھی نہ رکھا جگر و دل کے لیے

زندہ رہنے کے لیے پھول کی بو کافی ہے
اور کیا چاہیے صیاد عنادل کے لیے

درد بکتا نہین بازار جہان مین ورنہ
جان تک بیچ کے لیتا مین ترے دل کے لیے

اپنی تصویر اگر آپ نے کھچوائی ہے
اک مجھے بھی ہو عطا آئینۂ دل کے لیے

رونق افروز ہوے محفل احباب مین تم
شمع کی اب کوئی حاجت نہین محفل کے لیے

جان نثارون کے سوا غیر نہ مقتل مین رہا
راستہ صاف ہے اب خنجر قاتل کے لیے

تمکو پہلو مین بٹھاؤن یہ نہو گا مجھ سے
تم ہو آنکھون کیلیے تم ہو مرے دل کے لیے

حسن پر قتل کا الزام کہان آتا ہے
جسقدر خون کرے زیب ہے قاتل کے لیے

اور ہونگے جو شکایت کرین قاتل کی جلیل
ہم تہِ تیغ دعا کرتے ہین قاتل کے لیے

در شان حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

آج قسمت درِ خواجہ پہ مجھے لائی ہے
یہی وہ در ہے جہان لطفِ جبین سائی ہے

تھا بہت دور مگر کھینچ بلایا مجھکو
جانتے تھے کہ یہ مدت کا تمنائی ہے

مین نے اجمیر مین جسوقت قدم رکھا ہے
تہنیت کے لیے جنت کی ہوا آئی ہے

مجکو دیکھو قدمِ حضرتِ خواجہؒ دیکھو
آج تو ذرہ و خورشید مین یکجائی ہے

خاکبوسی کو جھکا ہون تو دھڑکتے دل سے
میرے خواجہ مرے خواجہ کی صدا آئی ہے

شاہِ آصف کی بدولت ہوئی دولت یہ نصیب
جنکے قدمون سے لگی خلقِ خدا آئی ہے

مرحبا دولتِ دارین لٹانے والے
کسنے اس در سے مرادِ اپنی نہین پائی ہے

مثلِ پروانہ ہے روضے پہ ہجومِ عشاق
رہکے خلوت مین عجب انجمن آرائی ہے

بادشاہون کا بھی دربار نہ دیکھا ایسا
حق نے کیا شان عطا آپ کو فرمائی ہے

جرعہ نوشانِ عقیدت کو مزے آتے ہین
جسطرف دیکھیے رحمت کی گھٹا چھائی ہے

گنبدِ پاک یہ ہے یا کوئی خورشید جمال
جلوہ افروز بصد عشوہ و رعنائی ہے

محو کر دیتی ہے انسان کو تجلی اِسکی
خود تماشا ہے جو روضے کا تماشائی ہے

نذر کیواسطے کچھ اور مرے پاس نہین
صرف اک درد کا مارا دلِ شیدائی ہے

چاہتا ہون دلِ مُردہ مرا زندہ ہوجاے
آپ ہی سے مجھے امیدِ مسیحائی ہے

نابلد کوچۂ عرفان سے ہون لیکن پھر بھی
ناز اِسپر ہے کہ حضرت سے شناسائی ہے

کچھ کہے کوئی مگر مین تو کہونگا یہ جلیل
جسکو خواجۂ کا نہ سودا ہو وہ سودائی ہے

صبا نے مجکو سنگھائی ہے جب سے بُو تیری
چمن چمن لیے پھرتی ہے جُستجو تیری

ہوا ہے مشقِ تصوّر سے اسقدر حاصل
کہ تو کہین بھی ہو صورت ہے روبرو تیری

مجھے تمام زمانے کی آرزو کیون ہو
بہت ہے میرے لیے ایک آرزو تیری

مجھے تو رشک ترے آئنے پہ آتا ہے
کہ صبح ہوتے ہی صورت ہے روبرو تیری

چمن مین جاکے مین ایک ایک گل کو دیکھ آیا
کسی مین رنگ ہے تیرا کسی مین بُو تیری

اب اور تیر لگانے کی کیا ضرورت ہے
کھٹک رہی ہے کلیجے مین آرزو تیری

یہ چار چاند مرے عشق نے لگائے ہین
کہ آج حُسن مین شہرت ہے چارسُو تیری

مجھے تو نالہ و شیون سے آپ نفرت ہے
مگر جو چین سے رہنے دے آرزو تیری

اُدھر کھٹک ہے جگر کی اِدھر تڑپ دل کی
عجیب شان سے رہتی ہے آرزو تیری

خدا کی شان کہ دل کو مرے قرار نہیں	جمی ہوئی ہے مگر دل میں آرزو تیری

جلیل اشک فشانی نہ کر بقولِ امیر
ملے نہ خاک میں موتی سے آبرو تیری

ہر اک محفل میں ذکرِ نرگسِ مستانہ ہوتا ہے	یہی مے اب تو چلتی ہے یہی پیمانہ ہوتا ہے
شریکِ بزمِ جاناں کب کوئی بیگانہ ہوتا ہے	جو ہوتا ہے وہ شمعِ حسن کا پروانہ ہوتا ہے
غرض کے آشنا ہیں ساقیا سب بزمِ عالم میں	جہاں شیشہ ہوا خالی جدا پیمانہ ہوتا ہے
نہیں ممکن کہ ہر انسان میں سوزِ محبت ہو	ہزاروں میں کہیں اک دلجلا پروانہ ہوتا ہے
سمجھ والے سمجھ سکتے نہیں رازِ محبت کو	وہی کچھ باخبر ہوتا ہے جو دیوانہ ہوتا ہے
ہمارا کام چلتا ہے فقط مے کے تصور سے	یہی ساقی یہی شیشہ یہی پیمانہ ہوتا ہے
جفا ہو یا لگاوٹ ہو وفا ہو یا رکاوٹ ہو	طرحداروں کا ہر انداز معشوقانہ ہوتا ہے
ادھر الفت ادھر غفلت ذرا انصاف سے کہنا	یہی برتاؤ ہوتا ہے جہاں یارانہ ہوتا ہے
شبِ وعدہ یہاں آخر ہوئی جاتی ہے دم بھر میں	وہاں زلفِ پریشاں میں ابھی تک شانہ ہوتا ہے
ذرا میں ہوش میں آؤں تو پوچھوں اپنے ساقی سے	نظر توبہ شکن ہوتی ہے یا پیمانہ ہوتا ہے

جلیل اچھا ہے دلکو صاف رکھنا ہر کدورت سے
اسی گھر میں ظہورِ جلوۂ جانانہ ہوتا ہے

دلِ صد چاک ہے موزونِ غمِ جانان کیلیے
یہ ہوادار مکان ہے اِسی مہمان کیلیے

دل تڑپتا ہے تری جنبشِ مژگان کیلیے
خوب نشتر یہ نکالا ہے رگِ جان کیلیے

لذتِ دردِ جگر کہتی ہے بیمارون سے
کوئی منت کشِ عیسیٰ نہو درمان کیلیے

دستِ وحشت کا کرم مجھ پہ لگاتار رہا
تار چھوڑا نہ کوئی جیب و گریبان کیلیے

اشک رکتے نہین رو کے سے خدا خیر کرے
کہین رونا نہ پڑے دیدۂ گریان کیلیے

کیون غمِ یار ہے تو خونِ جگر کا پیاسا
کچھ تو رہنے دے مرے دیدۂ گریان کیلیے

قدرتی حسن ہے ان بکھرے ہوے بالون مین
حاجتِ شانہ نہین زلفِ پریشان کیلیے

سچ تو یہ ہے کہ جو قائل نہین معشوق نہین
خونِ عشاق ہے غازۂ رخِ جانان کیلیے

اے فلک روز کے مہمان سے مین باز آیا
کیا کوئی اور نہ تھا گھر شبِ ہجران کیلیے

قدر کیا جانے کوئی لختِ دلِ بلبل کی
مایۂ ناز ہین یہ پھول گلستان کیلیے

تیر قاتل نے لگایا کہ شگوفہ چھوڑا
دل جگر دونون کٹے مرتے ہین پیکان کیلیے

ہر جگہ شان نئی رکھتی ہے قاتل کی ادا
باڑھ خنجر کے لیے نوک ہے پیکان کیلیے

بیوفاؤن کی محبت سے نہین باز آتا
لاؤن ناصح مین کہان سے دلِ نادان کیلیے

عمر و دولت کی دعا دل سے نکلتی ہو جلیل
اپنے آقا شہِ عثمان علیخان کیلیے

جھومتا آج مرا مستِ شباب آتا ہے / کوئی دیکھے تو کہے پی کے شراب آتا ہے

تم جو روٹھے تو سب احباب مرے روٹھ گئے / نہ چین آتا ہے کسیوقت نہ خواب آتا ہے

حرفِ مطلب کا کہین ذکر نہین نام نہین / کسقدر صاف مرے خط کا جواب آتا ہے

خوب وعدہ ہے کہ آئینگے ترے خواب مین ہم / وہ سمجھتے ہین کہ عاشق کو بھی خواب آتا ہے

لطف واخلاق وکرم کچھ نہین آتا اُن کو / ناز آتا ہے ضد آتی ہے عتاب آتا ہے

مین جو کہتا ہون کہ جاتے ہو کہان راتونکو / وہ یہ کہتے ہین نظر آپکو خواب آتا ہے

کیا تماشا ہے کہ بھرتے ہین مری آنکھونمین / سامنے آتے ہوے انکو حجاب آتا ہے

وصل کی شب بھی نہین جاگتی قسمت میری / شام ہوتے ہی تری آنکھ مین خواب آتا ہے

خیر توبہ کی ہو یارب کہ بتِ توبہ شکن / دستِ نازک مین لیے جام شراب آتا ہے

روز سوتے مین ہوا کرتا ہے دیدار نصیب / یار کو ساتھ لیے آنکھ مین خواب آتا ہے

گردشِ بخت سے لینا ہے عوض رندونکو / دیکھیے دَور مین کب جام شراب آتا ہے

عجب انداز سے آتی ہے سواری اُنکی / فتنۂ حشر بھی ہمراہِ رکاب آتا ہے

یہی آتا ہے کہ تڑپے کبھی فریاد کرے / اور کیا تجکو دلِ خانہ خراب آتا ہے

تیز ہو جاتی ہین چھریان مژہ و ابرو کی / بن کے جلاد حسینونکا شباب آتا ہے

پردہ ڈالے گا جوانی پہ لڑکپن کبتک / کہہ رہی ہین یہ نگاہین کہ شباب آتا ہے

ایسے پرکالہ آتش سے نبھیگی کیو نکر
صبحِ پیری مین جوانی کا اثر کچھ بھی نہین

جو تصور مین بھی سرگرمِ عتاب آتا ہے
خواب آتا ہے کہ انسان کا شباب آتا ہے

کنگ کوٹھی پہ وہ جوبن نظر آتا ہے جلیل
کسی معشوق پہ جس طرح شباب آتا ہے

دلجلے عشق کے ڈرتے نہین جلجانے سے
لذتِ سوزِ جگر پوچھیے پروانے سے

چشمِ ساقی کا اشارہ ہے یہ پیمانے سے
دیکھ ہشیار نہ جائے کوئی میخانے سے

دُخترِ رز حور بنی فصلِ بہار آنے سے
آج جنت کی ہوا آتی ہے میخانے سے

اک پتنگے کی اگر جان گئی جانے دو
نام تو شمع کا روشن ہوا پروانے سے

حسن دیکھا جو بتون کا تو خدا یاد آیا
راہ کعبے کی ملی ہے مجھے بتخانے سے

جو ہے قاتل کا ارادہ وہی منشا میرا
مین تڑپنے سے نہ باز آؤن وہ تڑپانے سے

ایسے موقع کے لیے ہو دلِ صد چاک مرا
پیچ زلفون کے نہ نکلین گے ترے شانے سے

رس بھری آنکھ جو دیکھی ہے تری اے ساقی
میری نیت نہین بھرتی کسی پیمانے سے

خوب مستی مین گزرتی تھی مگر وائے نصیب
ہوش نے آ کے نکالا مجھے میخانے سے

ہون وہ میکش کہ نظر بھر کے جہان دیکھ لیا
مےِ گلرنگ چھلک جاتی ہے پیمانے سے

ناصحا خوب علاجِ دلِ بیتاب کیا
بڑھ گیا اور بھی سودا ترے سمجھانے سے

کوئی معشوق جو بگڑے تو منا سکتے ہیں — دل بیتاب بہلتا نہیں بہلانے سے
داستان درد محبت کی سنی ہے جب سے — نیند آتی نہیں ان کو کسی افسانے سے
قدر عشاق کی معشوق سے پوچھے کوئی — لو لگائے ہے ہر شمع ہی پروانے سے
اب تو پینے کی بھی حاجت نہ رہی اے ساقی — ہوش اڑ جاتے ہیں خالی تری پیمانے سے
بیخبر ہو کے زمانے کی خبر رکھتا ہے — ہوشیاری کوئی سیکھے ترے دیوانے سے
جی میں آتا ہے کہ ساقی سے اجازت لیکر — دلکو شیشے سے ملوں آنکھ کو پیمانے سے
مست کرنا ہے تو خم منہ سے لگا دے ساقی — تو پلائیگا کہاں تک مجھے پیمانے سے

پارسائی کا بہت کرتے تھے اظہار جلیل
جھومتے آج چلے آتے ہیں میخانے سے

جی میں آتا تھا کروں کچھ میں شکایت تیری — اٹھکیلیاں لینے لگی دل میں محبت تیری
بیکسی میں بھی کلیجے سے لگی رہتی ہے — بیوفا تو ہے وفادار ہے الفت تیری
میں سمجھتا تھا کہ آئینہ تجھے دیگا جواب — وہ بھی حیران رہا دیکھکے صورت تیری
وہی آنکھوں میں ہے آنسو وہی لب پر فریاد — سیکڑوں بھیس بدلتی ہے محبت تیری
ہیچ سے پردہ جدائی کا اٹھایا نہ گیا — کچھ تو ہے ضعف مرا کچھ ہے نزاکت تیری
اس قدر محو تصور ہوں کہ شک ہوتا ہے — آئینے میں مری [illegible] ہے کہ صورت تیری

دل بہت تجھ سے ہے مانوس خبر اسکی نہین
ایک دن آگ لگا دیگی شرارت تیری

نشۂ عشق کسی وقت اترتا ہی نہین
مے ہے شیشے مین کہ ہے دل مین محبت تیری

لیکے آیا تھا مین ارمان ہزارون دل مین
یاد کچھ بھی نہ رہا دیکھکے صورت تیری

تھا کبھی خون مرے جسم مین لیکن ابتو
دوڑتی پھرتی ہے رگ رگ مین محبت تیری

کس قدر حسن ترقی پہ ہے اللہ اللہ
آج کچھ اور ہے کل اور تھی صورت تیری

یہ کرامت ہے ترے حسن و ادا کی ظالم
اور بڑھتی ہے ستانے سے محبت تیری

یہ دعا مانگ کے سوتا ہون مین شبکو ہر روز
جب کھلے آنکھ تو ہو سامنے صورت تیری

حسن کی قدر محبت سے ہوا کرتی ہے
مین جو بدنام ہوا ہو گئی شہرت تیری

قتل کرنا تجھے آتا تھا کہان اے قاتل
باڑھ دینے سے مری بڑھ گئی ہمت تیری

خوب نبھ جائیگی دونون مین کہ جوڑ اچھا ہے
دل ہے بیچین مرا شوخ طبیعت تیری

یا خدا لاکھ گنہگار ہو بندہ تیرا
ڈھونڈ لیتی ہے بہانہ کوئی رحمت تیری

مین سمجھتا ہون کہ ہے جنت و دوزخ کیا چیز
ایک ہے وصل ترا ایک ہی فرقت تیری

کچھ ضرورت نہین اظہار محبت کی جلیل
خود کہے دیتی ہے بیچین طبیعت تیری

اڑتے ہین ہوش ابروِ دلبر کے سامنے
کیا منہ کسی کا آئے جو خنجر کے سامنے

دعوے تھا اضطراب کا سیماب برق کو
ٹھہرا نہ ایک بھی دلِ مضطر کے سامنے

ساقی اگر مین جام سے محروم رہگیا
شکوہ کرونگا ساقیِ کوثر کے سامنے

گو زخم کھا چکا ہون مگر جی نہین بھرا
جانا پڑیگا پھر مجھے خنجر کے سامنے

ساقی کی چشمِ مست کا دھوکا ہوا اُنھین
شیشے جو سر جھکاتے ہین ساغر کے سامنے

اب سے نہ منہ لگاؤنگا توبہ کو ساقیا
کرتا ہون عہد شیشہ و ساغر کے سامنے

صیّاد کی خبر نہین بلبل غریب کو
بیٹھی ہے بھولکر جو گلِ تر کے سامنے

قاتل مری نظر مین ہے بانکی ادا تری
جھپکیگی آنکھ کیا ترے خنجر کے سامنے

تم سختیان کرو تو نہ کیون دل ہو چور چور
شیشے کی کیا بساط ہے پتھر کے سامنے

قدمون پہ لوٹ جائیگا اسکی خبر نہ تھی
دل نے خجل کیا مجھے دلبر کے سامنے

تڑپا مین وقتِ ذبح تو بولی رگِ گلو
ہونے دے سرخرو مجھے خنجر کے سامنے

بسمل جو ہو چکے ہین ترستے ہین موت کو
آتی نہین قضا ترے خنجر کے سامنے

چھپ چھپ کے تم گناہ جو کرتے ہو اے جلیل
کیونکر یہ چھپیگا داورِ محشر کے سامنے

نگاہ ناز مین او بیوفا ہے کس کس کی
کہان گریگی یہ بجلی قضا ہے کس کس کی

کوئی ہے زخم کا خواہان کوئی شہادت کا
تمہاری تیغ بھی حاجت روا ہے کس کس کی

تراخیال بھی ہے غم بھی ہے ملال بھی ہے
ذرا سا دل ہے مگر اس مین جا ہے کس کس کی

زمانہ درپئے آزار آسمان دشمن
جفائے یار مین شامل جفا ہے کس کس کی

وہ آج گھر سے جو نکلے ہین خوب بن ٹھنکر
ادا یہ کہتی ہے دیکھین قضا ہے کس کس کی

ملے ہین درد و غم و یاس خون پینے کو
مرے جگر کا لہو بھی غذا ہے کس کس کی

نقاب رخ پہ پڑی ہے یہ کوئی کیا جانے
کہ گھات مین نگہ فتنہ زا ہے کس کس کی

اسی سے ہاتھ رنگے جاتے ہین حسینون کے
ہمارا خون تمنا حنا ہے کس کس کی

بہت سے دل جو ہوئے ہین اسیر گیسو مین
وہ کہتے ہین کہ مرے سر بلا ہے کس کس کی

جو یہ ہو تو نہ پائین دل و جگر آرام
جلیل درد محبت دوا ہے کس کس کی

جیتے چلتے پھرتے جہان نظر آئے
آنکھ سے دل مین وہ اتر آئے

اسکو محو خیال کہتے ہین
کی نظر جسپہ تم نظر آئے

بزم قاتل مین جسکو آنا ہو
وہ ہتیلی پہ رکھکے سر آئے

خیر ہو دل کی آج دامن مین
چند ٹکڑے مجھے نظر آئے

مشغلہ خوب تھا تڑپنے کا
دل بھر آیا جو زخم بھر آئے

گر گئے بیخبر دو عالم سے
خوب لینے مری خبر آئے

تجھپہ آیا شباب میں سمجھا — نخل امید میں ثمر آئے
رخ جو چمکا جھپک گئیں آنکھیں — ہو جو بجلی وہ کیا نظر آئے
دی دوا جام دیکے ساقی نے — ہوش میں تو نہ عمر بھر آئے

دیکھئے داغون کا ہے وہ رنگ جلیل
باغ جیسے بہار پر آئے

اٹھکے سب تیر دل میں در آئے — اب یقین ہے مراد بر آئے
دیکھکر ان کو بیخودی چھائی — میں گیا گھر سے وہ جو گھر آئے
اس کی آنکھوں پہ میں فدا سو بار — جسکو اکبار تو نظر آئے
بزم جانان تھی ہم کو میخانہ — گئے ہشیار بیخبر آئے
اسکے جاتے ہی صبر و ہوش و قرار — چلتے پھرتے مجھے نظر آئے
وہ بھی آنکھوں میں قیامت بھی — دیکھئے کون پیشتر آئے
میں جو سویا تو جاگ اٹھی تقدیر — خواب میں تم مجھے نظر آئے
ہوش آیا مجھے تو ساقی نے — لی خبر کہکے تم کدھر آئے
دل میں آکر خدنگ ناز ان کے — خوش ہیں یوں جیسے اپنے گھر آئے

اسکی قدرت سے کیا بعید جلیل

شجرِ خشک مین ثمر آئے

حلق کے خنجر جو ترا آتا بہ گلو آتا ہے
صدقے ہونے کو رگِ جان سے لہو آتا ہے

بنکے قاتل مرے پہلو مین جو تو آتا ہے
دیکھنے والون کی آنکھون مین لہو آتا ہے

بیوفائی کا چلن سیکھ لیا دونون نے
اب نہ قابو مین دل آتا ہے نہ تو آتا ہے

توبہ کرتا ہون کبھی مین تو منانے کے لیے
جام آتا ہے مے آتی ہے سبو آتا ہے

ضبطِ گریہ سے نکلتا ہے نتیجہ اُلٹا
اشک تھمتے ہین تو آنکھون سے لہو آتا ہے

کششِ عشق سے ہے دونون کا آنا جانا
ورنہ مین آپ سے جاتا ہون نہ تو آتا ہے

اسی حسرت مین کٹی عمر ہماری قاتل
دیکھئے کب تہہِ شمشیر گلو آتا ہے

نہ اشارہ نہ کنایہ نہ تبسم نہ کلام
بنکے تصویر مرے سامنے تو آتا ہے

حسرتین دل مین مچلتی ہین نکلنے کیلیے
تیغ کھینچے ہوئے جب سامنے تو آتا ہے

تیغِ خوش آب کو مژدہ ہو کہ مقتل مین جلیل
تشنہ لب تشنہ جگر تشنہ گلو آتا ہے

تیری چتون کے شہیدون مین نا شاد بھی ہے
او مرے بھولنے والے تجھے کچھ یاد بھی ہے

آسمان لاکھ ستمگر سہی یہہ بات کہان
تو ستمگر بھی ہے ظالم ستم ایجاد بھی ہے

دلربائی کا ہو سامان مبارک تجھکو
ناز و انداز بھی ہے حسن خداداد بھی ہے

پاس ہے رازِ محبت کا جو خاموش ہون مین
ورنہ لب پر مرے نالہ بھی ہے فریاد بھی ہے

گو جدائی ہے مگر لطف ہے یکجائی کا
تو جہان ہے وہین میرا دلِ ناشاد بھی ہے

کبھی کشتہ کرے عاشق کو جلائے بھی کبھی
نگہِ ناز مسیحا بھی ہے جلاد بھی ہے

چٹکیان وصل مین لیتا ہے جدائی کا خیال
آج وہ دن ہے کہ دل شاد بھی ناشاد بھی ہے

دل مین درد و غم و اندوہ سبھی ہین لیکن
قابلِ ناز تو یہ ہے کہ تری یاد بھی ہے

دُہرے پھندے ہین ترے دم کیلئے ای بلبل
باغبان تاک مین ہی گھات مین صیاد بھی ہے

اے جلیل آج کے موقع کو غنیمت جانو
تم بھی مقتل مین ہو خنجر بھی ہے جلاد بھی ہے

دیکھا جو حُسنِ یار طبیعت مچل گئی
آنکھون کا تھا قصور چھُری دل پہ چل گئی

ہم تم ملے نہ تھے تو جدائی کا تھا ملال
اب یہ ملال ہے کہ تمنا نکل گئی

ساقی تری شراب جو شیشے مین تھی پری
ساغر مین آکے اور بھی سلچے مین ڈھل گئی

دشمن سے پھر گئی نگہِ یار شکر ہے
اک پھانس تھی کہ دل سے ہمارے نکل گئی

پینے سے کرچکا تھا مین توبہ مگر جلیل
بادل کا رنگ دیکھکے نیت بدل گئی

اک ذرا سُن تو سرِ قبر گزرنیوالے
دہن گور سے کچھ کہتے ہین مرنیوالے

کشتۂ عشق اجل سے نہین ڈرنیوالے
مرچکے یار پہ ہم اب نہین مرنیوالے

جان دیدی کسی عاشق نے تو پروا کیا ہے
تم سلامت رہو کچھ کم نہین مرنیوالے

کسی مرہم سے مرے زخم بھرینگے کیونکر
یہ تو ہین دم تری تلوار کا بھرنیوالے

جان نثارون کی بدولت جو ہوا نام اُن کا
اب یہ کہتے ہین کہ جیتے رہین مرنیوالے

مین یہ سمجھا تھا کہ وعدے کا یہ ہوگا انجام
آفرین ہے تجھے او کہکے مکرنیوالے

سب ٹھہر سکتے ہین سیماب ہو یا بجلی ہو
جگر و دل نہین سینے مین ٹھہرنیوالے

تیغِ قاتل مین ہے دریا کی روانی جب سے
موت کے گھاٹ اُترتے ہین اُترنیوالے

دل پہ صدمے جو گزرتے ہین گزرنے دو جلیل
ہم زبان سے کبھی شکوہ نہین کرنیوالے

یون تو ممکن نہین دم بھر دلِ بسمل ٹھہرے
ہان عجب کیا ہے تہہ خنجرِ قاتل ٹھہرے

دل مین جبتک نہ کوئی ناوکِ قاتل ٹھہرے
غیر ممکن ہے کہ پہلو مین مرا دل ٹھہرے

ہو مبارک تمھین اے جان مسیحا بننا
ایسی تدبیر بتاؤ کہ مرا دل ٹھہرے

واہ رے خوبیِ تقدیر ترا کیا کہنا
جان دون جسپہ وہی جان کا قاتل ٹھہرے

آتشِ رشک سے خالی نہ کسیکو دیکھا
جلگئی شمع جو تم رونقِ محفل ٹھہرے

جو اشارہ تری آنکھون نے کیا دیکھ لیا
اب ہے دشوار کہ پہلو مین مرا دل ٹھہرے

غضب انصاف ترے حسن کی سرکار میں ہے
کہ لڑے آنکھ خطاوار مرا دل ٹھہرے

شاہ عثماں کی توجہ سے مرے شعر جلیل
مایۂ ناز ہوئے فخر کے قابل ٹھہرے

بڑھکے پتھر سے حسینوں کا جگر ہوتا ہے
لاکھ فریاد کرو کون خبر ہوتا ہے

میں جو روتا ہوں تو اُس کا یہ اثر ہوتا ہے
خندہ زن مجھ پہ مرا زخم جگر ہوتا ہے

شور کرنے کا نتیجہ نہیں کچھ اے بلبل
دل میں ہو درد تو نالے میں اثر ہوتا ہے

تجھکو اے ناصح نافہم خبر کیا اسکی
گھر مٹانے سے دلِ یار میں گھر ہوتا ہے

دل جگر دونوں ہیں قاتل کے مقابل دیکھیں
کون پہلے ہدفِ تیرِ نظر ہوتا ہے

غیر ممکن ہے کہ آرام کا پہلو نکلے
دل ٹھہرتا ہے تو بیتاب جگر ہوتا ہے

لذتِ دردِ محبت نہیں ہوتی جس میں
دل وہ سنگی کا وہ پتھر کا جگر ہوتا ہے

دلِ بیتاب تڑپتا ہے مرے لینے کو
مفت بدنام ترا تیرِ نظر ہوتا ہے

شعر رخ چشموں سے جلیل آنکھ لڑایا نہ کرو
نگہِ ناز میں جادو کا اثر ہوتا ہے

ساقی بھی ہے چمن بھی ہے ٹھنڈی ہوا بھی ہے
ٹوٹے جو آج توبہ تو ہے دل مرا بھی ہے

جور و جفا کا حال تو معلوم تھا مجھے
چتون یہ کہہ رہی ہے کہ تو بیوفا بھی ہے

آرام مل رہا ہے تڑپنے سے چارہ گر
جو درد ہے مرا وہی میری دوا بھی ہے

زیبا نہین فلک تجھے شوقِ ستمگری
کوئی حسین ہو تو ستم کا مزا بھی ہے

رگ رگ پھڑک رہی ہے نیا رنگ دیکھکر
قاتل بھی ہے چھری بھی ہے میرا گلا بھی ہے

پوشیدہ حسنِ یار ہے دو دو حجاب مین
برقع کے ساتھ منہ پہ نقابِ حیا بھی ہے

زاہد کی طرح خشک مسلمان نہین ہو نہین
عشقِ بتان بھی دل مین ہے یادِ خدا بھی ہے

کسکو مٹا دیا ہے فلک نے کہ آجتک
بجلی بھی بیقرار ہے گریان گھٹا بھی ہے

مہندی مرے لہو کی مبارک ہو آپکو
رنگِ حنا بھی اسمین ہے بوئے وفا بھی ہے

تم چشمِ اشکبار کو روتے ہو کیا جلیل
اک جہان کا عذاب دلِ مبتلا بھی ہے

تڑپا کے دل مرا نگہِ یار رہگئی
تھوڑی سی چلکے آج یہ تلوار رہگئی

کیا حسن تھا کہ آنکھ سے دیکھا ہزار بار
پھر بھی نظر کو حسرتِ دیدار رہگئی

دشمن نہین تو اب غمِ دشمن ہے یار کو
کانٹا نکل گیا خلشِ خار رہگئی

محفل مین اسکی رنگ جما تھا عشق کا
تجھسے یہ بات دیدۂ خونبار رہگئی

کٹ کٹ گئے گلے بتِ قاتل کی چال پر
ایسا چلا وہ تیز کہ تلوار رہگئی

حسن و جمال کا فقط افسانہ رہگیا
یوسف رہے نہ گرمیِ بازار رہگئی

بدلا ستم کا لے نہ سکا چرخ سے جلیل
کچھ دُور جا کے آہِ شرربار رہگئی

ساقیا کیون نہ ہوس ہو مجھے میخانے کی
دل ہے شیشے کا مرا آنکھ ہے پیمانے کی

محتسب تجکو خبر کیا مرے پیمانے کی
مین جو پیتا ہون وہ ہے اور ہی میخانے کی

ساری محفل کو لُٹا کر یہ کہا ساقی نے
اک ادا اٹھی مرے چلتے ہوئے پیمانے کی

شمع پر خون کا الزام ہو ثابت کیونکر
پھونکدی لاش بھی کمبخت نے پروانے کی

آنکھوں آنکھوں مین پلا دی مرے ساقی نے مجھے
اب نہ شیشے کی ضرورت ہے نہ پیمانے کی

کھینچ کر تیغ کو پھر میان مین رکھ لیتا ہے
خوب سُوجھی تجھے قاتل مری تڑپانے کی

آپ پہلو مین جو بیٹھین تو سنبھلکر بیٹھین
دلِ بیتاب کو عادت ہے مچل جانے کی

ہمسے پیاسون کی اگر یون ہی مُدارات رہی
دھوم ہو جائیگی ساقی ترے میخانے کی

مے نہ دے خیر اجازت یہ مجھے دے ساقی
لیلون آنکھون سے بلائین ترے پیمانے کی

اشکِ خون پر ہو نہ کیون ناز مری آنکھون کو
آبرو ہے مئے گلرنگ سے پیمانے کی

مین نے پوچھا تھا کہ ہے منزلِ مقصود کہان
خضر نے راہ بتائی مجھے میخانے کی

مست کردیتی ہے پہلے ہی نگاہِ ساقی
آنکھ کے سامنے چلتی نہین پیمانے کی

تیغ رُک رُک کے جو چلتی ہے گلے پر قاتل
کچھ ادا سیکھ رہی ہے ترے شرمانے کی

بیخودی مین بھی یہی منہ سے نکلتا ہے جلیل
شیشے آباد رہین خیر ہو پیمانے کی

بدن مین دم نہ رگون مین رہا لہو باقی
مگر گلے کو ہے خنجر کی آرزو باقی

خدا کی شان وہ ہنستے ہین میرے رونے پر
رہی نہ اشکِ محبت کی آبرو باقی

سرورِ وصل سے اب تک ہے بیخودی ہمکو
تجھے تو پا گئے اپنی ہے جستجو باقی

کسیکے تارِ نظر سے یہ کام نکلے گا
جگر کے چاک کو ہے حاجتِ رفو باقی

رہین شگفتہ الٰہی یہ داغہائے جگر
کہ ان گلون مین ہے ابتک وفا کی بو باقی

امید دل مین تھی ارمان تھے تمنا تھی
اب ایک بھی نہین باقی فقط ہے تو باقی

بڑے مزے سے گزرتی ہے تیرے مستونکی
دعا یہ ہے کہ رہین ساغر و سبو باقی

گمان یہ ہے ترے کشتے کی بیقراری سے
کہ رہگئی ہو نہ کوئی رگِ گلو باقی

بقائے دل کے لیے مین دعا جو کرتا ہون
غرض یہ ہے کہ رہے تیری آرزو باقی

جلیل حسن پرستی سے کیون کرے توبہ
خدا کے فضل سے اب بھی ہین خوبرو باقی

فرقت مین بھی شگفتہ دلِ داغدار ہے
قدرت خدا کی ہے کہ خزان مین بہار ہے

دنیا کے رنج و عیش کا کیا اعتبار ہے
دو دن خزان ہے باغ مین دو دن بہار ہے

رُتبے مین وہ بلند ہے جو خاکسار ہے
دیکھا ہے بارہا کہ فلک پر غبار ہے

دیکھا یہ فرق لطف و غضب کی نگاہ مین
اِک دل مین ہے چُبھی ہوئی اک دل کے پار ہے

تڑپا جگر تو ناز سے چتون نے یہ کہا
دل تھا مرا شکار یہ تیرا شکار ہے

زخمون کے پھول کھِل گئے تلوار جب چلی
قاتل کی تیغ ہے کہ نسیم بہار ہے

اللہ کی پناہ ہے مژگانِ یار سے
ہے تو ذرا سی پھانس مگر دل کے پار ہے

لاکھون ہی پھول ہو گئے نذرِ خزان مگر
اب تک بہار پر چمنِ روزگار ہے

ہجو شراب کا تجھے واعظ ہے اختیار
اِتنا رہے خیال کہ فصلِ بہار ہے

جائے جدھر وہ سیر کو رہتا ہون ساتھ ساتھ
مین بوئے گل ہون یار نسیم بہار ہے

اچھا یہ مشغلہ ہے جدائی مین ای جلیل
وہ آئے یا نہ آئے یہان انتظار ہے

غیر کیا ناز اُٹھائینگے بہت مشکل ہے
یہ ہمارا ہے کلیجا یہ ہمارا دل ہے

جو کچھ ارشاد ہے ناصح کا بجا ہے لیکن
مین حسینون کو نہ چاہون یہ بہت مشکل ہے

داغ دیکر مرے دلکو نہ کہین کا رکھا
اب مرے کام کا یہ ہے نہ ترے قابل ہے

صبر کی تاب نہین جسکو وہ ہے دل میرا
رحم کا نام نہین جس مین وہ تیرا دل ہے

یار بھی رنگ بدلتا ہے زمانے کی طرح
وہی دم بھر مین مسیحا ہے وہی قاتل ہے

شمع کی جا دلِ عشاق جلا کرتے ہین	ہو مبارک کہ بہت گرم تری محفل ہے

تشنہ کامی کی شکایت سے مجھے کیون ہوگی جلیلؔ
مہربان مجھپہ مرا ساقیِ دریا دل ہے

نہ اشکون سے گلہ مجکو نہ شکوہ آہِ سوزان سے	ہوا ہے فاش پردہ ای جنون چاکِ گریبان سے
تجھے اے جوشِ سودا ہم مبارکباد دیتے ہین	کیا ہے دل نے پیدا سلسلہ زلفِ پریشان سے
بہت مشکل ہے اب پھندے سے بچنا طائرِ جان کا	کیا ہے دل نے پیدا سلسلہ زلفِ پریشان سے
دلِ بسمل سے کھینچا تیر کو جب تیر افگن نے	تمنائین بہت روئین گلے مل مل کے پیکان سے
چمن کی سیر تمکو اے چمن والو مبارک ہو	ہوا جنت کی آتی ہے یہان چاکِ گریبان سے
نزاکت ہو جہان ایسی وہان نظارہ کیونکر ہو	نظر کا بوجھ بھی اُٹھتا نہین رخسارِ جانان سے
عروسِ تیغ مشاطہ بنی ہے جب سے قاتل کی	حنا کا رنگ پھیکا پڑ گیا خونِ شہیدان سے
یہ جُھبار ہنے دے قاتل ہاتھ کیون اپنا دکھاتا ہی	نہ پیکان دل سے نکلیگا نہ دل نکلیگا پیکان سے
بہار آتے ہی مستی چھا گئی سارے زمانے پر	صبا اٹکھیلیان کرتی ہوئی نکلی گلستان سے
کیا اُس خاک پر سجدہ تو پایا رتبۂ عالی	نکالا آسمان ہمنے زمینِ کوے جانان سے

جلیلؔ اُس فتنہ گر نے دلپہ آخر کر لیا قبضہ
ادا سے ناز سے ترچھی نظر سے چشمِ فتان سے

گرے تھے چند قطرے خون کے جو نوکِ مژگان سے
فقط آگاہ کرنا تھا کسیکو زخمِ پنہان سے

سحر کی ہے کسے امید طولِ شامِ ہجران سے
ملا ہے سلسلہ اسکا کسی کی زلفِ پیچان سے

وہ کیا جانین کسی عاشق کو کیونکر قتل کرتے ہین
ابھی تو شرم آتی ہے انھین شمشیرِ عریان سے

ہمین دیکھو کہ ہم رویا کیے انکے ہنسانے کو
انھین دیکھو کبھی آنسو نہ پونچھے چشمِ گریان سے

قدمبوسی کا حیلہ کر کے ہم لوٹین گے قدمون پر
یہ لٹکا ہاتھ آیا ہے تری زلفِ پریشان سے

یہی دو کام اپنے رہ گئے ہین جوشِ وحشت مین
تھکے جب پاؤن چلنے سے تو ہاتھ الجھے گریبان سے

مرا دل اے صبا تجھسے شگفتہ ہو نہین سکتا
کھلا کرتا ہے یہ غنچہ ہوائے کوئے جانان سے

مین اپنے پنجۂ وحشت سے بیحد تنگ آیا ہون
کہ جب دیکھو اسے دست و گریبان ہے گریبان سے

بہت سے ہین وہان پھندے اسیرِ دام کرنے کو
نظر سے کوئی بچ نکلا تو پھانسا زلفِ پیچان سے

تمہارے چاہنے والے فدا ہونیکو حاضر ہین
لگاؤ تیغِ ابرو سے چلاؤ تیر مژگان سے

فلک اس کہنہ مشقی پر بھی یہ اقرار کرتا ہے
کہ مین نے ظلم سیکھا ہے زمینِ کوئے جانان سے

دیے ہین چشم و جان و دل خدا نے اسلیے مجکو
تجھے دیکھون مین آنکھون سے تجھے چاہون دل و جان سے

سلامت آئیگا قاصد کسے امید ہے اسکی
خدا کے گھر سے پھرتا ہے پلٹتا کوئی جانان سے

جو خود ہو مبتلا وہ مبتلا کی کیا خبر لے گا
لگی دل کی کبھی بجھتے نہ دیکھی چشمِ گریان سے

یہ وہ جا ہے جہان گردون کی گردش چل نہین سکتی
فلک کترا کے چلتا ہے زمینِ کوئے جانان سے

جنون کے ہاتھ نے کیا وصل کی تصویر کھینچی ہے — کہ بڑھکر چاکِ دامن ملگیا چاکِ گریبان سے
مٹاتا ہے جو تو اے چرخ تو احسان کر اتنا — کہ ملجائے ہماری خاکِ خاکِ کوی جانان سے

جلیل اپنی غزل کیا ہے دلِ محزون کا نوحہ ہے
مُحرّم مین کسے فرصت غمِ شاہِ شہیدان سے

دل مین آتا ہے کہ وہ سُوے جگر جاتا ہے — دیکھیے آج ترا تیر کدھر جاتا ہے
کیا کہون چھپکے وہ آنکھون سے کدھر جاتا ہے — شیشۂ دل مین پری بنکے اُتر جاتا ہے
اسطرح یاد تمہاری مرے دل مین آئی — جسطرح تیر کلیجے مین اُتر جاتا ہے
مرنیوالون سے رُکاوٹ نہین اچھی قاتل — بات رہجاتی ہے اور وقت گزر جاتا ہے
وعدۂ وصل نکرنا تھا غنیمت تیرا — یہ ستم ہے کہ زبان دیکے مُکر جاتا ہے
عشق کرنا ہو جسے سیکھ لے پروانے سے — جی سے جاتا ہے مگر نام تو کر جاتا ہے
باری باری سے تڑپنے کا مزہ لیتے ہین — لوٹ جاتا ہے جگر دل جو ٹھہر جاتا ہے
کوے جانان جسے کہتے ہین وہی جنت ہے — پھر پلٹ کر نہین آتا جو اُدھر جاتا ہے
رحم آیا نہ فلک کو نہ تجھے حیرت ہے — مُنہ سے نالہ جو نکلتا ہے کدھر جاتا ہے
کوچۂ زلف نہین ہے یہ بلا کا گھر ہے — ہوش مین آ دلِ دیوانہ کدھر جاتا ہے
بیوفا کہتے ہو دلکو مرے دلبر ہوکر — یہ تو سوچو کہ یہ الزام کدھر جاتا ہے

کوچہ گردی کوئی دیکھے ترے دیوانی کی
ہوش جاتے ہین کدھر آپ کدھر جاتا ہے

راستہ بند کیا گھر سے نکل کر تم نے
ادھر آتا ہے نہ اب کوئی ادھر جاتا ہے

قتل کا شوق نہ کیون ہو یہ سنا ہے قاتل
سر اترنے سے بڑا بوجھ اتر جاتا ہے

آپ کیون اشک بہائین مری بیتابی پر
ایسے چھینٹون سے کہین داغِ جگر جاتا ہے

داورِ حشر کے آگے ہے طلب سب کی جلیل
یہ گنہگار بھی با دیدۂ تر جاتا ہے

وصالِ یار بھی ہے دور مین شراب بھی ہے
قمر بھی ہے مرے پہلو مین آفتاب بھی ہے

نگاہِ لطف اگر ہے تو کچھ عتاب بھی ہے
تری ادا مجھے رحمت بھی ہے عذاب بھی ہے

ثبوتِ عشق کو یہ دو گواہ کافی ہین
جگر مین داغ بھی ہے دل مین اضطراب بھی ہے

غرورِ حسن تجھے جسقدر ہو زیبا ہے
خدا کے فضل سے صورت بھی ہے شباب بھی ہے

مرے لیے نہین پینے کی کچھ کمی ساقی
کہ چشمِ مست بھی ہے ساغرِ شراب بھی ہے

ستم کی چال ستم کی ادا ستم کی نگاہ
ترے ستم کا ستمگر کوئی حساب بھی ہے

شبِ فراق دو عملے مین جان رہتی ہے
ترا خیال بھی ہے انتظارِ خواب بھی ہے

یہ حسن کی نہین جادوگری تو پھر کیا ہے
کہ تیری آنکھ مین شوخی بھی ہے حجاب بھی ہے

کسیکو تاب کہان ہے کہ تجکو دیکھ سکے
جو نور ہے ترے رخ پر وہی نقاب بھی ہے

کسیکے رُخ پہ ہجومِ نظر تماشا ہے
کہ بے نقاب بھی وہ ہے تہ نقاب بھی ہے

جلیل نے تمہین چاہا تو کیا گناہ کیا
تمہین بتاؤ تمہارا کہین جواب بھی ہے

علاج کی نہین حاجت دل و جگر کیلیے
بس اک نظر تری کافی ہے عمر بھر کیلیے

نگاہِ ناز یہ کہتی ہے تیر افگن کی
کہ مین ہون دلکے لیے تیر ہے جگر کیلیے

خدا نے تجکو بنایا ہے نازنین قاتل
ادا کی تیغ ہے موزون تری کمر کیلیے

مین اپنی جان کو مٹھی مین لیکے آیا ہون
یہ نذر ہے تری جادو بھری نظر کیلیے

دکھائیے رخِ روشن تو مشکل آسان ہو
ترس رہی ہے شبِ غم مری سحر کیلیے

وہ پھر بھی حُسن پہ اپنے غرور کرتے ہین
یہ جانتے ہین کہ ہے شام ہر سحر کیلیے

فراق مین نہو ایکسی کا غم مجکو
جو تم گئے تو غش آتا رہا خبر کیلیے

وہ پونچھتے ہین مرے اشک اپنے دامن سے
یہ آبرو ہے زمانے مین کس گہر کیلیے

خدنگِ ناز نے دونون کو سرفراز کیا
مزے ہین دلکے لیے چین ہے جگر کیلیے

شبِ وصال گئی داغ دیکے فرقت کا
نیا یہ پھول کھلا دامنِ سحر کیلیے

جلیل دیدۂ خونبار سے خدا سمجھے
لہو کی بوند نہ چھوڑی دل و جگر کیلیے

کچھ لطف اُٹھایا نہ ستمگر کے ستم سے
چلتی ہوئی تلوار بھی مُنہ موڑ کے ہم سے

کچھ غم نہین محروم اگر ہون مین کرم سے
ایسا نہ ستم ہو کہ وہ باز آے ستم سے

کُشتے جو بچھڑ کتے ہین تو کہتا ہے یہ قاتل
آباد ہے مقتل مری تلوار کے دم سے

سب مجکو سمجھتے ہین کہ بیمار ہون تیرا
تو رشکِ مسیحا ہے مسیحا مرے دم سے

مٹ جایئے لیکن درِ جانان سے نہ اُٹھیے
یہ بات مرے ہاتھ لگی نقشِ قدم سے

صورت یہ اگر چاند کو ہے ناز بجا ہے
کچھ کچھ تو مُشابہ ہے ترے نقشِ قدم سے

مرتے ہین مگر اہلِ وفا کم نہین ہوتے
شاید ترے کُشتے پلٹ آتے ہین عدم سے

پردہ یہ نیا ہے یہ نئی شرم و حیا ہے
آنکھون مین وہ پھرتے بھی ہین چھپتے بھی ہین ہم سے

ہر درد کی دنیا مین دوا ہوتی ہے لیکن
اُس دل کی دوا کیا ہو جو مانوس ہو غم سے

دونون سے مجھے عشق نے آزاد کیا ہے
راحت سے نہ مین خوش ہون نہ رنجیدہ ہون غم سے

اب بادِ بہاری بھی چمن مین نہین آتی
صیاد کی بیداد سے گلچین کے ستم سے

دل غم سے بھرا ہے مجھے اس بات کا ڈر ہے
پس جاے تمنا نہ تری کثرتِ غم سے

کیون ڈر ہو قیامت کا یہ معلوم ہے مجکو
کچھ بڑھ کے نہین روزِ قیامت شبِ غم سے

اتنی ہو عنایت کہ رہون بیخود و سرشار
ساقی بس مجھے مطلب ہے زیادہ سے نہ کم سے

ذرّے سے جلیل آج ہوا مہرِ درخشان

سلطانِ دکن کی نگہِ لطف وکرم سے

ملتی نہیں کچھ اہلِ چمن کی خبر مجھے ۔ یہ چل اڑا کے تو ہی نسیمِ سحر مجھے

دل لیکے آپ دیگئے داغِ جگر مجھے ۔ یہ بات بھولنے کی نہیں عمر بھر مجھے

دینے لگا مزہ مرا دردِ جگر مجھے ۔ اب کیا غرض علاج سے ای چارہ گر مجھے

تصویرِ یار کہتی ہے دیکھیں اگر سب مجھے ۔ پتلی بنائیں آنکھ کی اہلِ نظر مجھے

پیکِ خیال کا بھی گزر اب نہیں رہا ۔ کیونکر ملے خبر تری او بیخبر مجھے

تیری زبان پہ فیصلۂ مرگ و زیست ہے ۔ کچھ کہکے آج کردے ادھر یا ادھر مجھے

کس لطف کی نظر تھی لیا جس نے دل مرا ۔ اب ڈھونڈتا ہوں ملتی نہیں وہ نظر مجھے

در پردہ کچھ اشارہ کیا ہوگا یار نے ۔ بیچین کر رہا ہے جو دردِ جگر مجھے

آنسو بہا بہا کے ڈبوئے گی آبرو ۔ تجھسے نہ تھی امید یہ اے چشمِ تر مجھے

قسمت کی ہے یہ بات کہ سرکارِ حسن سے ۔ تیغِ ادا ملی تجھے زخمِ جگر مجھے

کیونکر کہوں کہ دل کی نہیں آپکو خبر ۔ کچھ دے رہی ہے آپکی چتون خبر مجھے

کب تک جلا کرے کوئی سوزِ فراق سے ۔ اے کاش پھونکدے تری برقِ نظر مجھے

صد آفرین ہے آپکے تیرِ نگاہ کو ۔ تاکا ادھر عدو کو لٹایا ادھر مجھے

نادان ہیں پوچھتے ہیں جو مجھسے خبر تری ۔ تیری خبر ہو کیا نہیں اپنی خبر مجھے

اتنی تو ہو کسیکو شہادت کی آرزو
پڑتی گئی نگاہ بھی خنجر کے ساتھ ساتھ

باندہی جب اُسنے تیغ ہوا دردِ سر مجھے
دیتے گئے وہ مرہم زخمِ جگر مجھے

محوِ خیالِ یار ہون مَین اسقدر جلیلؔ
دیکھا جو آئنہ وہی آیا نظر مجھے

ہونے دے کامیاب دمِ امتحان مجھے
اے تیغِ ناز چھوڑ چلی تو کہان مجھے

آبِ حیات ہوگئی تیغِ روان مجھے
مرکر ملی ہے زندگیِ جاودان مجھے

ممنون ہون مین اپنے دلِ بیقرار کا
پہونچا دیا تڑپ کے کہان سے کہان مجھے

قاتل کو جانتا ہون مگر شکل دیکھکر
ہوتا نہین ہے خون کا اُسپر گمان مجھے

آئے بھی وہ تو ساتھ عدو کو لئے ہوے
فصلِ بہار ہوگئی فصلِ خزان مجھے

اُڑجائینگے دھوئین جو ذرا مین نے آہ کی
سمجھا ہے اپنے ذہن مین کیا آسمان مجھے

گردن پہ ناز کی کے رہا خونِ آرزو
قاتل نے ٹھک کے چھوڑ دیا نیمجان مجھے

در پردہ لے رہا ہے کوئی دل مین چٹکیان
دیتا ہے یہ خبر مرادِ دہان مجھے

مین وعدۂ وصال پہ سو جان سے نثار
رکھ لی ہے بات آپنے دیکر زبان مجھے

مین چپ ہون اسلئے کہ نہ افشا ہو رازِ عشق
تمکو ہے یہ گمان نہین آتی فغان مجھے

رونے پہ وہ ہنسے تو مین غیرت سے کٹ گیا
خنجر کی دہار ہوگئے اشکِ روان مجھے

ہین چشمِ یار کا ہون جو مدّاح اے جلیلؔ
کہتے ہین لوگ شاعرِ جادو بیان مجھے

موسمِ گل ہے نہ رکھ قید مین صیاد مجھے
ذبح کر ڈال جو کرتا نہین آزاد مجھے

چھیڑتا کیون ہے خدا کیلئے صیاد مجھے
تو گرفتار ہون آتی نہین فریاد مجھے

تیرے غصّے کے مین قربان ذرا پھر کہنا
سونے دیتی نہین ظالم تری فریاد مجھے

یون تو کاٹے نہین کٹتی ہے جدائی کی گھڑی
کاش ملجائے کہین تیشۂ فرہاد مجھے

کبھی بھولے سے جو آجاتی ہے نیند آنکھون مین
چٹکیان لیکے جگاتی ہے تری یاد مجھے

قدردان کوئی ستم کا نہین ملنے والا
عمر بھر یاد کرے گا ستم ایجاد مجھے

دست و بازو کی نزاکت سے بہت ڈرتا ہون
نیم بسمل نہ کہین چھوڑ دے جلّاد مجھے

کوچۂ یار سے مر مر کے ابھی نکلا تھا
لے چلا پھر اُسی جانب دلِ ناشاد مجھے

اچھی صورت نظر آتے ہی مچل جاتا ہے
کسی آفت مین نہ ڈالے دلِ ناشاد مجھے

تو بھی مُنہ موڑ گیا کام پڑا جب تجھ سے
ایسی امید نہ تھی خنجرِ جلّاد مجھے

عشقِ صیّاد کا پھندا تو بدستور رہا
فائدہ کیا جو کیا قید سے آزاد مجھے

ہین کرم کا جو سزاوار نہین ہون نہ سہی
رکھ نہ محرومِ ستم او ستم ایجاد مجھے

بھولی بھولی وہ کیا کرتے ہین باتین سب سے
چاہتے ہین کہ نہ سمجھے کوئی جلّاد مجھے

شکر ہے کیوں نہ بدلجائے شکایت میری
لطف دینے لگی ظالم تری بیداد مجھے

ساری دنیا کے خیالات تھے دل میں لیکن
جب سے ہے یاد تری کچھ نہ رہا یاد مجھے

اس زمانے میں کہاں یارِ وفادار جلیل
دےگیا داغ جدائی دلِ ناشاد مجھے

دل ہے ناوک کیلیے سینہ ہے خنجر کیلیے
رہگئی جان اکیلی وہ ہے دلبر کیلیے

الاماں اُس بُتِ قاتل سے جو یہ کہتا ہے
خونِ عشاق ہے جوہر مرے خنجر کیلیے

حسن ہوتا ہے تو آتا نہیں الزام کوئی
ظلم ہے عیب مگر وصف ہے دلبر کیلیے

سختیٔ عشق سے ٹوٹا دلِ نازک میرا
میں نہ سمجھا تھا کہ یہ شیشہ ہے پتھر کیلیے

چاند سورج کو سنورنیکی ضرورت کیا ہے
حاجتِ غازہ نہیں عارضِ دلبر کیلیے

ہو سکا چارہ گردوں سے نہ علاجِ سودا
رگِ جان میری پھڑکتی رہی نشتر کیلیے

ساقیا کب سے ترے در پہ صدا دیتا ہوں
دیدے اک جام مجھے ساقیِ کوثر کیلیے

ہاتھ رکھکر وہ مرا سوزِ جگر دیکھتے ہیں
اب تڑپنے کا ہے موقع دلِ مضطر کیلیے

خوشخرامی پہ ہزاروں کے گلے کٹتے ہیں
آپ نے چال نکھوڑی کوئی خنجر کیلیے

کیسے خوش رنگ ہیں دامن میں جگر کے ٹکڑے
ہمنے یہ پھول چُنے ہیں ترے بستر کیلیے

دلِ روشن یہ مرے فخر ہے دلبر کو جلیل

مایۂ ناز ہے آئینہ سکندر کیلیے

کچھ عجب لطف ترا تیرِ نظر رکھتا ہے
جانتا ہے وہی جو زخمِ جگر رکھتا ہے

اُس ستمگر کے تغافل پہ نہ جانا اے دل
بیخبر ہو کے زمانے کی خبر رکھتا ہے

دل تڑپتا ہے مگر جی نہین بھرتا میرا
کس قیامت کا مزا دردِ جگر رکھتا ہے

گل ہوئے چاک گریبان تو کھلا یہ عقدہ
نالۂ بلبلِ شیدا بھی اثر رکھتا ہے

لالہ و گل بھی ترے چاہنے والے نکلے
کوئی پُرخون ہے کوئی داغِ جگر رکھتا ہے

اور سب تیر تو رہتے ہین ترے ترکش مین
ناوکِ ناز مرے سینے مین گھر رکھتا ہے

تیری فرقت کا زمانہ ہے زمانے سے جدا
شامِ آفت کی مصیبت کی سحر رکھتا ہے

اپنے دلبر کے ہین قربان کہ تصویر مین بھی
پیار کی آنکھ محبت کی نظر رکھتا ہے

شاعری مین ہے عجب لطفِ خداداد جلیل
شعر اچھا ہو تو جادو کا اثر رکھتا ہے

کیا کہون مین کہ ترے عشق مین کیا ہوتا ہے
درد کا لطف تڑپنے کا مزا ہوتا ہے

تیری تلوار ہے یا بادِ بہاری قاتل
جب یہ چلتی ہے ہر اک زخم ہرا ہوتا ہے

خونِ عشاق حسینون کے لئے زینت ہے
ہاتھ مین آ کے یہی رنگِ حنا ہوتا ہے

خوش نصیبی ہے یہ اے خنجرِ قاتل تیری
کام کرتی ہے ادا نام ترا ہوتا ہے

شوقِ دیدار مین روتی ہین جو آنکھین میری
دل یہ کہتا ہے ابھی دیکھیے کیا ہوتا ہے

نیمجان چھوڑ گئی تیغِ ادا واے نصیب
اب جو مرتا ہون تو احسانِ قضا ہوتا ہے

ابتدا سوزِ جگر کی ہے اسی جانب سے
شمع جلتی ہے تو پروانہ فدا ہوتا ہے

کیا تماشا ہے کہ لڑتی تو ہین آنکھین اُنسے
اور دل مفت سزاوارِ سزا ہوتا ہے

قتل کرتا ہے مرے یار کا رخصت ہونا
تیغ کی طرح گلے ملکے جدا ہوتا ہے

اک قیامت ہے ترا وعدۂ فردا کیا ہے
ختم ہوتا ہے نہ کمبخت وفا ہوتا ہے

عشق تنہا نہین رہتا ہے کسی دل مین خلیل
درد ہوتا ہے جُدا داغ جُدا ہوتا ہے

محفلِ یار مین اب شرکتِ اغیار بھی ہے
وہ مثل ہے کہ جہان گل ہے وہان خار بھی ہے

ہان نہ رہ جائے کوئی حوصلۂ دل باقی
مین بھی ہون آپ بھی ہین ہاتھ مین تلوار بھی ہے

مین نے مانا کہ زمانے مین ہین دلدار بہت
مگر اے یار کوئی تجھسا طرحدار بھی ہے

دلِ نادان کہین صورت پہ نہ دھوکا کھانا
دلربا شکل ہے جسکی وہ دل آزار بھی ہے

تیغ کو میان مین رکھکر وہ یہ چلے مقتل سے
کاش اتنا کوئی کہدے یہ گنہگار بھی ہے

نگہِ ناز سے ہوتا ہے مریضون کا علاج
چشمِ بیمار مسیحا بھی ہے بیمار بھی ہے

اُنکو قاتل کوئی کہتا ہے تو خوش ہوتے ہین
لطف یہ ہے کہ مرے قتل سے انکار بھی ہے

اک مرے دم کیلئے تیز ہین دو دو چھریان
نگہِ یار بھی ہے ابروِ خمدار بھی ہے

خوب ہے مشغلہ نالہ و فریاد جلیل
دل کا بہلاؤ بھی ہے درد کا اظہار بھی ہے

بسمل نگاہِ ناز سے دل بھی جگر بھی ہے
نالہ بھی ہے گواہ مرا چشمِ تر بھی ہے

اللہ نے کیا مری آنکھون کو سرخرو
اشکون مین آج شرکتِ خونِ جگر بھی ہے

سینے سے مین لگائے ہون تجکو خیال مین
او دستِ ناز کچھ تجھے اپنی خبر بھی ہے

بلبل کے دم سے باغ مین دونی بہار ہے
گل بھی کھلے ہین رنگ پہ داغِ جگر بھی ہے

دلکی خوشی یہ ہے کہ لڑے آنکھ یار سے
اسپر نظر نہین کہ وہ جادو نظر بھی ہے

قائل اگر ہنسے تو شکایت کی جا نہین
خندان ہمارے حال پہ زخمِ جگر بھی ہے

شوخی بھی ہے نگاہ مین شرم و حیا کی ساتھ
آنکھ اُسکی پردہ دار بھی ہے پردہ در بھی ہے

مین وہ نہین کہ عذر کرون دل کے واسطے
دل بھی ہے نذر آپکے حاضر جگر بھی ہے

قائل ذرا سمجھکے اُٹھے دستِ امتحان
خنجر اگر اُدھر ہے تو نالہ اِدھر بھی ہے

پڑتی ہے وہ نگاہ بھی خنجر کے ساتھ ساتھ
قائل کے پاس مرہم زخمِ جگر بھی ہے

جوہر دکھائے ہین وہ تیر افگنی کے آج
کہدو کہ اک شکار تمہارا اِدھر بھی ہے

کس کس سے اپنی جان بچاؤ گے تم جلیل

تیغِ ادا کے ساتھ خدنگِ نظر بھی ہے

چھیڑنا خنجرِ قاتل کا مزا دیتا ہے
گدگدا کر مرے زخموں کو ہنسا دیتا ہے

باعثِ نالہ مری دل شکنی ہے ساقی
ٹوٹتا ہے کوئی شیشہ تو صدا دیتا ہے

یار ہنس ہنس کے یہ تیر انمک افشاں ہونا
لذتِ زخمِ جگر اور بڑھا دیتا ہے

خواہشِ وصل جو کرتا ہوں تو چرخِ ظالم
میری تقدیر کو پہلو میں سلا دیتا ہے

آگ جو دل میں دبی ہے نہ بھڑک جائے کہیں
میرے زخموں کو وہ دامن کی ہوا دیتا ہے

کیا زمانہ ہے کہ دل جسکو دیا ہے میں نے
وہ مجھے جرمِ محبت کی سزا دیتا ہے

وہ ہے پردے میں مگر ذکر ہے گھر گھر اسکا
حسن دیتا ہے تو شہرت بھی خدا دیتا ہے

داغِ دل میں نہ رہی پھول کی رنگت نہ سہی
ہے غنیمت کہ ابھی بوئے وفا دیتا ہے

ایسے معشوق سے کیا رسم بڑھائے کوئی
سر چڑھا کر جو نگاہوں سے گرا دیتا ہے

یار کے سامنے کچھ بات نہیں کیجاتی
اسکا جلوہ مجھے تصویر بنا دیتا ہے

وہ جو ملتے ہیں تو قسمت نہیں ملنے دیتی
مژدۂ وصل مرے ہوش اڑا دیتا ہے

عشق میں صحبتِ احباب کے قابل نہ رہا
درد اٹھکر مجھے محفل سے اٹھا دیتا ہے

اسکی مستی کو پہونچتا نہیں مے نوش کوئی
تو جسے شربتِ دیدار پلا دیتا ہے

عشق کی چوٹ چھپے گی نہ چھپائی سے جلیل

اشکِ گلگون دلِ پُرخون کا پتا دیتا ہے

آنکھ لڑتے ہی ہوا عشق کا آزار مجھے
چشمِ بیمار تری کرگئی بیمار مجھے

قہر ہے ظلم ہے آفت ہے بگڑنا اُس کا
ہو کے بیزار کیا جان سے بیزار مجھے

لیجئیے کام ادا سے کہ یہی موقع ہے
نیمجان چھوڑ چلی آپ کی تلوار مجھے

دیکھو زخمی تو وہ کرتے ہین مگر حیرت ہے
نظر آتی نہین چلتی ہوئی تلوار مجھے

دیکھیے جان پہ گرتی ہے کہ دل پر بجلی
دُور سے تاک رہی ہے نگہِ یار مجھے

گرچہ سو باران آنکھون سے تجھے دیکھا ہے
مگر ابتک ہے وہی حسرتِ دیدار مجھے

مجکو پروا نہین ناصح تری غمخواری کی
غم سلامت رہے کافی ہے یہ غمخوار مجھے

رشکِ یوسف جو کہا مین نے خطا مجھسے ہوی
ناز کرتا ہے سمجھکر وہ خریدار مجھے

غیر ممکن ہے کرون دل کا تقاضا تجھسے
تو ہے درکار دل اپنا نہین درکار مجھے

شیشہ و جام پہ ساقی کوئی الزام نہین
تیری آنکھین کیئے دیتی ہین گنہگار مجھے

یار ساقی ہو تو چلتا ہے ابھی دَورِ جلیل
کون کہتا ہے کہ پینے سے ہے انکار مجھے

دل ہے وہی کہ جس مین تری آرزو رہے
گُل ہے وہی کہ جس مین محبت کی بُو رہے

اشکون کے دم سے داغِ جگر کی بہار ہے
پانی نہ پائین پھول تو کیا رنگ و بُو رہے

اغیار کے خیال سے دل پاک ہوگیا
اب دل مین تو رہے کہ تری آرزو رہے

دل مین ہجومِ یاس سے میرا ہے یہ خیال
اپنی جگہ رہے کہ تری آرزو رہے

دلکو وہ توڑتے ہین خوشی کا مقام ہے
کب تک مچل مچل کے مری آرزو رہے

مین تشنہ کام تھا سب مجھے سیراب کردیا
اے تیغ آبدار تری آبرو رہے

لازم نہ تھا یہ آپکو انصاف کیجیے
ہو دل تو پائمال حنا سرخرو رہے

دیکھون تجھے تو آپ مین رہنا محال ہے
پاؤن تجھے تو اپنی مجھے جستجو رہے

یارب یہ چھُٹے نہ دامنِ قاتل سے رنگِ خون
مقتل کی یادگار ہمارا لہو رہے

جاری جو اشکِ خون ہین تو اس کا علاج کیا
آنکھون کی ہے خوشی کہ نہ دل مین لہو رہے

چشمِ خیال ہے جو سلامت تو غم نہین
پردے مین تو رہے کہ مرے روبرو رہے

قاتل خدا کرے کہ بر آئے یہ آرزو
تجھ پر نظر رہے تہِ خنجر گلو رہے

صورت یہ خوب ہے ترے چھپنے کیواسطے
پہلو مین دل رہے دلِ شیدا مین تو رہے

جامِ طہور خلد مین پینا ہے اے جلیل
کچھ کچھ ابھی سے عادتِ جام و سبو رہے

خنجرِ ناز و ادا سے نہ بچا دل کوئی
نیم جان ہے کوئی کشتہ کوئی بسمل کوئی

خون اب شوقِ شہادت کا ہوا جاتا ہے
ڈھونڈتا ہون مجھے ملتا نہین قاتل کوئی

محتسب توڑ نہ للہ بھرے شیشے کو — ٹوٹ جائے نہ کہین شوق بھرا دل کوئی

آجکل شوق ہے ناوک نگنی کا اُن کو — چاہیے روز نشانے کے لیئے دل کوئی

دستِ قاتل مین خدا رکھے عجب لذت ہے — کھا کے تلوار تڑپتا نہین بسمل کوئی

مین بھی ہون تو بھی ہے خنجر بھی رواں ہو قاتل — آج رہجائے نہ باقی ہوسِ دل کوئی

قتل کر شوق سے قاتل غمِ محشر کیسا — ہم یہ کہدینگے ہمارا نہین قاتل کوئی

بولنے سے نہین معذور تمہاری تصویر — بات یہ ہے کہ نہین بات کے قابل کوئی

مجکو تڑپا کے ادا سے یہ کہا قاتل نے — لطف کیا ہے جو کرے تیغ سے بسمل کوئی

بھولی صورت بھی دیا کرتی ہے دھوکا کیا کیا — میرے قاتل کو سمجھتا نہین قاتل کوئی

ہجر کے دن نہین کٹتے ہین کسی صورت سے — تو ہی تدبیر بتا خنجرِ قاتل کوئی

رحم کیا آئے کسیکو مری بیتابی پر — دیکھ سکتا نہین زخمِ جگر و دل کوئی

شمع جلتی ہے جلے مین تو یہی کہتا ہون — اب سوا تیرے نہین رونقِ محفل کوئی

عدل مین علم مین دانش مین سخاوت مین جلیل
شاہِ عثمان کا نہین آج مقابل کوئی

بے پیے کہتے ہین سب رندِ مے آشام مجھے — بیخودی تو نے کیا مفت مین بدنام مجھے

ساقیا دل مین جو توبہ کا خیال آتا ہے — دُور سے آنکھ دکھاتا ہے ترا جام مجھے

میں تو ساقی تری آنکھوں کے مزے لیتا ہوں — عمر بھر کے لیے کافی ہیں یہ دو جام مجھے

تمنے اس رنگ کا بیمار نہ دیکھا ہوگا — درد جب تک نہو ملتا نہیں آرام مجھے

مانعِ قتل ہوئی تیری نزاکت قاتل — سخت جانی کا ملا مفت میں الزام مجھے

میں نہ سمجھا تھا کہ مے اتنی گران قیمت ہے — پارسائی ہوئی صدقے تو ملا جام مجھے

لیچلا دل طرفِ یار خدا خیر کرے — پھر اُسی دشمنِ ایمان سے پڑا کام مجھے

کسی بیدرد کا در پردہ اشارہ ہوگا — لینے دیتا نہیں دردِ جگر آرام مجھے

دَوْرِ چلنے میں نہو دیر خدا را ساقی — اب ستاتی ہے بہت گردشِ ایّام مجھے

میں مصیبت میں پڑا شوقِ شہادت کہکر — ہر ادا دینے لگی قتل کا پیغام مجھے

درِ ساقی پہ صدا دیر سے دیتا ہے جلیلؔ
واسطہ ساقیِ کوثر کا کوئی جام مجھے

سلام

جوش رونے کا غمِ سیدِ ابرار میں ہے — دل میں جو کچھ تھا لہو دیدۂ خونبار میں ہے

دردِ دل کی سب مجھے پیہم یہ خبر دیتا ہے — تار برقی کا اثر آنسوؤں کی تار میں ہے

نگہ لطف سے مرتے ہوئے جی جاتے ہیں — تھی جو عیسیٰ میں صفت عابدِ بیمار میں ہے

کہتے تھے شوقِ شہادت میں شہِ تشنہ دہن — مجکو در کار وہ پانی ہے جو تلوار میں ہے

تیغ عباسؓ سے جلکر ہوئے ٹھنڈے لاکھوں
آگ پانی کا خزانہ اسی تلوار میں ہے

کیوں نہ اکبرؓ کیلیے ہوں گہرافشاں آنکھیں
شاہ کا لعل گھرا فوج ستمگار میں ہے

غمِ اصغرؓ میں قیامت تھی یہ ماں کی فریاد
یاخدا پھول مرا کون سے گلزار میں ہے

دلِ مضطر کا پتہ اب مرے پہلو میں کہاں
ہوئی مدت کہ وہ شبیرؓ کے دربار میں ہے

یوں دعا کرتے تھے شبیرؓ شہادت کے لیے
کیا کمی اے مرے مولا تری سرکار میں ہے

انکو مژدہ ہو جو پیاسوں کیلیے روتے ہیں
آبِ کوثر کی جھلک اشکِ عزادار میں ہے

گل وریحانِ پیمبر ہیں حسنؓ اور حسینؓ
انھیں پھولوں کی مہک خلد کی گلزار میں ہے

پاؤں زخمی ہوے کانٹوں سے تو بولے سجادؑ
کچھ عجب طرح کی لذت خلشِ خار میں ہے

روئیں کس کس کی شہادت پہ یہ دو آنکھوں سے
داغ ہی داغ دلِ عابدؑ بیمار میں ہے

بھوکے پیاسے ہوے لاکھوں سے مقابل تنہا
کیا شجاعت خلفِ حیدرِ کرارؓ میں ہے

نام شبیرؓ کی ہوتی ہے جو تکرار جلیل
لذتِ قندِ مکرر مرے اشعار میں ہے

ابتدا میں ہے یہ جفا تیری
دیکھیے کیا ہو انتہا تیری

منہ پہ تیغِ ادا کے چڑھتی ہے
موت آئی ہے اے قضا تیری

خون میرا اگر شریک ہوا
رنگ دیجاے گی حنا تیری

چوم لون منہ ترا تصور مین
دے اجازت اگر حیا تیری

دلربائی بھی رہزنی ٹھہری
چھین لیتی ہے دل ادا تیری

اب شکایت کرون کہ شکر کرون
لطف دینے لگی جفا تیری

جان لینے کو ہے ادا کافی
کیون خوشامد کرون قضا تیری

درد و غم کا ہجوم رہتا ہے
پھر بھی خالی ہے دل مین جا تیری

تجھسے ملنے پہ یہ کھلا عقدہ
کج ادائی ہے اک ادا تیری

چارہ گر کیا مٹے گا درد مرا
درد سے بڑھ کے ہے دوا تیری

دل بڑھاتا ہے بادہ خوارون کا
عمر بڑھ جائے ساقیا تیری

عشق کا آج امتحان ہے جلیلؔ
مشکل آسان کرے خدا تیری

خوب پردہ یہ نکالا ہے ستمگر تو نے
آنکھ سے چھپکے مرے دل مین کیا گھر تو نے

آفرین ہے تجھے اودسے لکے لٹانیوالے
تیر مارا نہ چلایا کوئی خنجر تو نے

مین نہ ہوتا تو نہ یہ قدر ستم کی ہوتی
نام پایا مرے باعث سے ستمگر تو نے

محتسب تجھپہ ہے دو خون کا دعویٰ مجکو
دل مرا توڑ دیا توڑ کے ساغر تو نے

بھول سکتا نہین مین اے نگہ ناز کبھی
میری رگ رگ مین چبھویا ہی جو نشتر تو نے

ساقیا کیون نہ اُتر آئے لہو آنکھون مین
میرے حصّے کا دیا غیر کو ساغر تو نے

سارے عالم مین ہے چرچا مری بیتابی کا
مجکو رکھا نہ کہین کا دلِ مضطر تو نے

حشر کے روز سب مجھے کہکے گنہگار اپنا
بات رکھہ لی مری اے داورِ محشر تو نے

بیخودی مین تھا ہم آغوش کسی سے مین جلیل
کھو دیا لطف مرا ہوش مین آکر تو نے

تیغ قاتل نے عجب رنگ جما رکھا ہے
خون کا نام ستمگر نے حنا رکھا ہے

آئنہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ معشوق ہے تو
تیری تصویر کو سینے سے لگا رکھا ہے

مین کسی اور کا شکوہ جو کرون بیجا ہے
کونسا ظلم مرے دل نے اُٹھا رکھا ہے

مشغلہ ہے یہ غنیمت شبِ تنہائی مین
درد نے دلکو تڑپنے پہ لگا رکھا ہے

آپ ہنستے ہین ہنسین آپکو زیبا ہے ہنسی
آپنے کیون مرے زخمونکو ہنسا رکھا ہے

کیا قیامت ہے کہ مشتاق بنا کر مجکو
اُسنے دیدار قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے

نگہِ مست نہین ہوش مین آنے دیتی
بے پلائے مجھے ساقی نے لٹا رکھا ہے

شاہ کی مدح سے ہے شعر مین تاثیر جلیل
ورنہ ظاہر ہے کہ الفاظ مین کیا رکھا ہے

گرچہ بیداد سے خالی نہین دلبر کوئی
غیر ممکن ہے کہ تجھسا ہو ستمگر کوئی

بادہ کش آج مرے ساتھ مرا یار بھی ہے | شرط یہ ہے کہ نہو آپ سے باہر کوئی
سخت جانی کی شکایت ہے اجل کو بیجا | جان دیدے تری ہوتے ہوے کیونکر کوئی
ساتھ چھوٹے نہ رہِ عشق مین ای شوقِ وصال | تجھسے بہتر نہ ملیگا مجھے رہبر کوئی
سرکشی چھوٹ گئی دیکھ کے آنکھین اُنکی | اب مری آنکھ مین جچتا نہین ساغر کوئی
قتل کا ڈھنگ نکالا ہے نیا قاتل نے | عُذر کرتا ہے کہ ملتا نہین خنجر کوئی
حُسن خود عشق کا مشتاق رہا کرتا ہے | دل ہے پہلو مین تو ملجائے گا دلبر کوئی
قدردانی کی حسینون سے توقع کیسی | مفت بھی تجکو نہ لیگا دلِ مضطر کوئی
بعد مدت کے وہ شمشیر بکف نکلے ہین | آج رہجائے نہ حسرت دلِ مضطر کوئی
خوش خرامی پہ تری مٹ گئے لاکھون عشاق | اس صفائی سے تو چلتا نہین خنجر کوئی
ایک تو حُسن غضب اُسپہ قیامت کا شباب | دیکھکر تجکو رہے آپ مین کیونکر کوئی

بارہا آئنہ دیکھا ہے مگر پھر بھی جلیل
وہ سمجھتے ہین کہ میرا نہین ہمسر کوئی

ملائیے نہ مجھے خاک مین خدا کیلیے | ملیگا پھر نہ کوئی آپکو جفا کیلیے
دل و جگر مرے دونون ہین دلربا کیلیے | کوئی نگہ کیلیے ہے کوئی ادا کیلیے
مرا پیام یہ پہونچا دے کوئی قاتل کو | ترس رہا ہے ترا نیمجان قضا کیلیے

امیدوار مجھے کرکے بادۂ تر کا — جواب خشک نہ دے ساقیا خدا کیلیے

خیالِ زلف نکلجائے دل سے کیا ممکن — یہ گھر ازل سے بنا ہے اسی بلا کیلیے

تمہاری تیغ کے پھل نے مزہ دیا ایسا — دہانِ زخم کھُلے رہگئے دُعا کیلیے

فلک سے تم ہوسوا تم سے بڑھکو دل میرا — ملے ہین مجکو بہت مہربان جفا کیلیے

گلے سے کاش اُترجائے خنجرِ قاتل — یہی دوا ہے مرے دردِ لا دوا کیلیے

نہ دل بچے نگہِ ناز سے نہ جان بچے — وہ ابتدا کے لئے ہے یہ انتہا کیلیے

بلا سے درد نجائے یہ غیر ممکن ہے — کہ چارہ گر کی خوشامد کرون دوا کیلیے

رقیب وعدے سے خوش ہین خبر نہین اسکی — تری زبان کا وعدہ نہین وفا کیلیے

غلط نہین ہے اگر مین کہون یہ دعوے سے — وفا ہے میرے لئے اور مین وفا کیلیے

خدا کے سامنے جانا ہے ایک روز جلیلؔ
بتون کے عشق سے توبہ کرو خدا کیلیے

توبہ کرنے سے بدلتی نہین عادت اپنی — آگئی پھر کسی کافر پہ طبیعت اپنی

خواب مین روز دکھاتے ہین وہ صورت اپنی — للہ الحمد کہ بیدار ہے قسمت اپنی

مجکو درکار وہ ساقی ہے جو دریا دل ہو — ایک دو جام سے بھرتی نہین نیت اپنی

ہر جگہ مجکو وہ بدنام کیا کرتے ہین — چاہتے ہین اسی پردے مین وہ شہرت اپنی

ہمنے کی حسن پرستی تو تجھے کیا ناصح
آنکھہ اپنی ہے دل اپنا ہے طبیعت اپنی

دستِ قاتل کی نزاکت کا یہ انجام ہوا
ہوگئی قتل تمنائے شہادت اپنی

اشک آنکھون مین تڑپ دل مین زبان پر فریاد
وجد آتا ہے مجھے دیکھکے حالت اپنی

چشمِ قاتل کو ہے اقرار کہ قاتل مین ہون
نہین محتاج شہادت کی شہادت اپنی

آپ کیون ترکِ ستم کرکے ستم ڈہاتے ہین
بندہ پرور ہے ابھی جان سلامت اپنی

ہم نہ کہتے تھے کہ آسان نہین عشق جلیل
آئینہ لیکے ذرا دیکھئے صورت اپنی

کیا ملا تمکو مرے عشق کا چرچا کرکے
تم بھی رسوا ہوئے آخر مجھے رسوا کرکے

مجھپہ تلوار کا احسان نہوا خوب ہوا
مار ڈالا تری آنکھون نے اشارا کرکے

نگہِ شوق کو مانع نہین پردہ کوئی
آپ جائینگے کہان آنکھ سے پردا کرکے

دلربائی مین حکومت کا مزا ملتا ہے
ناز کرتے ہین مرے دل پہ وہ قبضا کرکے

خونِ ناحق ہو کہ حق ہو یہ نہوگا مجھ سے
تمکو بدنام کرون خون کا دعوے کرکے

تمنے کی وعدہ خلافی تو نئی بات نہین
سبھی معشوق مکر جاتے ہین وعدا کرکے

ہر مرض کے لئے خالق نے دوا پیدا کی
مجکو بیمار کیا تجکو مسیحا کرکے

اڑ گیا رنگ جو منہدی کا تو کیا غم اُنکو
پھر جما لینگے ابھی خونِ تمنا کرکے

شکر اس بندہ نوازی کا ادا کیا ہو جلیلؔ
میرے سرکار نے رکھا مجھے اپنا کر کے

ساقیا تو جو اسے ہاتھ لگا دیتا ہے — ساغر ہوشربا ہوش اڑا دیتا ہے

رخ روشن سے وہ پردہ جو اٹھا دیتا ہے — دیکھنے والونکو تصویر بنا دیتا ہے

بیٹھنا غیر کے پہلو مین ستم ہے تیرا — درد اٹھ اٹھ کے مرے دلکو بٹھا دیتا ہے

کام لیتا ہے نگاہون سے ہمارا ساقی — آنکھون آنکھون مین کئی جام پلا دیتا ہے

بسمل تیغ ادا جب سے ہوا دل میرا — دہن زخم سے قاتل کو دعا دیتا ہے

کون کہتا ہے کہ بے فیض ہے قاتل میرا — آب خنجر سے لگی دل کی بجھا دیتا ہے

دل جو ٹوٹے تو نکیون نالۂ فریاد کرے — شیشہ ہوتا ہے شکستہ تو صدا دیتا ہے

میکشو مژدہ کہ برسات کا موسم آیا — ابر مین بادۂ گلرنگ مزا دیتا ہے

عشق کا راز ان آنکھون سے چھپے گا نہ جلیلؔ
اشک غم درد محبت کا پتا دیتا ہے

کر کے وابستۂ گیسوئے پریشان تو نے — کس بلا مین مجھے ڈالا دل نادان تو نے

تیر تو جتنے چبھے تھے وہ نکالے لیکن — میرے دل سے نہ نکالا کوئی ارمان تو نے

ہم تو در پردہ محبت کے مزے لیتے تھے — راز دل کھولدیا دیدۂ گریان تو نے

آئینے پر ہے بہت چشمِ عنایت تیری
ابھی دیکھا نہین میرا دلِ حیران تو نے

یہ نہ سمجھا کہ خدا کی ہے امانت اس مین
دل مرا چھین لیا دشمنِ ایمان تو نے

لطفِ دیدار سے محروم رہا جاتا ہون
کھو دیے ہوش مرے جلوۂ جانان تو نے

مین تو قائل ہون کرامت کا تری پیرِ مغان
دھو دیا مے سے مرا دفترِ عصیان تو نے

صبح کی فکر نہین فکر مجھے اسکی ہے
گھر مرا دیکھ لیا اے شبِ ہجران تو نے

دلکی رونق ہے حسینونکے تصور سے جلیلؔ
خوب آباد کیا خانۂ ویران تو نے

تم جو کہتے ہو کہ دلکی اب مجھے پروا کیا ہے
اپنی چتون سے تو پوچھو کہ ارادا کیا ہے

یار سے ملکے بھی ٹھہری نہ طبیعت اپنی
کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ تمنا کیا ہے

محوِ نظارہ وہ ہر وقت رہا کرتے ہین
آئنہ بین نہین معلوم تماشا کیا ہے

دل مرا چاک کیا اُسنے یہ کہکر مجھ سے
دیکھتا ہون کہ ترے دل مین تمنا کیا ہے

یہی شوخی ہے تو ٹھہرے گی نہ چہرے پہ نقاب
ایک دو روز کا پردہ ہے یہ پردا کیا ہے

آفرین حضرتِ دل آپ کی دانائی پر
یہ نہ سمجھے کہ محبت کا نتیجا کیا ہے

تیری آنکھونکے ہین اے یار کرشمے سارے
سحر کیا چیز ہے اعجازِ مسیحا کیا ہے

آئنہ دیکھکے تمنے بھی جگر تھام لیا
مجکو ہنستے تھے کہو حال تمہارا کیا ہے

تم زبان سے تو کیا کرتے ہو وعدہ لیکن	آنکھ کہتی ہے کہ وعدے کا بھروسا کیا ہے
مست کرنا ہے تو لے کام ادا سے ساقی	ورنہ خالی سے گلرنگ مین رکھا کیا ہے

اب نظر مین نہین جچتا کوئی معشوق جلیل
نہین معلوم مری آنکھ نے دیکھا کیا ہے

لیجئے پھر اُسی ظالم پہ طبیعت آئی	رحم آیا کبھی جسکو نہ مروت آئی
دونون بگڑے رہے اوٹھے رہے بیزار رہے	یار پہلو مین نہ قابو مین طبیعت آئی
دل مین رہتے ہین مگر دل پہ کوئی بار نہین	مصلحت تھی جو حسینون مین نزاکت آئی
اب نہین غیر تو ہے غیر کا ماتم اُن کو	ایک آفت جو گئی دوسری آفت آئی
اس ادا سے سرِ محشر وہ ستمگر نکلا	مین یہ سمجھا کہ قیامت مین قیامت آئی
سرخرو سب ہوئے مقتل مین مگر وائے نصیب	تیغ مین دم نہ رہا جب مری نوبت آئی
اے فلک تجھسے شکایت کا محل ہو کہ نہین	موت کو ہمنے بلایا شبِ فرقت آئی
کس جلے دل کا ہوا خون ترے کوچے مین	شمع روتی ہوئی شبکو سرِ تربت آئی
سرِ تربت ابھی آنا تھا نہ او فتنہ خرام	نیند پوری نہوئی تھی کہ قیامت آئی

سیر کی گلشنِ عالم کی بہت ہمنے جلیل
کسی گل سے نہ مگر بوئے محبت آئی

اسقدر ظلم مناسب نہین صیاد تجھے
مرغ بسمل نہ بنادے مری فریاد تجھے

لب ہین جان بخش تو خونریز ہے چتون تیری
کوئی کہتا ہے مسیحا کوئی جلاد تجھے

چاہتا ہے کوئی معشوق ہو گاہک میرا
مفت بھی کوئی نہ لیگا دل ناشاد تجھے

بیخودی ہے مجھے منظور مگر اے ساقی
ہوش اتنا رہے باقی کہ کرون یاد تجھے

ہاتھ رک جاے مگر تو نہ کہین رک جانا
میرے سر کی ہے قسم خنجر جلاد تجھے

مین بھی ہون کشتۂ انداز تغافل تیرا
او مرے بھولنے والے یہ ہے یاد تجھے

مین نہوتا تو نہوتا یہ ستم کا شہرہ
آج کہتا ہے زمانہ ستم ایجاد تجھے

نوجوانی مین یہ انداز ستم کیا کہنا
مانتا ہے فلک پیر بھی استاد تجھے

ان حسینون مین نہین کوئی خریدار ترا
مین گلے کسکے لگاؤن دل ناشاد تجھے

درد سر سے یہی آرام کی صورت ہے جلیل
کاش ملجائے کہین تیشۂ فرہاد تجھے

اشکون نے گر کے خاک پہ مٹی خراب کی
کیا کیا ہنسی اڑی مری چشم پرآب کی

اچھی ہوئی دوا یہ مرے اضطراب کی
بجلی گرا رہے ہین وہ چشم عتاب کی

واعظ کو سوجھتی نہین خوبی شراب کی
آنکھین نہون تو قدر ہو کیا آفتاب کی

نالے کا ساتھ اشک نہ دیتے تو خوب تھا
دونون نے ملکے اور بھی مٹی خراب کی

بوسہ جو لے لیا ہے تو مجھپر ہے کیون عتاب
ہے شوق کا قصور خطا اضطراب کی

رُخ سے اُٹھی نقاب تو کیا فائدہ ہوا
چلمن پڑی ہے سامنے شرم و حجاب کی

تم خوش رہو کہ پونچھ کے دامن سے اشکِ غم
رکھ لی ہے آبرو مری چشمِ پُرآب کی

واعظ مےِ طہور جو پینا ہے خلد مین
عادت ابھی سے ڈال رہا ہون شراب کی

ساقی بہار آتے ہی رنگ اور ہو گیا
گلشن کے پھول دینے لگے بُو شراب کی

چلتے ہین کس غرور سے وہ جھومتے ہوئے
کچھ کم نہین شراب سے مستی شباب کی

مستی کا اب مدار ہے ساقی کی آنکھ پر
اس جام نے شراب کی مٹی خراب کی

رندون کے ہاتھ سے نہین لوٹی یہ ساقیا
نشئے سے چور ہو گئی بوتل شراب کی

یون کہکے بیحجاب کیا ہم نے یار کو
کچھ آفتاب کو نہین حاجت نقاب کی

اکسیر پر وہ آنکھ نڈالے کبھی جلیلؔ
ملجائے جسکو خاک درِ بوترابؑ کی

بل ہے ابرو پہ لب پہ گالی ہے
جو ادا ہے تری نرالی ہے

سُن چکے آپ نالۂ پُر درد
کہیے کیسا مزاجِ عالی ہے

میری توبہ بھی ہے کوئی توبہ
جب بہار آئی توڑ ڈالی ہے

ہجرِ ساقی مین ہے یہ حال اپنا
چشمِ پُرخون ہے جام خالی ہے

کون آیا چمن مین جسپہ نثار | پتہ پتہ ہے ڈالی ڈالی ہے

سرخرو دیکھکر حنا کو تری | دل بھی مشتاقِ پائمالی ہے

پردہ غیرون سے چاہیئے ساقی | دختِ رز میری دیکھی بھالی ہے

ہے اُسی دن سے آئینہ حیران | تمپہ جس دنسے آنکھ ڈالی ہے

شمع کو تم اُٹھا دو خلوت سے | یہ ہمیشہ کی جلنے والی ہے

تونے ظالم وفا کے پردے مین | خوب طرزِ جفا نکالی ہے

کیا ٹھکانا ہے اُسکی مستی کا | جسپہ ساقی نے آنکھ ڈالی ہے

رہے آباد آصفی دربار | ایک ہی بارگاہِ عالی ہے

کیون نہ اشعار ہون بلند جلیل
شاہ نے یہ زمین نکالی ہے

حُسن کہتا ہے دلربا تو ہے | آنکھ کہتی ہے بیوفا تو ہے

تھک گئے چارہ گر دوا کرکے | یہ نہ سمجھے مری دوا تو ہے

خانۂ دل مین دخلِ غیر نہین | یا تری آرزو ہے یا تو ہے

کیا پشیمان ہون وفا کرکے | مین نہ سمجھا تھا بیوفا تو ہے

ایک سودائی ایک ہرجائی | دربدر مین ہون جا بجا تو ہے

میرے مطلب سے کیا غرض تجکو
اپنے مطلب کا آشنا تو ہے

آفتِ جان مرے لیے ایدل
ایک قاتل ہے دوسرا تو ہے

آئنہ قدر تیری کیا جانے
میری آنکھون سے پوچھ کیا تو ہے

دردِ الفت قضا سے کہتا ہے
ابتدا مین ہون انتہا تو ہے

سب ہین خواہان شراب کے تجھ سے
میرا مقصود ساقیا تو ہے

دم غنیمت ترا ہے تیغ روان
رہبرِ منزلِ وفا تو ہے

دلکی قسمت مین خون ہونا تھا
ناوکِ ناز بیخطا تو ہے

دل پہ ہو جسقدر جفا تیری
ہے گوارا کہ دلربا تو ہے

بت ستم کر رہے ہین در پردہ
عالم الغیب یا خدا تو ہے

محو ہون اس قدر تصوّر مین
شک یہ ہوتا ہے مین ہون یا تو ہے

آنکھ لڑنے لگی بتون سے جلیلؔ
ہم تو سُنتے تھے پارسا تو ہے

تیغ ادا ملی ہے جو بیداد گر تجھے
وہ زخم دے کہ یاد کرون عمر بھر تجھے

رونا ترا ڈبوئیگا اے چشمِ تر تجھے
ہنستے ابھی سے ہین لبِ زخمِ جگر تجھے

قاتل سب تجھے سمجھتے ہین سمجھا کرین رقیب
مین جانتا ہون مرہمِ زخمِ جگر تجھے

او مست ناز تیرے تغافل کے مین نثار
میری خبر تو کیا نہین اپنی خبر تجھے

ممکن نہین کہ مجھ سے قیامت مین چھپ سکے
پہچان لیگی لاکھ مین میری نظر تجھے

آنے لگا مزہ تری بیداد مین مجھے
بیداد گر کہون کہ کہون چارہ گر تجھے

بیہوش کرکے مجکو مرا دل اُڑا لیا
سوجھی یہ خوب ای نگہ فتنہ گر تجھے

اے دل سمجھ گیا مین ترے اضطراب کو
تڑپا رہی ہے لذّت درد جگر تجھے

آنکھین لڑا نہ شوخ نگاہون سے اے جلیل
ایسا نہ ہو کہ پھونکدے برق نظر تجھے

حُسن مین آفت جہان تو ہے
چال مین خنجر روان تو ہے

ہاتھ چلتا نہین دم بسمل
مجھ سے کہتے ہین سخت جان تو ہے

دونون عالم مین فرق اتنا ہے
آسمان پیر ہے جوان تو ہے

بے کہے دل کا حال روشن ہے
اے خموشی مری زبان تو ہے

اپنے گھر مین خیال ہین دل مین
ایک ہو کر کہان کہان تو ہے

دُور رہکر قریب ہون تجھ سے
دل مرا ہے وہان جہان تو ہے

دونون جانب سے پردہ داری ہے
مین ہون گمنام بےنشان تو ہے

سب سے پیاری ہے جان دنیا مین
جان سے بڑھکے جانِ جان تو ہے

آئینے پر نہین یہ چشم کرم
اپنی صورت کا قدردان تو ہے

داغ دے دیکے گل کھلاتا ہے
گلشن دل کا باغبان تو ہے

دشمنون سے مجھے نہین شکوہ
دشمن جان دل تپان تو ہے

جان کی تاک مین ہے یا دل کی
آج کیا ہے جو مہربان تو ہے

کیا برابر کا جوڑ ہے یہ جلیل
یار نازک ہے ناتوان تو ہے

تم بھی سرگرم ستم ہو فلک پیر بھی ہے
یہ سمجھ لو کہ مری آہ مین تاثیر بھی ہے

کیا کہون دل مین محبت کی نشانی کیا ہے
ہجر کا داغ بھی ہے آپکی تصویر بھی ہے

دور و نزدیک سے کرتی ہے برابر زخمی
ایک چتون تری شمشیر بھی ہے تیر بھی ہے

بات کرتی نہین مجھ سے تری تصویر کبھی
تو بھی مغرور ہے ظالم تری تصویر بھی ہے

آئنہ دیکھکے غش ہے وہ ادا پر اپنی
ناوک افگن بھی وہی ہے وہی نخچیر بھی ہے

محو ہے دیکھکے بہزاد تری صورت کو
ہے تماشا کہ مصور بھی ہے تصویر بھی ہے

دیکھیے کون اڑاتا ہے نشانہ دل کا
چشم قاتل بھی اسی تاک مین ہے تیر بھی ہے

کون صیاد کے پھندے سے نکل سکتا ہے
ایک ہی دام نہین زلف گرہگیر بھی ہے

یہ تو مانا کہ ترے بس مین ہے ساری دنیا
تو مرے بس مین ہو ایسی کوئی تدبیر بھی ہے

خون ناحق سے پڑا بوجھ پشیمانی کا
سر جھکائے ہوئے قاتل بھی ہے شمشیر بھی ہے

نگہِ لطف و غضب دیکھکے حیرت ہے مجھے
زہرِ قاتل بھی یہی ہے یہی اکسیر بھی ہے

اے جنون کوہ و بیابان مین پھرون مین کب تک
طوق بھی دیر سے مشتاق ہے زنجیر بھی ہے

اک مروت تو نہین یار کی آنکھون مین جلیل
ورنہ شوخی بھی ہے جادو بھی ہے تسخیر بھی ہے

ہے چھپنے والے تجھے خبر بھی ہے
نگہِ شوق پردہ در بھی ہے

شمع کے ساتھ مین جلون کب تک
اے شبِ غم تری سحر بھی ہے

پھانستے ہین نظر سے وہ دل کو
جال بھی ہے یہی نظر بھی ہے

کسکو سمجھون مین رازدار اپنا
دل بھی دشمن ہے چشم تر بھی ہے

دل مرا آنکھ آپکی بیمار
جو ادھر رنگ ہے اُدھر بھی ہے

محوِ نظارہ آئینہ کب تک
بندہ پرور مری نظر بھی ہے

دل عجب شے ہے راہِ الفت مین
راہزن بھی ہے راہبر بھی ہے

تم جو آنکھین مجھے دکھاتے ہو
کچھ مرے حال پر نظر بھی ہے

ایک تو شوخ ہے تری چتون
اُسپہ طرہ کہ فتنہ گر بھی ہے

دردِ دل کی دوا نہین ملتی
مین بھی حیران ہون چارہ گر بھی ہے

کچھ تو بچپن ہین وہ شوخی سے
کچھ مری آہ کا اثر بھی ہے

تیرے پیکان کو اب کہان رکھون
دل بھی صد چاک ہے جگر بھی ہے

ہے تماشا کہ دلفگارون مین
نام قاتل کا چارہ گر بھی ہے

کون توبہ شکن ہنین ساقی
مے تو مے ہے تری نظر بھی ہے

رخ ترا رات دن ہے نور افشان
مہر بھی ہے یہی قمر بھی ہے

چاہیے اک ادا بھی تیر کے ساتھ
دل اکیلا ہنین جگر بھی ہے

اس غزل کا جلیل کیا کہنا
پُر اثر بھی ہے مختصر بھی ہے

مین اپنے ہوش مین لے فتنہ گر ہنین نہ سہی
تری خبر تو ہے اپنی خبر ہنین نہ سہی

یہان تو پیکِ تصور سے کام چلتا ہے
صبا ہنین نہ سہی نامہ بر ہنین نہ سہی

کھلے ہین پھول عنادل کی سرد آہون سے
اگر چمن مین نسیمِ سحر ہنین نہ سہی

مزے کے واسطے کچھ کم ہنین خلش دل کی
جگر کے پار خدنگِ نظر ہنین نہ سہی

پھڑک رہا ہے مرا دل یہ سیر کیا کم ہے
عدو نشانۂ تیرِ نظر ہنین نہ سہی

کسی کی زلفِ مسلسل کا لطف آتا ہے
شبِ فراق کی ا بدل سحر ہنین نہ سہی

شریکِ حال تمہارا خیال رہتا ہے
تمھین خیال ہمارا اگر ہنین نہ سہی

ہمارے دل پہ نظر ہے یہی غنیمت ہے
ہمارے حال پہ تمکو نظر نہین نہ سہی

ملا ہے دل وہ مجھے درد کا جو خوگر ہے
مرے مرض کا کوئی چارہ گر نہین نہ سہی

جلیل جذبِ محبت سے کام نکلے گا
ہمارے نالۂ دل مین اثر نہین نہ سہی

زلف برہم ہے پھری جاتی ہے مژگان ہم سے
دونون ملکر نہ کہین چھین لین ایمان ہم سے

جوشِ وحشت مین نہین کون پریشان ہم سے
طوق چکر مین ہے زنجیر ہے نالان ہم سے

سخت جانی کا یہ انجام ہوا مقتل مین
ہم خجل تیغ سے ہین تیغ پشیمان ہم سے

سر چڑھایا ہے جو تونے یہ اثر اُس کا ہے
بل کی لیتی ہے تری زلفِ پریشان ہم سے

اب گریبان ہے نہ دامن ہے مگر اسپر بھی
روز رہتا ہے جنون دست و گریبان ہم سے

روٹھنے کی نہین جانان سے شکایت ہم کو
فکر یہ ہے کہ روٹھے غمِ جانان ہم سے

ظلمِ صیاد کا بدلا جو تجھے لینا ہے
سیکھ لے طرزِ فغان بلبلِ نالان ہم سے

خود جو نازک ہین تو ہر بات ہے نازک اُنکی
ٹوٹ جاتا ہے جو کرتے ہین وہ پیمان ہم سے

ہر طرف جشن کا سامان ہے بہار آنے سے
تم سے آباد گلستان ہے بیابان ہم سے

ابتو اس بات پہ دل ٹوٹ رہا ہے قاتل
اُنس رکھتا ہے ترے تیر کا پیکان ہم سے

وصل کے دن بھی خوشی کا نہین موقع اے دل
آج ہوتے ہین جدا حسرت و ارمان ہم سے

آئینے پر نظر لطف ہمارے ہوتے
اب تو دیکھا نہین جاتا یہ مری جان ہم سے

عیش و عشرت مین جو گزری تھی شب وصل جلیل
اب عوض لیتی ہے اُسکا شب ہجران ہم سے

یہی ارمان ہے ستمگر نہین ارمان کوئی
دل مین رہ رہ کے کھٹکتا ہے پیکان کوئی

مجکو صحرا سے نکلنے نہین دیتے کانٹے
کھینچتا ہے کوئی دامن تو گریبان کوئی

فرق رکھا نہ محبت نے گل و بلبل مین
کوئی ہے چاک جگر چاک گریبان کوئی

ذبح کرتے ہین نہ دیتے ہین وہ خنجر مجکو
دست نازک سے نکلتا نہین ارمان کوئی

یہی کہتے ہین جو ہین دیکھنے والے تیرے
ہمنے اس حسن کا دیکھا نہین انسان کوئی

ہو گئی ہوشربا جب سے ادا ساقی کی
شیشہ و جام کا لیتا نہین احسان کوئی

کس غضب کا ہے مزہ تیغ ادا مین قاتل
زخم کھا کھا کے تڑپتا نہین انسان کوئی

زندگی اُسکے لیے ہے جو ترا شیدا ہے
تجھپہ مرتا ہے تو مرتا نہین انسان کوئی

لطف جب ہے کہ نکالین وہ جگر سے پیکان
اور پیکان سے ہو لیتا ہوا ارمان کوئی

قتل ہونا تو ہے سو جان سے منظور مجھے
فکر یہ ہے کہ نہو دل مین پشیمان کوئی

مار ڈالا ہے شہادت کی خوشی نے مجکو
تیغ و خنجر کا مرے سر نہین احسان کوئی

پوچھتے ہین وہ مرا حال اس انداز کے ساتھ
جیسے ہو زخم جگر پر نمک افشان کوئی

چین پایا نہ کبھی حسرت و ارمان سے جلیل
اب یہ ارمان ہے کہ دل مین ہو ارمان کوئی

بُتِ نادان تجھے خبر کیا ہے
جذبۂ عشق مین اثر کیا ہے

آنکھ ملنے پہ یہ کھُلا جو ھر
اک چھُری ہے تری نظر کیا ہے

جسپہ گزری نہ ہو وہ کیا جانے
خلشِ ناوکِ نظر کیا ہے

اپنے مستون سے پوچھ اے ساقی
تیری مستی بھری نظر کیا ہے

اے فلک روے یار کے آگے
مہر کیا چیز ہے قمر کیا ہے

دل دیا اُسکو جو نہین آگاہ
دل کسے کہتے ہین جگر کیا ہے

صبح رونا ہے شام رونا ہے
تجکو منظور چشمِ تر کیا ہے

تو مسیحا سہی مگر ناصح
دردِ دل کی تجھے خبر کیا ہے

تیری صورت اگر ہے پردے مین
پھر یہ آنکھون مین جلوہ گر کیا ہے

حشر بھی آج ہو چکا برپا
اب ترا قصد فتنہ گر کیا ہے

زندگی نام ہے محبت کا
جب یہ سودا نہین تو سر کیا ہے

لذتِ زخم مجھ سے کہتی ہے
جو نہو چاک وہ جگر کیا ہے

دردِ الفت مین مبتلا ہے جلیل

چارۂ کار چارہ گر گیا ہے

زخمِ دل و جگر کا شکوہ کرون تو کس سے ‌ ‌ مین اپنے چارہ گر کا شکوہ کرون تو کس سے

دل تھا جو ایک ہمدم وہ بھی مریضِ غم ہے ‌ ‌ ناسازیٔ جگر کا شکوہ کرون تو کس سے

قاتل بھی کچھ خفا ہے خنجر بھی کچھ کھنچا ہے ‌ ‌ مین اپنے دردِ سر کا شکوہ کرون تو کس سے

زخمون سے جسنے دلکو چھلنی بنا دیا ہے ‌ ‌ اُس ناوکِ نظر کا شکوہ کرون تو کس سے

آنکھون سے چھپکے دل مین نشتر چبھو رہی ہے ‌ ‌ ظالم تری نظر کا شکوہ کرون تو کس سے

دلکو بھی ساتھ اپنے ظالم ڈبو رہی ہے ‌ ‌ کمبخت چشمِ تر کا شکوہ کرون تو کس سے

اِترا رہی ہے کیا کیا توبہ کا خون کرکے ‌ ‌ ساقی تری نظر کا شکوہ کرون تو کس سے

جب سے نگاہ اُس کی تلوار ہو گئی ہے ‌ ‌ دیتا ہے روز چرکا شکوہ کرون تو کس سے

بگڑی ہے چشمِ تر دل مین دم پہ مری بنی ہے ‌ ‌ جھگڑا ہے اپنے گھر کا شکوہ کرون تو کس سے

اُنکو ہے مجھ سے شکوہ کیون دل مرا دکھایا ‌ ‌ مین آہِ بے اثر کا شکوہ کرون تو کس سے

اُس مستِ ناز کو کچھ اپنی خبر نہین ہے ‌ ‌ مین ایسے بیخبر کا شکوہ کرون تو کس سے

دل سے نجات ملنا ہے اے جلیلؔ مشکل
ہے روگ عمر بھر کا شکوہ کرون تو کس سے

لے اُڑی پھر ہوسِ زلفِ گرہگیر مجھے ‌ ‌ غیر ممکن ہے کہ اب روک لے زنجیر مجھے

دستِ نقاش کی تعریف کرون کس مُنہ سے — تیری تصویر بنا دیتی ہے تصویر مجھے

ہین ترے ہاتھ سے مرنیکا ہنین یاد رہے — دمِ عیسیٰ ہے ستمگر دمِ شمشیر مجھے

خوش جمالون کا مرقع ہے یہ دنیا لیکن — نظر آئی نہ کہین یار کی تصویر مجھے

جب بہار آئی تو ٹھہرا نہ گیا زندان مین — پاؤن پڑ پڑ کے مناتی رہی زنجیر مجھے

یہ غلط ہے کہ تڑپتا ہون مین زخمی ہوکر — وجد آتا ہے ستمگر تہِ شمشیر مجھے

محو ہوکر تری صورت مین یہ رُتبہ پایا — کہ سمجھتا ہے زمانہ تری تصویر مجھے

کیا اسی واسطے گلشن مین بہار آئی تھی — کر گئی مفت مین وابستۂ زنجیر مجھے

تو مرے دل مین رہے دل مری پہلو مین رہے — خوب سوجھی یہ ترے وصل کی تدبیر مجھے

تیر افگن کی خوشامد تھی اسی مطلب سے — لطف دینے لگی آخر خلشِ تیر مجھے

شاہِ عثمان کو دعا دیکے یہ کہتا ہے جلیلؔ
میرے آقا نے کیا خاک سے اکسیر مجھے

سلام

ہائے شبیر نہ پائین لبِ دریا پانی — بات ایسی ہے کہ ہوتا ہے کلیجا پانی

ہان کرو دوستو رو رو کے کلیجا پانی — دلِ شبیر مین آسان نہین جا پانی

آؤ فیضِ خلفِ ساقیِ کوثر دیکھو — یہ جگہ وہ ہے جہان بھرتے ہین دریا پانی

ذکرِ شبیرؑ سے گرمائی ہوئی محفل ہے — ہان مرے دیدۂ تر آج تو برسا پانی
نامِ شبیرؑ سے ملتی ہے وہ لذت دل کو — جیسے پیاسے کو مزہ دیتا ہے ٹھنڈا پانی
دھیان رہتا ہے شہِ تشنہ دہن کا مجکو — آنکھین بھر آئین جہان سامنے آیا پانی
مقتضٰے تھا یہی سبطِ نبیؐ کے غم کا — خاک صحرا مین اُڑے اور ہو دریا پانی
آبِ شمشیر تھی پیاسون کے لیے آبِ حیات — جی اُٹھے سوکھے ہوے پھول جو پایا پانی
پیاس مین صبر تھا مقصودِ شہِ دین ورنہ — قدمِ پاک کے نیچے سے اُبلتا پانی
ایسے تر دست تھے شمشیر زنی مین عباسؑ — جسپہ اک ہاتھ پڑا اُسنے نہ مانگا پانی
رو کے پانی جو طلب کرتے تھے پیاسے بچے — یاس کہتی تھی ان آنکھون مین ہی تھوڑا پانی؟
پھوٹ کر دیتے ہین آوازِ حبابِ دریا — بحرِ ہستی کی حقیقت سے ہوا یا پانی
بھوکے پیاسون کے جو قاتل تھے نہ سوچے اتنا — ذبح کرتے ہین تو دے لیتے ہین دانا پانی
شاہ کہتے تھے کسی سے نہین شکوہ ہمکو — اپنی تقدیر مین تھی چرخ سے ایذا پانی
ذکرِ شبیرؑ سے ہوتا ہے یہ حال آنکھونکا — جسطرح دینے لگے پھوٹ کے چھالا پانی
اشکِ عاصی سے اگر پونچھ دے دامانِ کرم — کچھ قباحت تو نہین پاک ہے بہتا پانی
کربلا تک تو حرم والونکو لائے تھے حسینؑ — دیکھین لیجائے کہان اب اُنھین دانا پانی
گرچہ عباسؑ کئی روز کے پیاسے ہین مگر — رُعب وہ ہے کہ ہے شیرون کا کلیجا پانی

ساغرِ دیدۂ عباسؓ چھلک جاتے تھے
ہو کے بیتاب جو کہتی تھی سکینہؑ پانی

نہ خبر اہلِ وطن کی نہ رہائی کی امید
شام کا ملک اسیرونکو تھا کالا پانی

ڈبڈبائی ہوئی آنکھون کے مین قربان جلیل
ان پیالون مین ہے کوثر کا چھلکتا پانی

تری صورت پہ صدقے خوش جمالی ہوتی جاتی ہے
مری حالت پہ قربان خستہ حالی ہوتی جاتی ہے

تمہاری شکل خوبی مین نرالی ہوتی جاتی ہے
تمہاری شکل تصویرِ خیالی ہوتی جاتی ہے

خیالِ یار مین یہ محو ہونے کا نتیجہ ہے
ہماری شکل تصویرِ خیالی ہوتی جاتی ہے

چمن کا رنگ پیدا ہو چلا خونِ شہیدان سے
تری تیغِ ادا پھولونکی ڈالی ہوتی جاتی ہے

حسینونکو بھی عادت ہو چلی پینے پلانیکی
مے گلرنگ کیا تقدیر والی ہوتی جاتی ہے

ادا سے چلنے والے کچھ تجھے خوفِ خدا بھی ہے
ترے ہاتھون جہانکی پائمالی ہوتی جاتی ہے

نتیجہ تمنے دیکھا دل جلون پر ظلم کرنے کا
تمہاری بزم پروانون سے خالی ہوتی جاتی ہے

ترے انداز تجکو ایکدن قاتل بنا دینگے
ابھی سے ہر ادا تیری نرالی ہوتی جاتی ہے

بنے ہو تم جو ساقی میکشی سے جی نہین بھرتا
صراحی پر صراحی آج خالی ہوتی جاتی ہے

ذرا چونکا دے لے نالے جگر مین چٹکیان لیکر
مری جانب سے انکو بیخیالی ہوتی جاتی ہے

برے ہین یا بھلے پھر بھی ہمارا دم غنیمت ہے
کہ دنیا اب وفاداروں سے خالی ہوتی جاتی ہے

چمن کی سیر اور شکستِ چمن تجکو مبارک ہو
تصدق پتہ پتہ ڈالی ڈالی ہوتی جاتی ہے

کہاں تک شست وشو کرتا ہون مین اشکباری سے
تری صورت شبِ غم اور کالی ہوتی جاتی ہے

اثر ہو یا نہو یہ فائدہ کیا کم ہے نالون سے
ہماری حالتِ دل اُپنہ حالی ہوتی جاتی ہے

فلک سے کم نہو گے تم ستم ایجاد کرنے مین
خدا رکھے تمہاری فکر عالی ہوتی جاتی ہے

نئے انداز سے وہ پاؤن مین مہندی لگاتے ہین
حنا کے ساتھ دلکی پائمالی ہوتی جاتی ہے

جلیل انصاف مین جود وسخا مین قدردانی مین
عجب سرکار یہ سرکارِ عالی ہوتی جاتی ہے

ان حسینون کی ادا طرفہ ادا ہوتی ہے
جو وفا اُنسے کرے اُسپہ جفا ہوتی ہے

چارہ کر دردسری سے تجھے حاصل کیا ہے
کہین بیمارِ محبت کی دوا ہوتی ہے

خوب انصاف ہے اورنگ جمانے والے
ہاتھ ہم ملتے ہین پابوس حنا ہوتی ہے

دیکھنے کے ہین یہ سب نازونزاکت والے
ایسے پھولون مین کہین بوئے وفا ہوتی ہے

چھوٹ کر زلف کے پھندے سے یہ دل کہتا ہی
اب بلا میری گرفتارِ بلا ہوتی ہے

ظلم مین چرخ کی تقلید نہین اُنکو پسند
روز ایجاد نئی طرزِ جفا ہوتی ہے

پھنسکے دل چین سے رہنے کا نہین یاد رہے
کیون تری زلف گرفتارِ بلا ہوتی ہے

نام کرنیکے لئے رکھتے ہین خنجر معشوق
کام کرنے کے لیئے تیغ ادا ہوتی ہے

ہم تو پیتے ہین پلانے سے اُسی ساقی کے
جسکی مستانہ ادا ہوشربا ہوتی ہے

کچھ سمجھ مین نہین آتا یہ تماشا کیا ہے
ظلم کرنے سے تری قدر سوا ہوتی ہے

پینے والون سے نہین ہوش سنبھالا جاتا
مفت بدنام ہے مئے ہوشربا ہوتی ہے

روگ ہے قہر ہے آفت ہے محبت تیری
تجھپہ مرتا ہے وہی جسکی قضا ہوتی ہے

اچھی صورت کو سنورنے کی ضرورت کیا ہے
سادگی مین بھی قیامت کی ادا ہوتی ہے

میکشی ترک ہے گو ایک زمانے سے جلیلؔ
اب بھی پی لیتے ہین جس روز گھٹا ہوتی ہے

اُسکو سمجھایئے کیونکر غمِ فرقت کیا ہے
جسکو یہ بھی نہین معلوم محبت کیا ہے

جو نہ رگ رگ مین سمائے وہ محبت کیا ہے
جو نہ کھٹکے جگر و دل مین وہ حسرت کیا ہے

نازو انداز سے چلنا کوئی سیکھے تجھ سے
تیغ کیا چیز ہے خنجر کی حقیقت کیا ہے

موت بھی رو ڈھکے بیٹھی ہے مسیحا کی طرح
کس سے پوچھون کہ علاجِ تپِ فرقت کیا ہے

لاکھ سمجھایئے قابو مین کہان آئی ہے
کوئی معشوق ہے بیچین طبیعت کیا ہے

ہار شب بھر ترے سینے سے لگا رہتا ہے
رشک آتا ہے کہ پھولونکی بھی قسمت کیا ہے

محو ہون دیکھکے ساقی ترے میخانے کو
آج مجھپر یہ کھلا راز کہ جنت کیا ہے

تیغ وہ باندھنے بیٹھے تو نزاکت بولی
ایسے قاتل کے لیے تیغ کی حاجت کیا ہے

زیب و زینت نہین درکار طرحدارون کو
چاند سورج کو سنورنیکی ضرورت کیا ہے

ایسے ظالم سے بچائے کوئی کیونکر دلکو
جسکی صورت سے یہ کھلتا نہین سیرت کیا ہے

نگہ لطف کا منشا تھا فقط دل لینا
اب انھین آنکھ ملانیکی ضرورت کیا ہے

دل مرا توڑ گئے توڑ کے پیمان وفا
یہ نہ سمجھے کہ تقاضاے مروت کیا ہے

دل ترا خود مری الفت کی شہادت دیگا
مجکو اظہار محبت کی ضرورت کیا ہے

سب ادائین تو مزے کی ہین تمہاری لیکن
چٹکیان لیتے ہو تم دل مین عیادت کیا ہے

وہ ہے دلبر اُسے شوخی بھی ہے زیبا اے دل
تجکو پہلو مین مچلنے کی ضرورت کیا ہے

نیند آجاے دم ذبح تو کچھ دور نہین
کیا کہون مین تری تلوار مین لذت کیا ہے

کبھی قاتل کی خوشامد ہے کبھی خنجر کی
اک مرض ہو یہ تمناے شہادت کیا ہے

پیرہن مین تو کوئی تار سلامت نرہا
اب ارادہ ترا اے پنجۂ وحشت کیا ہے

چارہ سازون نے کیا اور بھی بیمار مجھے
یہ نہ سمجھے کہ دوا کیا ہے شکایت کیا ہے

فکر قاتل کی عبث ہے دل بیتاب تجھے
تو سلامت ہو تو قاتل کی ضرورت کیا ہے

جلوۂ حسن ترا ہوش اڑا دیتا ہے
یہی صورت ہے تو دیدار کی صورت کیا ہے

ہین سخی ابن سخی آصفِ ذیجاہ جلیل
آپکے سامنے حاتم کی حقیقت کیا ہے

نگہِ ناز تری کہتی ہے قاتل مجھ سے — تیر کا نام ہے دل ہوتے ہین بسمل مجھ سے

نگہِ ناز کا ہے لطف جبھی او ظالم — یون ملے آنکھ کہ ملجائے ترا دل مجھ سے

مین نہوتا تو نہ کھلتا کبھی جوہر تیرا — آبرو ہے تری اے خنجرِ قاتل مجھ سے

اب تمنا ہے شہادت کا خدا حافظ ہے — تیری تلوار بھی کھنچنے لگی قاتل مجھ سے

ہو مزہ تم جو اُٹھا دو رخِ روشن سے نقاب — شمع نازان ہے کہ ہے رونقِ محفل مجھ سے

ذبح ہونیکا نہین غم مجھے غم اسکا ہے — چھوٹ جائے نہ کہین دامنِ قاتل مجھ سے

لے جنون باغ سے چل کسی ویرانے کو — سُنی جاتی نہین فریادِ عنادل مجھ سے

آنکھ تیری جو پھری پھر گئی ساری دنیا — انتہا ہے کہ مخالف ہے مرادِ دل مجھ سے

جذبۂ دل کا اثر ہوکے رہا اُنپہ جلیل
انسے ہوتے ہین اشارے سرِ محفل مجھ سے

وہ سروِ قد ہے سمن بر ہے گلعذار بھی ہے — ہزار شکر کہ میرے گلے کا ہار بھی ہے

گلوے خشک مرا پوچھتا ہے قاتل سے — تری کمر مین کوئی تیغِ آبدار بھی ہے

دراز عمر ہو ساقی کی وقت پر آیا — کہ یار بھی ہے گھٹا بھی ہے سبزہ زار بھی ہے

نگاہِ مست نے دھوکے سے لیا دل کو — خبر نہ تھی کہ یہ مستی مین ہوشیار بھی ہے

وہ قتلِ عام کو نکلے ہین ای اجل کہدے — گناہگارِ محبت یہ جان نثار بھی ہے

کمال تیر کا سمجھون کہ تیر افگن کا
مرا جگر بھی نشانہ ہو دل کے پار بھی ہے

یہ وصف خاص مے خوشگوار مین دیکھا
خوشی مین یار بھی ہو غم مین غمگسار بھی ہے

کسی سے دل نہ لگاؤن تو خوش ہو ناصح
یہ پوچھیے کہ مجھے دل پہ اختیار بھی ہے

یہ دلکو پھانس کے خود بھی سما گئی دل مین
تمہاری آنکھ شکاری بھی ہو شکار بھی ہے

جگر کے داغ کو دلسوز مین سمجھتا ہون
یہی مرے دلِ رفتہ کی یادگار بھی ہے

وہ مل رہے ہین عدو سے مری جلانے کو
خبر نہین کہ یہان آہِ شعلہ بار بھی ہے

خدنگِ ناز سے تڑپا جو مین تو دل نے کہا
اسی پہ ختم نہ سمجھو نگاہ یار بھی ہے

جلا رہا ہے مجھے تم سے ہم بغل ہو کر
مرا رقیب تمہارے گلے کا ہار بھی ہے

فراق و وصل کا مضمون ہے غزل مین جلیلؔ
خزان بھی ہے مرے گلزار مین بہار بھی ہے

کہے بغیر ہے سب کیفیت عیان میری
یہ حال ہے کہ خموشی ہے خود زبان میری

یہ میکدے کی کرامت نہین تو پھر کیا ہے
مے کہن سے طبیعت ہوئی جوان میری

چمن مین بلبلِ نالان ہون دشت مین مجنون
جنون کے دم سے ہی شہرت کہان کہان میری

مجھے وہ غش مین ہوا دے رہے ہین دامن کی
بھڑک اٹھے نہ کہین سوزشِ نہان میری

تمھین نے اس سے اشارے مین کچھ کہا ہوگا
کہ ایک بھی نہین سنتا ہے آسمان میری

فغان کی طرز اگر سیکھ لی تو کیا حاصل
کہان سے لائینگے مرغِ چمن زبان میری

جو رات بھر تری محفل مین شمع جلتی ہے
زبانِ حال سے کہتی ہے داستان میری

ثنائے آصفِ والا گہر ہے کام مرا
جلیلؔ کیون نہ زبان ہو گہر فشان میری

بجورِ عُجبِ حسن سے خاموش ہے زبان میری
سنا رہے ہین لبِ زخم داستان میری

ترانہ سنجیٔ بلبل پہ وجد کرتا ہے
سُنی نہین ابھی صیاد نے فغان میری

مجھے ہجومِ تمنا سے خوف رہتا ہے
کہ پس نجائے کہین جانِ ناتوان میری

جما رہا ہون تصور کسی کا مدت سے
خدا کرے کہ نہ محنت ہو رائیگان میری

پڑا ہے کام زمانے کو دو بلاؤن سے
اُدھر نگاہ تری ہے اِدھر فغان میری

اگرچہ دشت نوردی کو اک زمانہ ہوا
زبانِ خار پہ ابتک ہے داستان میری

پسند ہے جو خموشی مجھے غرض یہ ہے
کہ رازِ دل سے نہ آگاہ ہو زبان میری

ستم سے مین نہین ڈرنے کا او کمان ابرو
ہزار تیر کا ہے توڑ اک فغان میری

جلیلؔ ناز ہے اس بات پر مرے دل کو
نگاہِ ناز کسی کی ہے قدر دان میری

ساقیا صحبتِ دیرینہ جو یاد آتی ہے
چشمِ تر صورتِ پیمانہ چھلک جاتی ہے

تیغِ قاتل نے شگوفہ یہ نیا چھوڑا ہے
دل جو روتا ہے تو زخموں کو ہنسی آتی ہے

پوچھتا ہے جو کوئی حال دلِ بسمل کا
آنکھ سے خون کی اک بوند ٹپک جاتی ہے

قتلِ عشاق سے قاتل نے یہ رتبہ پایا
کہ قضا خنجرِ قاتل کی قسم کھاتی ہے

تیرے بسمل کا کوئی پوچھنے والا نہ رہا
اب تو تلوار بھی منہ دیکھ کے رہجاتی ہے

قتلِ عشاق کو ہر چند زمانہ گزرا
دستِ قاتل سے ابھی خونکی بو آتی ہے

محفلِ عیش دمِ صبح جو برہم ہوگی
شمع کو فکر ہے ایسی کہ گھلی جاتی ہے

کس کا سر سامنے قاتل کے نہیں خم ہوتا
جھک کے تلوار بھی آداب بجالاتی ہے

بچکے چلتا ہے لحد سے جو ستمگر اپنا
اڑ کے دامن سے مری خاک لپٹ جاتی ہے

کیا مصیبت ہے کہ جسدن سے چھٹی بیہوشی
دل جلانے کے لیئے روز گھٹا آتی ہے

اور نشتر تو فقط ہیں رگِ سودا کے لیئے
نگہِ یار رگِ جان میں اتر جاتی ہے

یہ نہ سمجھو خلشِ دل سے تڑپتا ہے جلیلؔ
ناوکِ ناز کی لذت اُسے تڑپاتی ہے

وہ اُلجھیں کیوں نہ آہوں سے وہ بگڑیں کیوں نہ شیون سے
کلیجا تھام کر اُٹھنا پڑا ہے بزمِ دشمن سے

گلہ کچھ اور تو مجکو نہیں ہاں اسکا رونا ہے
کبھی تمنے مری آنسو نہ پونچھے اپنے دامن سے

جلے غیرت سے پروانے یہ سنکر شمع کا شکوہ
کبھی تمنے مری آنسو نہ پونچھے اپنے دامن سے

گلستان مین بہار آئی مرے گھر روزِ عید آیا
گلے ملنے لگا چاکِ گریبان چاکِ دامن سے

مرے پہلو مین دل میرا کئی دن سے نہین ملتا
اجازت ہو تو مین پوچھون تمہاری شوخ چتون سے

قدم جب رشک کے آگئے تو لطفِ آشنائی کیا
مری دشمن ملین اُس سے ملے جو میری دشمن سے

ہر اک سے پوچھتے کیا ہو ہمارے خون کا قصہ
یہ پوچھو اپنے خنجر سے یہ پوچھو اپنے دامن سے

تمہاری شکل اب بھی دور سے پہچانی جاتی ہے
غضب کا نور چھنتا ہے نقابِ روئے روشن سے

جوانی کی جو مین تعریف کرتا ہون تو کہتے ہین
جوانی آج آئی ہے قیامت اُن مین بچپن سے

ہمین کیا اے جنون کانٹے جو دامنگیر ہوتے ہین
نہ ہم رکھین گے دامن کو نہ وہ اُلجھین گے دامن سے

جو دل رکھتا ہے پہلو مین اُسے مشکل سی مشکل ہے
چھپانا تیری آنکھون سے بچانا تیری چتون سے

بیابان سے نکلنا اب ترے مجنون کا مشکل ہے
یہ کانٹا بھی اُلجھکر رہگیا صحرا کے دامن سے

خدا جانے حقیقت کیا ہے لیکن مین یہ سنتا ہون
اُٹھیگا فتنۂ محشر تمہاری چشمِ پُرفن سے

دمِ گریہ مرا جوشِ جنون مجھ سے یہ کہتا ہے
کہ دم بھر چلکے آنسو پونچھئے صحرا کی دامن سے

جلیل آئینۂ دل مین کدورت آ نہین سکتی
جلا دیتا ہون مین اسکو خیالِ روئے روشن سے

کسی رشکِ پری کا روئے زیبا ہم بھی دیکھین گے
بلا سے ہوش اُڑ جائین وہ جلوا ہم بھی دیکھین گے

ابھی لے دردِ دل موقع ہے تڑپانے لٹانے کا
وہ کہتے ہین کہ چلمن سے تماشا ہم بھی دیکھین گے

لب جان بخش سے تو نے بہت کشتے جلائے ہین
کسی دن مر کے او رشک مسیحا ہم بھی دیکھین گے

وہ ملتے تھے حنا ہم دیکھتے تھے شوق سے ایدل
یہ کیا معلوم تھا خون تمنا ہم بھی دیکھین گے

بتون کا دیکھنا کیا ہے نظر اپنی یہ کہتی ہے
کہ جو کچھ طور پر موسیٰ نے دیکھا ہم بھی دیکھین گے

سنا ہے آج مشتاقون کو وہ جلوہ دکھائینگے
جلیل اپنی نظر اپنا کلیجا ہم بھی دیکھین گے

چر کے دیتا ہے وہ بل کر کبھی کھچکر ہم سے
چال تلوار کی چلتا ہے ستمگر ہم سے

دل سلامت ہے تو ہین دل کے خریدار بہت
کیا بنائے گا بگڑ کر کوئی دلبر ہم سے

مے و معشوق کی صحبت بھی عجب صحبت ہے
لب بلب یار کبھی ہے کبھی ساغر ہم سے

دل لیا صبر لیا راحت و آرام لیا
اور کیا لیگی تری چشم فسونگر ہم سے

ہاتھ قاتل کا دم ذبح رکا جاتا ہے
چھیڑ سوجھی ہے قضا کو تہ خنجر ہم سے

یہ جوانی یہ ادائین یہ نزاکت یہ جمال
تمھین انصاف کرو صبر ہو کیونکر ہم سے

جستجو یار کی دیتی رہی چکر کیا کیا
مختصر یہ ہے کہ چھوٹا نہ کوئی گھر ہم سے

گردش چشم یہ کہتی ہے مرے ساقی کی
مست کرنیکا یہ چلن سیکھ لے ساغر ہم سے

درد و غم دل ہین تپش دل ہین تمنا دلمین
عشق نازان کہ آباد ہے یہ گھر ہم سے

سوز الفت نے ہمین شمع بنایا ہے جلیل

محفلِ آہ و فغان گرم ہے شب بھر ہم سے

رہتی ہے بیخودی مین تری جستجو مجھے
گم اسلیئے ہوا ہون کہ ملجائے تو مجھے

دی ہے خدا نے عشق مین وہ آبرو مجھے
اچھی نظر سے دیکھتے ہین خوبرو مجھے

تلوار جب سے کھائی ہے دل باغ باغ ہے
گلہائے زخم دیتے ہین قاتل کی بو مجھے

ممکن نہین کہ چین سے رہنے دے دو گھڑی
دل کی تلاش تجھکو تری جستجو مجھے

ہمت جواب دیتی ہے جب راہِ عشق مین
کیا کیا ابھارتی ہے تری آرزو مجھے

اتنا تو کاش رنگ جمے اتّحاد کا
دیکھون جو آپکو تو نظر آئے تو مجھے

مین کس زبان سے شکرِ شہادت ادا کرون
سرسبز تم رہو کہ کیا سرخرو مجھے

مشکل پڑے گی زخم کے ٹانکے جو کھل گئے
تڑپا نہ اسقدر دلِ بیتاب تو مجھے

صیّاد پھانسنے کا مرے کچھ مزا نہین
عادت فغان کی ہے نہ تڑپنے کی خو مجھے

ترکِ ستم نے اور ستم مجھپہ ڈھا دیا
اب فکر ہے کہ بھول گیا ہو نہ تو مجھے

مین بے بلائے آؤن مری کیا مجال ہے
لائی ہے بار بار تری آرزو مجھے

کیا حسن ہے کہ دیکھ چکا تجھکو لاکھ بار
ابتک وہی ہوس ہے وہی آرزو مجھے

زنجیر و طوق بھی نہین لیتے خبر مری
کب سے پھرا رہا ہے جنون کو بکو مجھے

دل سے نکالنا اِسے دشوار ہوگیا
اب چھوڑتی کہان ہے تری آرزو مجھے

دل چھین کر بھی صبر دل آزار کو نہین
پھر تاکتی ہے وہ نگہِ فتنہ خو مجھے

شاہِ دکن کے وصف مین ہون تر زبان جلیل
آتی نہین ہے اور کوئی گفتگو مجھے

مجھے جسدم خیالِ نرگسِ مستانہ آتا ہے
بڑی مشکل سے قابو مین دلِ دیوانہ آتا ہے

مزا دیتا ہے جب بادل سوئے میخانہ آتا ہے
صراحی جھومتی ہے وجد مین پیمانہ آتا ہے

بہارِ جام و مینا بسگئی ہے ایسی آنکھون مین
جدھر جاؤن جدھر دیکھون نظر میخانہ آتا ہے

فراقِ یار سے بڑھکر وصالِ یار آفت ہے
قریبِ شمع مرنے کے لیئے پروانہ آتا ہے

گھٹا کو دیکھکر رندونکے دل لہرائے جاتے ہین
گھٹا آتی ہے ساقی یا کوئی میخانہ آتا ہے

تری محفل کو مین اے شمع مقتل سمجھتا ہون
پلٹ کر پھر نہین جاتا ہے جو پروانہ آتا ہے

مرے جانے پہ اُٹھ جاتی ہے فوراً آنکھ ساقی کی
وہ میکش ہون کہ استقبال کو میخانہ آتا ہے

جنون انگیز کیا آب و ہوا ہے کوئے جانان کی
کہ جاتا ہے جو عاقل ہو کر وہ دیوانہ آتا ہے

مری توبہ ہے ایسی جسکو خود توبہ کی حاجت ہے
بدلجاتی ہے نیّت یاد جب میخانہ آتا ہے

صدائے قُلقُلِ مینا جتاتی ہے یہ رندونکو
کہ ہوش اپنے سنبھالو دور مین پیمانہ آتا ہے

مچلنا روٹھنا سب ہے حسین دل کا اک تماشا ہے
یہ وہ عاشق ہے جسکو نازِ معشوقانہ آتا ہے

بہار آنے پہ سب لیتے ہین رستہ باغ و صحرا کا
جو کچھ بھی ہوش رکھتا ہے سوئے میخانہ آتا ہے

کوئی ساغر بکف ہے کوئی محوِ چشمِ ساقی ہے
ہمارے ہاتھ دیکھیں کونسا پیمانہ آتا ہے

تجھے تو شوقِ مینوشی ہے مجکو رشک اسکا ہی
ترا مُنہ چومنے کو دم بدم پیمانہ آتا ہے

مزے لیتے ہوے جاتی ہیں تیری مست کیسے کو
ٹھہر جاتے ہیں رستی میں جہاں میخانہ آتا ہے

مشیت جب یوں ہیں ٹھہری تو میری کیا خطا صحیح
حرم کو ڈھونڈتا ہوں سامنے بتخانہ آتا ہے

حواس آئے ہوے پھر کھو دئے لیلیٰ نی مجنونکے
یہ کہنا تازیانہ تھا مرا دیوانہ آتا ہے

رسائی کی ہوس تجکو ہے اے دل سوچ لی اتنا
کہ زلفِ یار تک صد چاک ہوکر شانہ آتا ہے

جلیلؔ اس سے پتہ چلتا ہے دلکی بیقراری کا
کہ لب پر شعر جو آتا ہے بیتابانہ آتا ہے

اثر اتنا تو الٰہی مری فریاد کرے
میں ہوں خاموش تو نالہ مرا صیاد کرے

ہوسِ نالہ کشی کیوں دلِ ناشاد کرے
کوئی سنتا ہو جو فریاد تو فریاد کرے

بیخودی میری عوض لیگی تری غفلت کا
بھول جاؤں تجھے ایسا کہ بہت یاد کرے

گل پہ گلچیں کے ستم کا جو یہی رنگ رہا
کیا عجب بلبلِ تصویر بھی فریاد کرے

نگہِ یاس جو دیکھے دمِ بسمل قاتل
تیر مارے وہ جگر میں کہ بہت یاد کرے

خون سے ناوکِ دلدار کو سیراب کیا
اور کیا خاطرِ مہمان دلِ ناشاد کرے

کھینچتا ہے کسی مستانہ ادا کی تصویر
آج لغزش نہ کہیں خامۂ بہزاد کرے

نظرِ لطف اگر ہے تو یہی کافی ہے
تیغ و خنجر سے تواضع مری جلّاد کرے

ساتھ یارون کے قفس مین ہے مزہ گلشن کا
کاش صیاد نہ تنہا اب مجھے آزاد کرے

لطف دینے لگے صیاد کو نالے میرے
اب ہے مشکل کہ مجھے قید سے آزاد کرے

دیکھیئے ناوکِ دلدار کدھر جاتا ہے
کاش اُجڑے ہوے دلکو مری آباد کرے

دل ہو گر مائلِ فریاد تو میرا ذمّہ
شرط یہ ہے کہ نہ بیچین تری یاد کرے

کہدو اُس سے کہ تغافل کا یہ ہنگام نہین
فائدہ کیا جو مرے بعد مجھے یاد کرے

ہائے تو نے تو مرے دلکو مٹا کر چھوڑا
اب ستمگر کوئی کس دل سے تجھے یاد کرے

گل و بلبل سے دورنگی ہے چمن کی ظاہر
کوئی ہنس ہنس کے گزارے کوئی فریاد کرے

اُسکی صورت سے یہ ظالم کوئی سمجھے گا جلیل
لاکھ ایجادِ ستم وہ ستم ایجاد کرے

عجب ادا سے چمن مین بہار آتی ہے
کلی کلی سے مجھے بوئے یار آتی ہے

رفو نکر اسے اے بخیہ گر خدا کے لئے
کہ چاکِ دل سے ہوا خوشگوار آتی ہے

گلون کے چاکِ گریبان سے یہ کھلا عقدہ
جنون کا رنگ جمانے بہار آتی ہے

یہان تو لب پہ ابھی مدعا نہین آیا
وہان زبان پہ نہین بار بار آتی ہے

وہ گھر سے آج جو نکلے ہین سیرِ گل کیلیے
چمن مین دھوم ہے فصلِ بہار آتی ہے

چلا ہے تیر اُدھر سے قضا یہ کہتی ہے
دوائے دردِ دلِ بیقرار آتی ہے

شکست و فتح کا نقشہ چمن دکھاتا ہے
خزان کا کوچ ہے فصلِ بہار آتی ہے

نثار کرے جو مستی پہ اپنی ہستی کو
اُسی کو راس مئے خوشگوار آتی ہے

ہوائے سرد کے جھونکے نہین یہ بادہ کشو
نسیمِ رحمتِ پروردگار آتی ہے

قدم قدم پہ چمن عیش کا کھلاتے ہوئے
وہ آتے ہین کہ نسیمِ بہار آتی ہے

اُس انجمن مین غمِ دوجہان نہین آتا
جس انجمن مین مئے خوشگوار آتی ہے

تجھے تو ناز ہے مستانہ چال پر اپنی
ہنسی گلون کو نسیمِ بہار آتی ہے

شباب کی ہے جو آمد تو ناز کہتا ہے
کہ باغِ حُسن مین فصلِ بہار آتی ہے

شبِ فراق کی صورت کا مین نہین مشتاق
یہ میرے سامنے کیون بار بار آتی ہے

قفس مین آج غش آیا ہے کسکو اے صیاد
کہ بوئے گل لئے بادِ بہار آتی ہے

خدا غفور ہے کچھ لطف مے اٹھا زاہد
کہ روز روز کہان یہ بہار آتی ہے

پڑی عدو پہ نظر کر گئی حلال مجھے
یہ چال تجکو بھی اے تیغِ یار آتی ہے

چھُٹا ہے جب سے مرا آشیان یہ سُنتا ہون
کہ روز باغ مین فصلِ بہار آتی ہے

مزہ ہے آہ کا اشکِ روان کے ساتھ جلیل
کنارِ آب ہوا خوشگوار آتی ہے

صبا لیے خبرِ وصلِ یار آتی ہے
خزان رسیدہ چمن مین بہار آتی ہے

غرور سے جو زمین پر قدم نہین رکھتی
یہ کس گلی سے نسیمِ بہار آتی ہے

کچھ اسکی شرم کچھ اسکا لحاظ ہو کہ نہین
کہ دل مین یاد تری بار بار آتی ہے

نہ ایک روز بھی ترکِ شراب ہو ساقی
کہ ایک سال مین فصلِ بہار آتی ہے

تری وہ زلف ہے جسکی بلائین لینے کو
شمیمِ نافۂ مشکِ تتار آتی ہے

کسی کے دامنِ تر کی ہوا لگی ہے اسے
نسیمِ صبح جو مستانہ وار آتی ہے

خبر ہے تجکو بھی او چھپ کے بیٹھنے والے
مری فغان سب تجھے گھر گھر پکار آتی ہے

جگر کے داغ خبر دیتے ہین ہرے ہوکر
کہ عنقریب چمن مین بہار آتی ہے

نصیب کہتے ہین مجھ سے کہ تم رہو بیدار
ہمین تو نیند شبِ انتظار آتی ہے

یہ گل سے گال یہ حسن و جمال یہ جوبن
کسی چمن مین کب ایسی بہار آتی ہے

کچھ اختیار کسی کا نہین طبیعت پر
یہ جب یہ آتی ہے بے اختیار آتی ہے

ہجومِ رنج والم سے ہے کشمکش ایسی
کہ دل سے لب پہ فغان بار بار آتی ہے

کہو یہ نرگسِ بیمار سے مبارک ہو
مزاج پوچھنے بادِ بہار آتی ہے

اُس آئنے کی سکندر تلاش ہے مجکو
جس آئنے مین نظر شکلِ یار آتی ہے

کسیکے نذر کرون کیا سمجھکے مین تجکو
مجھے تو شرمِ دلِ داغدار آتی ہے

قضا شریک ہنو اور کام چل جاے — کوئی ادا بتجھے ایسی بھی یار آتی ہے

کہیں رُلائے نہ تمکو رقیب کے غم مین — تمہارے لب پہ ہنسی بار بار آتی ہے

جلیل میرے وہ سرکار ہین خدا رکھے
زبان پہ جنکی ثنا بار بار آتی ہے

نہ یہ جنون تھا نہ لسے دل یہ اضطراب مجھے — خراب تو نے کیا خانمان خراب مجھے

وہ کہتے ہین کہ نہین حاجتِ شراب مجھے — شراب سے ہے سوا نشۂ شباب مجھے

یہ بانکپن ہے کہ مین جب کوئی سوال کرون — زبانِ تیغ سے دیتا ہے وہ جواب مجھے

کسی کے بوسۂ لب نے مزا دیا ایسا — کہ رفتہ رفتہ کیا خوگرِ شراب مجھے

گلے لگا کے اسے خونِ دل پلایا ہے — کریگا یاد بہت خنجرِ خوش آب مجھے

محبت ایکطرف سے مزا نہین دیتی — کچھ اضطراب تجھے ہو کچھ اضطراب مجھے

ہوا جواب کا خواہان جو اُن کو خط لکھکر — مری امید نے پہلے دیا جواب مجھے

مین اپنے منہ سے کرون کیا سوال ساقی سے — زبانِ حال ہے گویا کہ دے شراب مجھے

یہی سبب ہے جو لذت ہے بیقراری مین — ملا ہے یار کی شوخی سے اضطراب مجھے

جلن یہ کب کی نکالی ہے ساقیا تو نے — شراب غیر کو دیکر کیا کباب مجھے

سوالِ وصل کو ٹالا ہے کس صفائی سے — دیا جواب کہ آتا نہین جواب مجھے

مری نگاہ کو محروم دید رکھتی ہے — رقیب جانتی ہے یار کی نقاب مجھے
تجھے تو بھول بھی جاؤن مگر یہ مشکل ہے — کہ بھول جائے ترا حسنِ لاجواب مجھے

جلیل پیرِ مغان کی خصوصیت کیا ہے
مرید ہون مین اُسیکا جو دے شراب مجھے

ابھی سے آفتِ جان ہے ادا ادا تیری — یہ ابتدا ہے تو کیا ہوگی انتہا تیری
مری سمجھ مین یہ قاتل نہ آجتک آیا — کہ قتل کرتی ہے تلوار یا ادا تیری
نقاب لاکھ چھپائے وہ چھپ نہین سکتی — مری نظر مین جو صورت ہے دلربا تیری
کچھ آبِ تیغ ہوا ے چارہ گر تو کام چلے — مرے گلے سے اُترتی نہین دوا تیری
لہو کی بوند بھی اے تیرِ یار دل مین نہین — یہ فکر ہے کہ تواضع کرون مین کیا تیری
سنگھا رہی ہے مجھے غش مین نکہت گیسو — خدا دراز کرے عمر اے صبا تیری
ادا یہ ناز تو ہوتا ہے سب حسینون کو — قضا کو ناز ہے جسپر وہ ہے ادا تیری
ستم شعار کوئی جانتا نہ تھا تجکو — مری وفا سے ہوئی نامور جفا تیری

جلیل یار کے در تک گزر نہین نہ سہی
ہزار شکر کہ ہے اُسکے دل مین جا تیری

کریگا سرخرو کسکو جو اے خنجر رواں تو ہے — یہ کسکا بخت چمکا ہے کہ جسپر مہربان تو ہے

تصدق جان ہے جسپر وہ اے جانِ جہان تو ہے
مرے گلزارِ مقصد کی بہارِ جاودان تو ہے

دلِ بسمل یہ کہتا ہے لپٹ کر تیرِ قاتل سے
مرے گلزارِ مقصد کی بہارِ جاودان تو ہے

رہا شکوہ نہ اب زخمِ جگر کو بے زبانی کا
دہانِ زخم مین اے خنجرِ قاتل زبان تو ہے

کوئی سفاک کہتا ہے کوئی جلاد کہتا ہے
مرا دعویٰ تو یہ ہے مرہمِ زخمِ نہان تو ہے

ترا رنگ تلوّن بھی نرالی شان رکھتا ہے
ابھی تو آفتِ جان تھا ابھی آرامِ جان تو ہے

ستم پرور ستم گستر ستم پیشہ ستم آرا
کلامِ مختصر یہ ہے زمین پر آسمان تو ہے

کمان کے زور سے چلتے ہین جتنے تیر چلتے ہین
مگر اے غمزۂ خونریز تیرِ بے کمان تو ہے

غرورِ حسن گو بیجا ہے لیکن تجکو زیبا ہے
کہ دلبر ہے حسین ہے نازنین ہے نوجوان تو ہے

ترے جلوے نے بیخود کر کے اچھا تفرقہ ڈالا
خدا جانے کہان مین ہون خدا جانے کہان تو ہے

بہت اچھا کیا گھر کر لیا تو نے مرے دل مین
مجھے تو ہے خوشی اسکی جہان مین ہون وہان تو ہے

بھری محفل مین آنسو شمعِ محفل کے نہین تھمتے
کسی نے کہدیا ہے رات بھر کی میہمان تو ہے

شفا ہو یا نہو میرے لیے یہ بات کیا کم ہے
مریضِ درد و غم مین ہون مسیحائے جہان تو ہے

ترا ہمسر کوئی طرزِ ستم مین ہو نہین سکتا
فلک کا نام کیا لون پیر ہے وہ نوجوان تو ہے

نہ کچھ کہنے کی طاقت ہے نہ کچھ کہنے کی حاجت ہے
بہلا ہو خامشی تیرا زبانِ بیزبان تو ہے

کمان و تیر کی حاجت نہین اُس تیر افگن کو
مژہ کہتی ہے ابروسے مین ناوک ہون کمان تو ہے

جلیل اچھا جمایا رنگ تو نے آ کے گلشن مین
اُدھر ہے نالہ کش بلبل اِدھر گرم فغان تو ہے

درد سے واقف نہ تھے غم سے شناسائی نہ تھی
ہائے کیا دن تھے طبیعت جب کہین آئی نہ تھی

یاد ہین وہ دن کہ تمکو دلبری آئی نہ تھی
آنکھ مین جادو نہ تھا لب مین مسیحائی نہ تھی

سچ کہا زاہد یہ تو نے زہرِ قاتل ہے شراب
ہم بھی کہتے تھے یہی جب تک بہار آئی نہ تھی

بیقراری کیون نہو تازہ شکارِ عشق ہون
چوٹ وہ کھائی ہے دلپر جو کبھی کھائی نہ تھی

مین بھی اُسپر مر مٹا ناصح تو کیا بیجا کیا
اک مجھے سودا تھا دُنیا بھر تو سودائی نہ تھی

زخم کھائے ہین تو دل کا رنگ ہی کچھ اور ہے
اس گلستان مین کبھی ایسی بہار آئی نہ تھی

میری بدنامی سے تمکو خوش نہونا چاہیئے
قیس رُسوا تھا تو کیا لیلےٰ کی رُسوائی نہ تھی؟

ایک دن دیکھی تھی اُسنے وحشتِ مجنون کی سیر
پھر تو لیلےٰ خود تماشا تھی تماشائی نہ تھی

رات اشکون نے مری آنکھون پہ قبضہ کر لیا
ملگئی خالی جگہ اُنکو کہ نیند آئی نہ تھی

کیا غرض تھی کیون وہ ٹھکراتی ہماری لاش کو
جان لینا فرض تھا لازم مسیحائی نہ تھی

اب مرے لاشے پہ آتے شرم آتی ہے تمھین
ذبح کرنے کو جب آئے تب حیا آئی نہ تھی

آصفِ سابع رہین آباد جن کے فیض سے
آبرو مین نے وہ پائی جو کبھی پائی نہ تھی

رندِ صہبائی ہون یا جامی ہون یا حافظ جلیل

روح کس شاعر کی مست جام مینائی نہ تھی

یاس کا عالم نہ تھا یا بیکسی چھائی نہ تھی
سو بلائین تھین شب غم ایک تنہائی نہ تھی

اپنے کشتونکو جلا کر تمنے پھر کشتہ کیا
یہ تو ایک تیغ آزمائی تھی مسیحائی نہ تھی

درد و غم کے ساتھ کاٹین ہمنے راتین ہجر کی
تھی مزے کی اپنی تنہائی کہ تنہائی نہ تھی

صبح کو جاتے ہی اُنکے سو گئی قسمت مری
رات ساری جاگتے گزری تھی نیند آئی نہ تھی

نالہاے دلکو آزادی کا موقع مل گیا
ضبط کی طاقت نہ تھی تاب شکیبائی نہ تھی

کل جو مقتل مین گلا میرا نہ اُنسے کٹ سکا
آج یہ فقرہ تراشا ہے قضا آئی نہ تھی

ظلم سے آخر شکایت آپ کی کرنی پڑی
وہ شکایت جو مرے لب پر کبھی آئی نہ تھی

آہ نکلی دل جگر سے اشک نکلے آنکھ سے
روک لیتے ہم اُنھین اتنی توانائی نہ تھی

آپ سے باہر ہوئے تھے جستجوئے یار مین
پھر ہم آتے آپ مین اُتنی توانائی نہ تھی

خون وہ میرا بہا کر ہو رہے ہین باغ باغ
کہتے ہین اب تک طبیعت رنگ پر آئی نہ تھی

بوسہ لینے مین قسم کا پاس ہوتا کیون مجھے
آپ نے کھائی تھی کچھ مین نے قسم کھائی نہ تھی

لطف سے گزری ہماری خانۂ صیاد مین
ہم قفس تھے اور بھی کچھ قید تنہائی نہ تھی

کر دیا بیہوش سبکو اک نگاہ مست سے
خلوت آرائی تھی انکی محفل آرائی نہ تھی

ساتھ جانے کیلیے تھا صبر کیسا بیقرار
وہ اُدھر اُٹھے اِدھر تاب شکیبائی نہ تھی

آئنہ بھی سامنے اُنکے تھا ہم بھی تھے جلیلؔ
سکو سکتہ تھا کسی مین تاب گویائی نہ تھی

ظالم تجھون سے آنکھ لگائی نہ جائیگی
پتھر کی چوٹ دل سے اُٹھائی نہ جائیگی

ہونے دو ہو رہے ہین جو الفت کے تذکرے
بگڑوگے تم تو بات بنائی نہ جائیگی

کہدو یہ شمع سے کہ عبث تو ہے اشکبار
پانی سے دل کی آگ بجھائی نہ جائیگی

چلمن ہو یا نقاب ہو یا پردۂ حیا
صورت تری کسی سے چھپائی نہ جائیگی

دستِ طلب دراز کرے گی جو تیغِ ناز
دیدونگا جان آنکھ چرائی نہ جائیگی

یارب عطا ہو شربتِ دیدار حشر مین
کوثر سے میری پیاس بجھائی نہ جائیگی

آنکھین خدا نے دی ہین تو دیکھین گے حسنِ یار
کب تک نقاب رخ سے اُٹھائی نہ جائیگی

اے تیغ تو ہزار چلے بانکپن کے ساتھ
قاتل کی چال تجھ سے اُڑائی نہ جائیگی

ممکن ہے تیرِ ناز سے دل کو بچا بھی لون
لیکن نظر کی چوٹ بچائی نہ جائیگی

محفل مین کب اُٹھاتے ہین چہرے سے وہ نقاب
کہتے ہین مجھ سے شمع جلائی نہ جائیگی

اُس بت کو چھیڑ کر سخنِ سخت کیون سنون
مین ناتوان ہون بات اُٹھائی نہ جائیگی

توبہ کو منہ لگا کے خجل ہوگئے تم جلیلؔ
جام و سبو سے آنکھ ملائی نہ جائیگی

کھینچیے تیغ اگر آپ ہین ہمت والے ‌ — قتل کو جشن سمجھتے ہین محبت والے

رحم آتا نہین بلبل کی فغان پر گل کو — دل کے پتھر ہین یہ سب ناز و نزاکت والے

دیکھیے کب تری تلوار سے گلے ملتی ہے — اسی امید پہ جیتے ہین محبت والے

غیر کے ساتھ اُنھین دیکھکے جی جلتا ہے — داغ دیتے ہین مجھے چاند سی صورت والے

طلبِ یار مین کرتے ہین سفر ہستی سے — کون کہتا ہے کہ مرتے ہین محبت والے

دیکھنا یار بھی محشر مین اگر آ نکلا — بھول جائین گے قیامت کو قیامت والے

کچھ شرارت نہین موقوف تری شوخی پر — سب ہین پرکالۂ آتش تری صحبت والے

دیکھ لو شمع پہ جلتے ہوے پروانے کو — ایسے ہوتے ہین جو ہوتے ہین محبت والے

وہ مے ہوش ربا دے بت پیکر ساقی — حشر تک ہوش مین آئین نہ ترے متوالے

تم ہو بیدرد تمھین درد ہمارا کیا ہو — قدر کرتے ہین محبت کی محبت والے

دل یہ کہتا ہے کہ اس بات پہ مین نازان ہون — کہ مرا ناز اُٹھاتے ہین نزاکت والے

کاش اتنا تو اثر ہو مری بیتابی مین — وہ پکارین مجھے او دردِ محبت والے

کشورِ دل مین بھی شاہی ہے شہِ عثمان کی — دیکھین اس شان حکومت کو حکومت والے

۲ ر ذیحجہ ۱۳۲۲ھ	وہ مجھے اور بھی تڑپا گئے یہ کہکے جلیل صبر کر او مرے بے چین طبیعت والے	تمام شد

قطعۂ تاریخِ تخت نشینی بندگان عالی متعالی اعلیحضرت حضور پُرنور نظام الملک آصفجاہ نواب میر عثمان علیخان بہادر سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

اول اول ہوئے حاکم جو یہان آصفجاہ — کر گئے صاف وہ تلوار سے میدانِ دکن
بعد ازان آصفِ ثانی جو ہوئے تخت نشین — ہفت اقلیم مین کہلائے وہ خاقانِ دکن
تیسرے شاہ کا تہا عہد سکندر جاہی — اُنکے اقبال سے کچھ اور بڑھی شانِ دکن
ناصر الدولہ ہوئے آصفِ رابع مشہور — شان و شوکت نے کہا اُنکو سلیمانِ دکن
دورِ پنجم کا رہا افضلِ دولہ پہ مدار — زور و قوت مین جو تہے شیرِ نیستانِ دکن
میر محبوب علی آصفِ سادس کا تہا نام — تہے وہ محبوبِ دکن روحِ دکن جانِ دکن
اُٹھ گئے جبکہ تو بفرمانِ خداوندِ جلیل — میر عثمان علیخان ہوئے سلطانِ دکن

۱۳۲۹ھ

دیگر

دکن کے تخت پر عثمان علیخان جلوہ فرما ہین — جنہین حاصل ہے رتبہ سب رئیسون پر تقدم کا
جلیل اس جشن کی تاریخ تو نے خوب موزون کی — مبارک ہو یہ دورِ عدل آصفجاہِ ہفتم کا

۱۳۲۹ھ

سہرا بتقریبِ جشنِ کتخدائی اعلحضرت سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ

شاہ نوشاہ نے باندھے کے سر پہ سہرا
آج کرلیگا زمانے کو مسخر سہرا

آبِ گوہر مین جو ڈوبا ہے سراسر سہرا
آتشِ حسن سے جلتا نہین رخ پر سہرا

کہکے جب صلِ علی ظلِ خدا نے باندھا
بنگیا سایۂ اللہ وہمیشہ سہرا

شاہ و نوشاہ زمانے مین بہت سے تھے لیکن
سر بلندی کا رہا آپ ہی کے سر سہرا

حبذا فرقِ مبارک پہ مرصع افسر
مرحبا چاند سے چہرے پہ منور سہرا

صدفِ دولت و اقبال کا گوہر نوشہ
چمنِ عیش و مسرت کا گلِ تر سہرا

کامرانی کی ہے تصویر سراپا نوشہ
شادمانی کی ہے تفسیر سراسر سہرا

شورے ہوتے ہین رعنائی و زیبائی مین
دل مین نوشاہ تو آنکھون مین کریگا گھر سہرا

حسن و خوبی کی نہ کیون شان دوبالا ہوجائے
طول مین ہے قدِ نوشہ کے برابر سہرا

شوخ ایسا ہے کہ چھوٹی سی الجھ پڑتا ہے
مجکو حیرت ہے کہ گوندھا گیا کیونکر سہرا

ایک سہرے پہ ہزاردلکی لڑی ہین آنکھین
نئے پھولونکا ہے پہنے ہوئے زیور سہرا

چال سوجھی یہ نئی رنگ جمانے کے لئے
پابوسی کو چلا سر سے اتر کر سہرا

دیکھئے اسکو تو پتلی مین سما جاتا ہے
ناپیے اسکو تو ہے قد کے برابر سہرا

تجھ پہ سایہ رہے عثمان رض علی رض کا ہر دم
حق سزاوار کرے بہرِ پیمبر سہرا

موتیوں کا ہے جو سہرا سرِ نوشہ پہ جلیلؔ
ہم بھی لکھ لائے ہیں گنجینۂ گوہر سہرا

قطعہ تاریخ ولادتِ شہزادۂ بلند اقبال نواب میر کاظم علیخان بہادر زاد عمرہ واقبالہ

بارک اللہ نیّرِ برجِ شرف پیدا ہوا
یہ جبین و مہر طلعت خوش جمال و خوش لقا

نذر دے یہ مصرعِ تاریخ لکھکر اے جلیلؔ
خسروِ والا گہر کا ہے یہ لعلِ بے بہا
۱۳۴۰ھ

تہنیتِ شہزادۂ موصوف زاد عمرہ واقبالہ

طلوعِ نیّرِ دولت مبارک ہو مبارک ہو
یہ دن یہ وقت یہ ساعت مبارک ہو مبارک ہو

ہمائے اوجِ خوش بختی ہمایوں ہو ہمایوں ہو
ضیائے دیدۂ حشمت مبارک ہو مبارک ہو

نظر پڑتی ہے جسکی شاہزادی پردہ کھلتا ہے
کہ یہ طفلِ جوان قسمت مبارک ہو مبارک ہو

دعائیں دیکے رہو ہیں سب خوشی سے سرخرو ہو کر
یہ لعلِ بے بہا حضرت مبارک ہو مبارک ہو

ثمر آثار ہے یارب یونہیں نخلِ تمنا میں
بہارِ گلشنِ عشرت مبارک ہو مبارک ہو

ہیں خواہانِ دولت کو بدولت شاہزادی کی
نگاہِ لطف کا خلعت مبارک ہو مبارک ہو

مرے آقا مرے مالک مرے سلطان مرے شہ کو
جلیلؔ اللہ کی رحمت مبارک ہو مبارک ہو

قطعہ تاریخ ولادتِ شہزادۂ بلند اقبال نواب میر رضا علیخان بہادر زاد عمرہٗ و اقبالہٗ

جلوہ گر شد مہ برجِ شاہی
گشت پُر نور زمہ تا ماہی

مصرعِ سال رقم کرد جلیلؔ
ثمرِ گلشنِ آصفجاہی
۱۳۳۰

تہنیتِ شہزادۂ موصوف زاد عمرہٗ و اقبالہٗ

للہ الحمد کہ شہزادۂ ذیشان آیا
شاہِ آصف کا پسر بخت سلیمان آیا

غنچۂ دل کو ہنسانے گلِ خندان آیا
آنکھ کا نور بڑہانے مہِ تابان آیا

تین شہزادون سے دنیا کی تہین آنکھین روشن
اور اک نورِ نگاہِ شہِ عثمان آیا

سورۂ فضلِ خدا مصدرِ انعام و عطا
مخزنِ جود و سخا منبعِ احسان آیا

ماہرو غنچہ دہن یوسفِ کنعانِ دکن
جان صدقے ہو جس انسان پہ وہ انسان آیا

بھر گئے دامنِ امید ہوا خواہون کے
ابرِ نیسان کیطرح یہ گہر افشان آیا

آبرو اپنے غلامون کی بڑہانے کے لئے
آج دریائے کرم کا دُرِ غلطان آیا

رنج و غم خاطرِ عالم سے مٹانے کے لئے
اپنے ہمراہ لئے عیش کا سامان آیا

شان کہتی ہے کہ ماہِ فلکِ شوکت ہے
آن کہتی ہے کہ سر دفترِ خوبان آیا

خوش نصیبون مین ہی چرچا کہ سکندر ہے یہی — حُسن والون مین یہ غل ہی مہ کنعان آیا
جان نثارون نے کہا اخترِ قسمت چمکا — دردمندون نے کہا عیسیِ دوران آیا
اب کہان داغِ جگر- داغِ الم- داغِ ملال — سچ تو یہ ہے کہ ہراک درد کا درمان آیا
اہلِ حاجت کے لئے آج خزانے کُھلے ہین — پیشگاہِ شہِ والا سے یہ فرمان آیا
شاہ کا لعل ہے وہ صاحبِ جوہر جسپر — صدقے ہونے کے لئے لعلِ بدخشان آیا
نذر دینے کو ہوا خواہ بڑھے ہر سُو سے — کوئی خندان کوئی شادان کوئی فرحان آیا
کوئی دامن مین بھرے گوہرِ اخلاص و وفا — کوئی مٹھی مین لئے نقدِ دل و جان آیا
کرمِ حضرتِ داور کا کوئی شکرگزار — ظلِ داور کے کرم پر کوئی نازان آیا
کوئی مداحِ شہِ آصفِ والا گوہر — کوئی شہزادۂ عالم کا ثناخوان آیا

شاہ شہزادون کا اللہ نگہبان جلیلؔ
دل سے لب پر مرے یہ مصرعِ تابان آیا

قطعۂ تاریخ ولادتِ شہزادۂ بلند اقبال نواب میر عابد علیخان بہادر زاد عمرہ و اقبالہ

بارک اللہ نونہالِ آصفی پیدا ہوا — سُن کے یہ مژدہ شگفتہ ہوگئی دل کی کلی
لگیا اک مصرعِ تاریخ مجکو ای جلیلؔ — تاجِ آصف کا گہر شہزادۂ عابد علی

۲۱ ۱۳ھ

دیگر

وہ ہوا پیدا جو ہے رشکِ قمر
خوب روشن ہو یہ تاریخ اے جلیلؔ

راحتِ جان لختِ دل لختِ جگر
شاہِ آصفجاہ کا نورِ نظر

۱۳ ۱۹ھ

دیگر

شاہزادہ باغِ شاہی کا گلِ شاداب ہے
ڈو بحر تاریخ یہ مین نے نکالی اے جلیلؔ

اوج مین ہے آفتاب اور حسن مین مہتاب ہے
آصفِ بحرِ مروّت کا دُرِ نایاب ہے

۱۳۳۱ھ

قطعۂ تاریخ ولادتِ شہزادۂ بلند اقبال نواب میر حشمت علیخان بہادر زاد عمرہ و اقبالہ

مرحبا شہزادۂ فخرِ زمن پیدا ہوا
ایک عالم ہو گا شیدا ہی زلیخا کیطرح

مہرِ طلعت ماہ رُو غنچہ دہن پیدا ہوا
حبذا کیا یوسفِ مصرِ دکن پیدا ہوا

۱۳۳۱ھ

دیگر

شاہزادے کی تجلی سے جہان پُر نور ہے
ڈھونڈ کے نکلی نور کی سانچے مین یہ تاریخ بھی

یہ وہ ماہِ نو ہے جو وقتِ سحر طالع ہوا
کیا منور برجِ شاہی کا قمر طالع ہوا

۱۳۳۱ھ

قطعۂ تاریخ ولادتِ شہزادۂ بلند اقبال نواب میر تقی علیخان بہادر زاد عمرہ و اقبالہ

شہزادۂ والا ہو مبارک شہ والا
تاریخ کا مصرع بھی عجب نور فشان ہے

یہ چاند کا ٹکڑا ہو مبارک شہ والا
یہ آنکھ کا تارا ہو مبارک شہ والا
۱۳۳۱ھ

دیگر

غلغلہ ہے آج عالم مین مبارک باد کا
نذر دے یہ مصرع تاریخ لکھکر اے جلیل

شہ کو خالق نے دیا فرخندہ طالع نور چشم
ہو مبارک آصف سابع کا سابع نور چشم
۱۳۳۱ھ

شکریۂ عطائے شمشیر و انگشتری

تیغ اُس شہ نے عنایت مجھے فرمائی ہے
جس کے قبضے مین جہانداری و دارائی ہے

صاحب سیف کیا مجکو مرے آقا نے
یہ عنایت یہ عطا جوہر آبائی ہے

شکر پر شکر کا موقع ہے کہ تلوار کے ساتھ
اک انگوٹھی بھی در فیض سے ہاتھ آئی ہے

تیغ ملتے ہی انگوٹھی جو ملی مین سمجھا
کہ پری مہر سلیمان کو اُڑا لائی ہے

ماہ نو تیغ ہلالی کی ادا پر ہے نثار
حور کی آنکھ انگوٹھی کی تماشائی ہے

جھونک کھا کر ہوئی سیدھی جو لچکتی تلوار
مین نے جانا کسی معشوق کی انگڑائی ہے

ہے انگوٹھی مین وہ شوخی کہ یہ دل کہتا ہے
آج تو گھر مرے پکھراج پری آئی ہے

خم شمشیر مین محراب حرم کا عالم
دم شمشیر مین اعجاز مسیحائی ہے

کہ اُٹھے دیکھکے خاتم کو بصیرت والے
یہ نگین مردمکِ دیدۂ رعنائی ہے

دل مین کٹ جائین جو اغیار تو کچھ دور نہین
تیغ نے ابروے قاتل کی ادا پائی ہے

اُنگلیان اُٹھتی ہین خاتم پہ زمانے بھر کی
عید کے چاند کی شُہرت مرے ہاتھ آئی ہے

سیف مین ہے جو صفائی نہین آئینے مین
اِسنے اقبال کی صورت مجھے دکھلائی ہے

ہے وہ خُوش رنگ انگوٹھی کا نگینہ جسپر
لعل و یاقوت نے ہیرے کی کنی کھائی ہے

جوہر اتنے ہین کہ دیکھے سے سُرور آتا ہے
تیغ کے گھاٹ پہ گھنگھور گھٹا چھائی ہے

گھر مین خاتم کے ہے اسطرح نگینہ گویا
کسی مہوش نے کلیجے مین جگہ پائی ہے

شاہ کی تیغ سدا فاتح و منصور رہے
قطع جسپر بخدا جامۂ رعنائی ہے

شاہ کے زیرِ نگین قاف سے تا قاف رہے
جس کے ہاتھوں شرفِ خاتمِ دارائی ہے

یہ فقط ہے نظرِ لطف و کرم کا صدقہ
کہ زمانہ مرے اشعار کا شیدائی ہے

شکرِ الطاف ہو کس طرح ادا مجھ سے جلیل
نہ زبان ایسی نہ ایسی مری گویائی ہے

تاریخِ عطائے شمشیر

تیغِ خُوش آب عنایت کر کے
آبرو میری بڑھادی شہ نے

لکھ چمکتی ہوئی تاریخ جلیل　　آج شمشیر عطا کی شہ نے
۱۳۰۹ھ

تاریخ عطائے انگشتری

سرفرازی و دلنوازی کی نہیں ہے حد کوئی　　سرخرو کرتا ہے کیا کیا لطفِ سلطانی مجھے
کی عطا انگشتری تاریخ نکلی اے جلیل　　دی شہِ یکتا نے یہ مُہرِ سلیمانی مجھے
۱۳۰۹ھ

چھڑی عطا فرمانے کا شکریہ

مجھے نہال کیا شاہ نے چھڑی دیکر　　چھڑی ہے یا کوئی معشوقِ سرو قامت ہے
زبانِ حال سے کہتا ہے سبز رنگ اسکا　　کہ چوبِ خشک ہری ہے خدا کی قدرت ہے

شکریۂ عطائے میوہ

رباعی

شہ نے جو عطا تازہ ثمر فرمائے　　پھل نخلِ تمنا کے مرے ہاتھ آئے
سرسبز ہمیشہ رہے باغ شاہی　　جو دل کی مرادیں ہوں خدا بر لائے

دیگر

پائے ثمرِ نیک جو کھائے یہ ثمر
بیدانۂ انار ایسے ہیں مرغوب و لطیف
ہو جائیں امیدوں کے شجر بار آور
دانا کی نظر پڑتی ہے ہر دانے پر

دیگر

ہونے کو بہت لوگ ہیں قسمت والے
ہے دافعِ آسیب ہر اک سیب جلیلؔ
پاتے ہیں یہ پھل حسنِ عقیدت والے
انگور کی ہیں تاک میں سب متوالے

دیگر

سرکار سدا پھولتے پھلتے ہی رہیں
شاخوں میں نکلتی رہیں کلیاں جب تک
جو رشک سے جلتی ہیں وہ جلتی ہی رہیں
ارمان مرے شہ کے نکلتے ہی رہیں

گھڑی توڑا بٹن عطا فرمانے کا شکریہ

گھڑی گھڑی مرے سرکار کو خوشی ہو نصیب
بجا ہے میں جو کہوں عیش کی گھڑی آئی
مجھے گھڑی وہ عطا کی جو ہے عجیب و غریب
کہ بخت جاگ اٹھے سونے کی گھڑی پائی

گھڑی نفیس ہے دلکش ہے خوبصورت ہے
وہ سادگی ہے کہ صدقے ہزار زینت ہے

پری کا حسن ہے اسکے جمال پر صدقے
خرامِ نازِ حسینان ہے چال پر صدقے

کہان یہ حسنِ دلاویز ماہِ کامل مین
جو مین نے جیب مین رکھی اُتر گئی دل مین

مقیم ہوکے ہمیشہ سفر مین رہتی ہے
ہر اک کے کان مین چلنے کا حال کہتی ہے

اسی کے نقشِ قدم پر زمانہ چلتا ہے
اسی سے کام شب و روز کا نکلتا ہے

یہ ایک گھنٹے مین منزل تمام کرتی ہے
مگر کبھی سرِ منزل نہین ٹھہرتی ہے

گھڑی کے ساتھ ہی توڑی کا جوڑ بھی نایاب
یہ ہمسرِ مہِ کامل وہ کہکشان کا جواب

گھڑی ہے سونیکی سونیکا اُسمین توڑا ہے
دلِ حسود کو دونون نے ملکے توڑا ہے

پڑا جو توڑے مین زرّین قلم چمکتا ہے
دبیرِ چرخ اُسے بار بار تکتا ہے

قلم کا ہے یہی منشا کہ مدحتِ شاہی
لکھا کرون کہ سوا ہو عنایتِ شاہی

بٹن عطا دہ ہوئے جو چمک مین اختر ہین
جواب انکا نہ پکھراج ہے نہ گوہر ہین

وہ آب و تاب ہے دیکھے سے جھپکے ہو سکتا
لگے ہوئے ہین ستارے قمیص مین گویا

نہین ہے حد کوئی لطف و عطائے شاہی کی
یہ ایک خاص صفت ہے جہان پناہی کی

ہنر شناس ہنرور بڑے ہنر پرور
عیان ہین سارے زمانے پہ انکی صفتی جوہر

کرم ہے جود ہے بخشش ہے دلنوازی ہے
ہر ایک طرح غلامون کی سرفرازی ہے

کہان کسی مین یہ انداز حکمرانی کے | مزے ہین شاہ کے قدمون مین زندگانی کے
نگاہ اپنی رعایا پہ ملک سے ہشیار | بمثالِ طالعِ بیدار رات دن بیدار
وہ رُعب جس سے لرزتی ہین سرکشانِ جہان | وہ خُلق جس سے شگفتہ ہے بوستانِ جہان
بہت ہی چست مہماتِ ملکداری مین | گزر رہی ہے رعایا کی غمگساری مین
جلیل موردِ الطافِ بے حساب ہوا | چمک کے ذرۂ ناچیز آفتاب ہوا
ادا ہو شکرِ عنایت یہ غیر ممکن ہے | بیان ہو شانِ عطوفت یہ غیر ممکن ہے
دُعا یہ ہے کہ سلامت مرے حضور رہین | خوشی قریب رہے ناخوشی سے دور رہین

تاریخ عطیات مذکور

عقیدت کے صلے فدوی نے آصفجاہ سے پائے | بڑے رُتبے بڑے اعزاز ظلِّ اللہ سے پائے
کہی تاریخ ایسی جو ہے آبِ زر سے لکھنے کی | گھڑی توڑا ابٹن سونے کے اپنے شاہ سے پائے
۱۹۱۲ع

قطعۂ تاریخِ عطائے انگشتری

شہ نے دی انگشتری وہ لاجواب | جو ہے روشن بڑھ کے مہر و ماہ سے
نذر دے تاریخ یہ لکھ کر جلیل | ایک انگوٹھی ہاتھ آئی شاہ سے
۱۳۳۱ھ

قطعہ تاریخِ عطائے جامہ وار

مرحمت فرما کے مجکو جامہ وار	آصفِ سابع نے عزت کی عطا
باادب کر عرض یہ مصرع جلیل	شاہ نے تشریفِ دولت کی عطا
	۱۳ ۱۹ء

قطعہ تاریخِ عطائے شملہ

شملۂ زرین عطا فرما کے از راہِ کرم	تو نے شاہا سربلندی کا مجھے رتبہ دیا
مصرعِ تاریخ لکھکر پیش کرتا ہے جلیل	سرفراز آصف نے مجکو آج شملے سے کیا
	۳۲ ۱۳ء

قطعہ تاریخِ عطائی کمخاب

جامۂ کمخابِ زرین یافتم	ذرہ بودم مہر آسا تافتم
سالِ این لطف و عطا کز شاہ شد	داد خلعت آصفِ جمجاہ شد
	۳۲ . ۱۳ء

قطعہ تاریخِ عطائے جامہ وار

خلعت اس شاہ نے دیا مجکو	قدر دانی مین سب سے ہے جو لاثانی

فرد نکلا یہ مصرعِ تاریخ
اسے خوشا جامہ دارِ سلطانی
۲۲ ۱۴ھ

قطعۂ تاریخ عطائے کمخاب

کیا شان مرے فضلِ خدا کی ہے آج
شہرت کرم و جود و سخا کی ہے آج
تاریخ ہے اس خلعتِ شاہی کی جلیلؔ
سرکار نے کمخاب عطا کی ہے آج
۲۲ ۱۳ھ

شکریۂ عطائے انبہ

فدوی کو شاہ نے جو کیا آم سے نہال
یہ جاں نثارِ خاص ہوا سُرخرو کمال
نایاب آم لطف ہوئے رنگ رنگ کے
کوئی ہے زرد کوئی ہرا کچھ ہین لال لال
ممکن نہین زبان سے تعریف ہو سکے
رنگت مین بےنظیر ہین لذت مین بے مثال
شیرین سوا ہے شیرۂ جان سے ہر ایک پھل
خوش رنگ و خوشگوار و خوش انداز و خوش جمال
خوشبو وہ ہے کہ سونگھ لے ان کو اگر مریض
ہو جائے فضلِ حق سے طبیعت ابھی بحال
منہ مین جلیلؔ کے ہون زبانین اگر ہزار
اس مرحمت کا شکر ادا ہو یہ ہے محال

رکھے خدا حضور کو سرسبز و سُرخرو
احباب سربلند ہون بدخواہ پائمال

قطعۂ تہنیت شکارِ آہو

زہے نصیب ہرن کے کہ اک شکار مین
سکار ہو کے مرے شاہ پر نثار ہوا

ہرن تو خیر ہرن ہے یہان ہر ایک بشر
خدنگ لطف و عنایات کا سکار ہوا

تاریخ تہنیت عید اضحیٰ

عیدِ قربان آئی ہے قربان ہونیکے لیے
اُس شہِ ذیجاہ پر جو ہے مہِ اوجِ کمال

میرِ عثمانِ علیخان خسرو ملکِ دکن
خوش صفات و خوش خیال و خوش جمال و خوشخصال

یا الٰہی روز شہ کے گھر مین جشنِ عید ہو
خوش رہین سارے فدائی اور دشمن پائمال

نذر دے اک شعر مین و لکھ کے تاریخین جلیل
ایک مصرع عیسوی ہو ایک ہو ہجری یہ دال

عیدِ اضحیٰ ہو مبارک اے شہِ عالی وقار
عیدِ قربان ہو مبارک اے شہِ دریا نوال

سہرا مع تاریخ بتقریبِ بسم اللہ خوانی شہزادہ نواب میر عثمان علیخان بہادر زاد عمرہ و اقبالہ

مبارک شہ کے دلبر کو یہ بسم اللہ کا سہرا
بڑے ارمان کا ہے پیار کا ہے چاہ کا سہرا

ستارو نسے کہو بامِ فلک سے کسکو تکتے ہین
جو آنکھین ہین تو دیکھین شاہ کی نوشاہ کا سہرا

نظر آئین نہ کیون چارون طرف انوار رحمت کی
کہ ہے پرتو فگن دلبند ظل اللہ کا سہرا

ترے سہرے کو ہم اے کہکشان دیکھین نہ بھولے
کہ ہے پیش نظر اوج شرف سے ماہ کا سہرا

ذرا سہرے کی سُنئے کس تعلّی سے یہ کہتا ہے
کہ مین ہون نور عین شاہ آصفجاہ کا سہرا

زمین و آسمان ہمرنگ ہین دونون کہ روشن ہین
اُدھر انجم اِدھر شہزادۂ ذیجاہ کا سہرا

سبق دے معرفت کا اہل محفل کو تو زیبا ہے
کہ ہے باندھا ہوا سلطان حق آگاہ کا سہرا

اِدھر آواز سے پڑہتا ہے بسم اللہ شہزادہ
اُدھر کرتا ہے سب چپکے چپکے ذکر اللہ کا سہرا

پھلو پھولو جوان ہو دامن دولت کی سایہ مین
شہنشہ والا تمہارے سر پہ باندھین بیاہ کا سہرا

لکھا ہے شان مین اُسکی جو مہر برج شاہی ہے
چمک جائے نہ کیون اس بندۂ درگاہ کا سہرا

جلیل اول جو مصرع ہے وہی تاریخ ہے اسکی
مبارک شہ کے دلبر کو یہ بسم اللہ کا سہرا
١٣٣٠ ھ

قطعۂ تاریخ تقریب مذکور

مبارک جشن ہے نوشہ بنا ہے شاہ کا پیارا
یہ خوش بختی یہ عز وجاہ شہزادہ مبارک ہو

جلیل اس جانفزا تقریب کی تاریخ یون لکھدو
کہ یارب جشن بسم اللہ شہزادہ مبارک ہو
١٣٣٠ ھ

تہنیت جشنِ نوروز

ہو مبارک تجھے اے شاہِ فلک فر نوروز
یہ منور یہ موقر یہ معطر نوروز

تو سلامت رہے آباد رہے شاد رہے
عید گھر گھر ہے ترے دور میں گھر گھر نوروز

اس تمنا میں کہ دربار کی شرکت ہو نصیب
آج ہے صبح سے حاضر ترے در پر نوروز

نور کیوقت ظہور اسکا مزہ دیتا ہے
سب پہ روشن ہی کہ رحمت کا ہی مظہر نوروز

اب یہ در چھوڑ کے شاہا کہیں جانیکا نہیں
رہ گیا دامنِ دولت سے لپٹ کر نوروز

اہلِ دربار نے پہنی ہے جو پوشاک نئی
خوش ہے اسدرجہ کہ ہے جامہ سے باہر نوروز

جشن اوسکا ہی جو دیکھی شہِ والا کا جمال
لیلۃ القدر ہیں گیسو رخِ انور نوروز

بنگیا آئنہ دربار کا اچھی سوجھی
ہو گیا مفت نصیبے کا سکندر نوروز

سب کی آنکھوں میں جھلکتے ہیں جو اشکِ شادی
نذر کے واسطے لایا ہے یہ گوہر نوروز

دس گنی آصفِ سابع نے بڑھادی توقیر
ایک نوروز سے پیدا ہوئے ستر نوروز

شہ کی شہ مل گئی اب شان نہ پوچھو اسکی
آج کر لے گا زمانے کو مسخر نوروز

کہتے ہیں جوش میں نوروز منانیوالے
دل میں آنکھوں میں کلیجے میں کرے گھر نوروز

یونہی ہوتا رہے دربار یہ دربارِ جلیل
یونہی آتا رہے اس در پہ برابر نوروز

قطعۂ تاریخ جشنِ مذکور

ہو مبارک آصفِ سابع کو دن نو روز کا
دلکشا ہو روح افزا ہو نظر افروز ہو

مصرعِ تاریخ لکھکر نذر دیتا ہے جلیلؔ
یا الٰہی شہ کے گھر ہر روز یہہ نوروز ہو

۱۳۳۰ھ

قطعۂ تاریخ عیدِ اضحےٰ

عید پر سارے جہان کو ناز ہے
عید کو ہے ناز آصفجاہ پر

نذر دے تاریخ کا مصرع جلیلؔ
عیدِ قربان بھی ہے قربان شاہ پر

رونق افروزیِ سرکار در حمایت باغ واقع اورنگ آباد

باغِ جنت کا سمان دیکھا حمایت باغ مین
غنچۂ دل کھلگیا اپنا حمایت باغ مین

چہچہے سنکر عنادل کے ہوا ایسا سرور
طائرِ غم ہو گیا عنقا حمایت باغ مین

پھل محبت کے خوشی کے پھول راحت کے شجر
اے زہے قدرت کہ ہے کیا کیا حمایت باغ مین

شاہِ آصفجاہِ سابع جلوہ آرا ہین جو آج
ہر کلی ہے دیدۂ موسیٰ حمایت باغ مین

لوگ حیران ہین کہ دیکھین بزمِ شاہی کی بہار
یا کرین پھولون کا نظارا حمایت باغ مین

مدح کے اشعار مین پڑھتا ہون سبکو ہے گمان
نغمہ زن ہے بلبلِ شیدا حمایت باغ مین

نونہالانِ چمن کا آج جوبن دیکھیے
زیب تن پھولونکا ہے گہنا حمایت باغ مین

اُڑ رہا ہے بلبلون مین راگ آزادی کا آج
مٹگیا صیاد کا کھٹکا حمایت باغ مین

غیر ممکن ہے کہ آجائے خلش کی بُو کہین
ہوگیا ہے پھول ہر کانٹا حمایت باغ مین

نرگسِ بیمار اب بیمار رہ سکتی نہین
نکہتِ گُل ہے دمِ عیسیٰ حمایت باغ مین

آ نہین سکتی خزان اسمین کہ ہے بیٹھا ہوا
طالعِ بیدار کا پہرا حمایت باغ مین

آگیا جو سیر کو دل ہوگیا اُسکا اسیر
بوئے گُل ہے دام کا پھندا حمایت باغ مین

شاہ کی دریا دلی کا ایک یہ بھی ہے ثبوت
جا بجا پانی کا ہے چشمہ حمایت باغ مین

مست ہونیکے لیے یہ قدرتی سامان ہے
سروِ گُل ہین ساغر و مینا حمایت باغ مین

طائرانِ خوشنوا کا اس جگہ کیا ذکر ہے
بلبلِ تصویر ہے گویا حمایت باغ مین

شاہ کے الطاف سے تیری سخن گوئی جلیل
ہو مبارک پھولنا پھلنا حمایت باغ مین

تاریخِ جشنِ سالگرہ مبارک

کیا بزم ہے کیا جشن ہے کیا سالگرہ ہے
بندون کے لیے فضلِ خدا سالگرہ ہے

تاریخ کا مصرع ہے جلیل اپنی زبان پر
کیا عیش فزا عقدہ کشا سالگرہ ہے
۱۳۳۰ھ

قطعہ تاریخِ عثمان ساگر

آج سرکار کی آمد جو لبِ ساحل ہے
شوق سے ماہیِ آب ہر اک کا دل ہے

دلِ انسان کا تلاطم تو کوئی بات نہین
لطف یہ ہے کہ ہر اک موج رگِ بسمل ہے

چشمِ بد دُور سواری کا تو عالم دیکھو
یوُسفِ مصرِ حکومت کا یہی محمل ہے

پار بیڑا جو غریبون کا لگا دیتا ہے
یہ وہی بحرِ عطا ہے - یہ وہی عادل ہے

عکس پڑنے سے دوبالا ہے تجلی کی بہار
مہرِ خشکی پہ ہے پانی مین مہ کامل ہے

اِسی تالاب کے پانی کو سُنا یہ کہتے
آبرو جو مجھے حاصل ہے کسی حاصل ہے

اِسی تالاب کے پانی مین یہ دیکھی تاثیر
آبِ حیوان ہے مگر بہرِ عدو قاتل ہے

سنگِ بنیاد کی تاریخ یہ اچھی ہے جلیلؔ
موج زن چشمۂ فیضِ شہِ دریادل ہے
۱۳ ۶۱۹

دیگر

جلوہ افروز ہین تالاب پہ سرکار اِدھر
ہے اُدھر جوش پہ بحرِ کرمِ باری آج

سنگِ بنیاد جو رکھا تو ندا آئی جلیلؔ
دیکھنا چشمۂ رحمت یہ ہوا جاری آج
۳۱ ۱۳ ھ

تاریخِ جشنِ سالگرہ مُبارک

خُوشی مین عیش مین رونق مین سرفرازی مین
ادب کے ساتھہ یہ دے نذر مصرعِ تاریخ
جلیلؔ آج یگانہ ہی شہ کی سالگرہ
گرہ کُشائے زمانہ ہے شہ کی سالگرہ
۳۲ ۱۳ھ

قطعۂ تاریخ شکارِ شیر

آصفِ سابع نے مارا شیر کو
اک ملا تاریخ کا مصرع جلیلؔ
ایسے ہی شاہون کو ہے زیبا شکار
شیر افگن نے کیا پہلا شکار
۳۲ ۱۳ھ

دیگر

ہمتِ شہ سے ہوا گشتہ جو شیر
نذر دے تاریخ لکھکر اے جلیلؔ
ہاتھہ چُومے بڑھ کے استقلال نے
شیر مارا شاہِ نیک اقبال نے
۳۲ ۱۳ھ

دیگر

دوسرے دن جو آصفِ جمجاہ
بہرِ شیر افگنی سوار ہوا

چتر بنکر سرِ ہمایون پر — سایۂ شیرِ کردگار ہوا
ناگہان ضیغمِ قوی ہیکل — شیر دل شاہ سے دُوچار ہوا
تکنے چلنا غرور سے اُسکا — طبعِ اقدس کو ناگوار ہوا
پہلے اُسپر پڑی غضب کی نگاہ — تیر گویا جگر کے پار ہوا
پھر چلی شہ کی بیخطا بندوق — زخمِ کاری گلے کا ہار ہوا
خاک و خون مین وہ اسقدر تڑپا — دامنِ دشت لالہ زار ہوا
شور اُٹھا یہ جان نثارون مین — شیر بھی شاہ پر نثار ہوا
ہر فدائی ہوا خوشی سے نہال — سب سے بڑھکر جلیلؔ زار ہوا

آگیا ایک لب پہ مصرعِ سال
دوسرا شیر بھی شکار ہوا
۱۳۴۲ھ

دیگر

سلامت رستمِ دوران آلٰہی — کیا اس شیر نے شیرون کو بھی زیر

جلیلؔ اس فتح کی تاریخ لکھو
شہِ عالی ہمم نے مارے دو شیر
۱۳۴۲ھ

مبارکباد جشنِ سالگرہ مبارک

جشن پر جشن مناتا ہو مبارک تمکو — بخت و دولت کا زمانا ہو مبارک تمکو

تختِ شاہی پہ قدم فرق پہ تاجِ اقبال — شان و شوکت یہ سُہانا ہو مبارک تمکو

اے کماندارِ حکومت شہِ قادر انداز — دلِ دُشمن کا نشانا ہو مبارک تمکو

بزمِ شاہی مین دکن مین چمنِ عالم مین — عیش کا رنگ جمانا ہو مبارک تمکو

جسنے اقلیمِ سخاوت کا تمھین شاہ کیا — اُسکی رحمت کا خزانا ہو مبارک تمکو

گوشِ اعدا کو سزاوار صدائی ماتم — فتح و نُصرت کا ترانا ہو مبارک تمکو

مجھسے کہتے ہین مرے طالعِ بیدار جلیل
شاہِ عثمان کا زمانا ہو مبارک تمکو

تاریخِ جشنِ مذکور

منا رہے ہین شہِ نامدار سالگرہ — لٹا رہی ہے دُرِ شاہوار سالگرہ

زبان پہ مصرعِ تاریخ بے بہا آیا
مبارک اے شہِ عالی وقار سالگرہ

۱۳۴۴ ھ

قطعۂ تہنیت تقریبِ ختنہ شہزادگانِ بلند اقبال نواب میر حمایت علیخان بہادر و نواب میر شجاعت علیخان بہادر زاد عمرہما اقبالہما

کیا سرور افزا ہی شہزادون کی تقریب سعید
آج فرحت سے جلیل اپنا کلیجا بڑھ گیا
جیسے گُل لینے سے بڑھ جاتی ہی رونق شمع کی
ویسے ہی ختنے سی شہزادون کا جلوا بڑھ گیا

قطعۂ تاریخِ تقریبِ مذکور

ہوا شاہ کے نونہالون کا ختنہ
یہ شادی مبارک یہ جلسہ مبارک
جلیل آج برجستہ فکرِ سخن ہو
لکھو سالِ ختنہ یہ ختنہ مبارک

۲۲ ۱۳ھ

قطعۂ تہنیت جشنِ ختنہ شہزادگانِ بلند اقبال نواب میر حمایت علیخان بہادر و نواب میر شجاعت علیخان بہادر زاد عمرہما و اقبالہما

نئی محفل ہے نئے رنگ کا دربار ہے آج
شمعِ اقبال سے روشن در و دیوار ہی آج
دل مین راحت کے سوا رنج نہ آنے پائے
پاسبانی کے لئے طالع بیدار ہی آج
کشتِ امید کسی کی نہ رہے گی بے آب
دامنِ شاہِ دکن ابرِ گہربار ہی آج
پرتوِ شہ سے عجب شان ہی شہزادون کی
چاند سورج کی کرن طرّۂ دستار ہی آج

حسنِ یوسف کے خریدار یہی دونون ہین — جن سے گلزارِ دکن مصر کا بازار ہے آج

شاہ و شہزادۂ ذیجاہ رہین شاد جلیل
ہر دعاگو کی زبان پر یہی ہر بار ہے آج

دیگر

شہزادۂ اوّل کو حمایت ہے علیؓ کی — شہزادۂ ثانی مین شجاعت ہے علیؓ کی
دونون کو یہ دو وصف خداداد ملے ہین — صورت تو ہے عثمانؓ کی سیرت ہے علیؓ کی

قطعۂ تہنیت گلپوشی شہزادگانِ موصوف زاد عمرہما و اقبالہما

آج گھر گھر چمنِ خلد کا سامان دیکھا — جسکو دیکھا صفتِ گُل اُسے خندان دیکھا
منتظرِ شاہدِ مقصود کا تہا دل اپنا — آج دُونون کو ہم دستِ گریبان دیکھا
نشۂ مے سے تو خالی نہین محفل مین کوئی — انتہا یہ ہے کہ ساغر کو بھی رقصان دیکھا
دیکھنا اس کو مسرت کا اثر کہتے ہین — دشمنون کے دہنِ زخم کو خندان دیکھا
شہ کے دو لعلِ گران مایہ جو گلپوش ہوئے — اپنی رنگت پہ ہر اک پھول کو نازان دیکھا
چشمِ بد دور عجب نور ہے شہزادون پر — اسکو خورشید تو اسکو مہِ تابان دیکھا

چشم و ابرو سے عیان کیون نہو جوہر انکا
اُسکے یہ لعل ہین جنکو گُہر افشان دیکھا

شوکت و جاہ کو اقبال کو دولت کو جلیلؔ
سبکو سرکار پہ ہوتے ہوئے قربان دیکھا

تاریخِ تقریبِ مذکور

آج اُس شاہ کے پیاری ہوئی گُلپوش جلیلؔ
جو عطا پاش ہے مشہور خطا پوشی مین
تم وہ تاریخ لکھو جسکا ہو انداز جُدا
گُل کھلے عیش کے شہزادون کی گلپوشی مین
۲۳ ۱۳ ھ

قطعۂ تہنیت جشنِ سالگرہ شہزادۂ بلند اقبال نواب میر حمایت علیخان بہادر دام عمرہ واقبالہ

آج سرکار مین وہ انجمن آرائی ہے
کہ فلک دیدۂ انجم سے تماشائی ہے
کون حاضر نہوا جشن منانے کے لئے
دلمین آئی ہے خوشی لب پہ دعا آئی ہے
نورِ عینِ شہِ آصف کی یہ ہے سالگرہ
چشمِ بد دُور جو سرو قدِ رعنائی ہے
شیشۂ و جام یہ کہتے ہین ہوا خواہون سے
پھول پینے کا مزہ ہے کہ بہار آئی ہے
کسکو سودا ہے کہ پینے سے کریگا انکار
ایسے موقع پہ کہ رحمت کی گھٹا چھائی ہے
کر دیا مست ترے شعر نے محفل کو جلیلؔ
کس غضب کی یہ مئے ساغرِ مینائی ہے

قطعۂ تاریخ افتتاحِ خلوتِ مبارک (ایوانِ دربار)

بارک اللہ آصفی دربار کیا دربار ہے
مجمعِ جاہ و حشم ہے مطلعِ انوار ہے

چاند ہے تاروں میں یا دربارِ شاہِ دکن
یا گلستاں میں بہا افزا گلِ بے خار ہے

دیدنی ہے آج یہ خلوت میں جلوت کا سماں
نور کی چھت نور کے در نور کی دیوار ہے

یہ سجاوٹ یہ لطافت یہ نزاکت یہ بہار
دیکھنا خلوت محل ہے یا کوئی گلزار ہے

آصفِ سابع رہیں یارب ہمیشہ بامراد
جن کے فیضِ عام سے سارا جہاں گلزار ہے

باادب کر عرض یہ تاریخ کا مصرعِ جلیل
کیا نیا ہے قصرِ عالی کیا نیا دربار ہے
۴۱۳ ۳۱

قطعۂ تاریخ رحلتِ شہزادی یاور النسا بیگم مغفورہ

وہ بنتِ آصفِ سابع وہ خلق کی سرتاج
وہ رشکِ مہرِ مبیں یاور النسا بیگم

اجل نصیب ہوئیں سب کو نیم جان کر کے
لحد میں جا کے بسیں یاور النسا بیگم

اسی سے تیرہ و تاریک ہے نظر میں جہاں
کہ اب جہاں میں نہیں یاور النسا بیگم

لکھو یہ مصرعِ غم آہِ دل کے ساتھ جلیل
سوئے بہشت گئیں یاور النسا بیگم
۵۱۳ ۳۲

دیگر

جہان کو چھوڑ کے فردوس کو کیا آباد
جلیل مین نے یہ لکھی وفات کی تاریخ

گئین کہان سے کہان یاور النسا بیگم
کہ شمعِ قصرِ جنان یاور النسا بیگم
۱۳۲۲ھ

قطعہ تاریخ جشنِ سالگرہ مبارک

جو تشنہ کام تھے وہ آج ہو گئے سیراب
اُٹھا جو دستِ دعا ہاتھ آ گئی تاریخ

جلیل چشمۂ رحمت ہے شہ کی سالگرہ
کلیدِ گنجِ سعادت ہے شہ کی سالگرہ
۱۳۲۲ھ

قطعہ تاریخ جشنِ کتخدائی ہمشیرگانِ بندگانِ عالی متعالی مدظلہ العالی

کتخدائی آج ہے ہمشیرگانِ شاہ کی
رنگ ہے کچھ اور ہی دربارِ گوہربار کا
پاک ہے ہر رسم بیجا سے یہ تقریبِ سعید
نو فلاطونِ زمان ہے تو ارسطوئے جہان

کیا مبارک جشن ہے کیا انجمن ہے لاجواب
بخت و دولت ہین سلامی عیش و عشرت باریاب
مرحبا اے حامیِ دین آصفِ گردون جناب
کاملون مین فردِ کامل عادلون مین انتخاب

داد دیتا ہون مین اس تاریخِ شادی کی جلیل
آج ہین اک برج مین دو آفتاب و ماہتاب
۱۳۲۲ھ

قطعہ تاریخ تہنیت دربارِ سالگرہ مبارک

ہو مبارک شہِ عثمان علیخان جمجاہ | یہ شہانہ تری محفل یہ شہانہ دربار
نذر کیواسطے لایا ہے یہ تاریخ جلیل | ہے عجب عقدہ کشا سالگرہ کا دربار

۳۳ ۱۳ھ

قطعۂ تاریخ تہنیت دربار یادگارِ جلوسِ مبارک

شہا اقبال و دولت مین کوئی تیرا نہ ہمسر ہو | ترا دربان دارا ہو ترا طالع سکندر ہو
ترے دورِ حکومت مین جمے وہ رنگ عشرت کا | فلک کھاتا رہے چکر زمین پر دورِ ساغر ہو
زہے شاہِ فلک رتبہ زہے دربارِ شاہانہ | ستارے اُسپہ قربان ہون قمر اُسپر نچھاور ہو
الٰہی تو نگہبان میر عثمانِ علیخان کا | نگہبان تیرے بندو نکا یہ شاہِ بندہ پرور ہو
عروسِ سلطنت نازان رہے اپنی جوانی پر | حشم کا جاہ کا اقبال کا سہرا ترے سر ہو
جگر ہوتے رہین ٹکڑے بقولِ ذوق اعدا کے | تری شمشیر جوہردار مین نصرت کا جوہر ہو

جلیل اس جشن کی تاریخ کیا نایاب نکلی ہے
یہ آصفجاہِ سابع تاجدارِ ہفت کشور ہو

۱۶ ۶۱۹

قطعۂ تاریخ تہنیت عید سعید

دیکھنا سرکار مین کیا محفل آرائی ہے آج | عیش و عشرت ہمنشین ہین عید مجرائی ہے آج

وقت اسکا ہے کہ چھلکیں بادۂ اطہر کے جام
نور کی بارش ہے رحمت کی گھٹا چھائی ہے آج

کسقدر حیرت فزا یہ آصفی دربار ہے
خود تماشا بنگیا ہے جو تماشائی ہے آج

۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۲ھ

اے جلیل اک مصرعِ تاریخ نکلا لاجواب
شاہِ عثمان سے گلے ملنے کو عید آئی ہے آج
۳۲ ۱۳ھ

تمام شد



قطعات تاریخ طبع جانِ سخن

جناب مولوی صدیق احمد صاحب آثر ناظم سوم عدالت دیوانی سرکار عالی
فرزندِ مصنف

اے خوشا شاعری خوشا دیوان	جان ہے یہ سخن کی یا دیوان
دل ہو قربان آثر وہ لکھ تاریخ	نقشِ ثانی ہے دوسرا دیوان ۱۳۲۲ھ

جناب منشی سید علی احسن صاحب احسن مارہروی تلمیذِ فصیح الملک داغ دہلوی

اے زمزمہ سنجانِ گلستانِ معانی	سُن لو کہ جلیلِ ہمہ دان نغمہ سرا ہے
دیوانِ دوم جانِ سخن نام ہے جس کا	چھپکر نظر افروزِ گروہِ شُعرا ہے
ہے صاف بیان شُستہ زبان پاک مضامین	جن مین نہ کوئی جھول نہ تعقید ذرا ہے
دیوان نہین انجمنِ ناز ہے گویا	حُورون کی صفین ہین کہین پریون کا پرا ہے
جانِ سخن و رُوحِ معانی ہو نہ کیونکر	خالی ہے معائب سے محاسن سے بھرا ہے
کیون قدرِ جلیل آج نہو عام کہ اوپر	الطافِ سلاطین و نگاہِ وزرا ہے

کیا نقدِ سخن ہو کوئی ٹکسال سے باہر
ہر نقطہ یہاں سکۂ رائج سے کھرا ہے

سر سبز نہ کسطرح ہو کشتِ سخن اُس کی
دل جسکا مثالِ شجرِ تازہ ہرا ہے

ہر چند کرو فکر مگر اُوٹھ نہیں سکتا
جو لفظ جہاں طبعِ سخن رس نے دھرا ہے

دنیاے سخن مین ہے جلیل آج یگانہ
ہر شخص کو اقرار یہ بے چون وچرا ہے

تاریخ کی احسن ہے اگر فکر تو لکھدو
یہ کاوشِ افکارِ جلیل الشعرا ہے

۱۳ھ ۲۴

ولہ

دیوان دوسرا جو چھپا ہے جلیل کا
مطبوعِ شاعرانِ زمن اور دلیل ہے

تاریخ کیا نمود کی احسن نے کی رقم
جانِ سخن نمائشِ طبعِ جلیل ہے

۲۴ ۱۳ھ

جناب مولوی سید احمد اللہ صاحب احمد اورنگ آبادی تلمیذِ مصنف

کیا تصرف ہے امیر لکھنوی رح کا دیکھیے
دوسرا بھی ہو گیا مطبوع دیوانِ جلیل

فکر تھی اس کی کہ چھپنے کی کوئی تاریخ ہو
کلکِ احمد نے یہ لکھا فیضِ فرانِ جلیل

۱۳ھ ۲۴

جناب مولوی لطیف احمد صاحب اختر مینائی مددگار معتمد عدالت وکوتوالی وامور عامہ سرکار عالی خلف حضرت امیر مینائی رح

شاعروں نے جو مزہ جانِ سخن سے پایا
بلبلون نے وہ کہاں سیرِ چمن سے پایا

شانِ دیوان کی روشن ہے اسی سے اختر
نام یہ جانِ سخن شاہِ دکن سے پایا

۱۳ھ ۲۴

منتظم ہو دم سے جسکے نظمِ اُردو کا نظام — ایسا ناظم کیون نہ ہو منظورِ محبوبِ نظام

دم ہے اس معجز بیان کا باعثِ احیای نظم — جس نے باطل کر دکھایا قولِ من یحیی العظام

یہ کمال و بخت بخشا ہی اگر اے لم یزل — عمر بھر دونون کو رکھنا لا یزال و لا ینام

ہم بھی نازان ہین پُرانا ہمصفیر اپنا ہے یہ — نغمہ سنج اُنکی گلستان مین تھے ہم اور یہ مدام

میکش انکی میکدے کے تھے۔ پلاتی رہتے تھے — حضرتِ مینائی ہمین مکان مینا و جام

تھے ہمیشہ تر دماغ و سرخوشِ صہبای نظم — رات دن رہتے تھے مست اور مست بھی مست مدام

اک نگاہِ خاص ادہر تھی ساقیِ فیاض کی — اک زمانہ تھا اگرچہ فیضیابِ فیضِ عام

ہو گئی برہم وہ صحبت اور وہ دَور آخر ہوا — ہان وہ فیض اب تک ہی جاری اور رہیگا تا قیام

ہے اُسی فیضان سے نامی جلیلِ نامور — جو دکن مین آج ہے اُستاد کا قائم مقام

ایک دیوان چھپ چکا تھا دوسرا چھپتا ہی اب — نام ہے جانِ سخن لیکن ہے یہ جانِ انام

بن سنور کر کرکے بارہ ابرن اور سولہ سنگار — جلوہ گر ہوتا ہے اب یہ شاہدِ زیبا خرام

دونون دیوان ہین جو یکتا دُون ہی ہر رنگ کی — وہ فصاحت التیام اور یہ بلاغت انضمام

نقشِ اول مانیے دیوانِ اول کو اگر — نقشِ ثانی حسن مین دیوانِ ثانی ہے تمام

پہلے دیوان سے بھی اوّل دوسرا ہی اسلیے — چار جانب مُلک مین پہلی ہی سی ہو دھوم دھام

اسکا ہر مصرع ہی فرطِ تازگی سے شاخِ گُل — اسکا ہر مضمون رنگینی سے ہے بیجادہ فام

جتنے بھی الفاظ کے غنچے ہین اُنسے خودبخود
غنچہ خندی ہے عیان اور اہتزاز و ابتسام

شوخ ایسے شاہدِ مضمون ہین جن کو دیکھکر
دُور ہی سے فتنۂ محشر کرے جُھک کر سلام

جلنے والے گرمیِ مضمون سے ٹھنڈے ہوگئے
ہوگئی آخر یہ آگ اُن کے لیے بردٌ و سلام

مجکو اس دیوان کی تاریخ کہنے کے لیے
بعد اک مُدت کے ہمراہِ سلام آیا پیام

اس لیے صرف امتثالِ امر ہے یہ ورنہ ہین
آجکل آلام سے ہون مُستمند و مُستہام

مصرعِ تاریخ پاکیزہ ہے زاہد لاکلام
جوہرِ پاکیزہ وجانِ سخن روحِ کلام

۳۴ ۱۳ھ

ولہ

جلیلِ سخنور کا سکہ جما ہے
بیانِ دکن حکمرانِ سخن ہے

کہان ہین جو نقادِ شعر و سخن ہین
پرکھ لین وہ امتحانِ سخن ہے

چمن گونج اُٹھا ہے نغمون سے جسکے
یہ وہ بلبلِ بوستانِ سخن ہے

غنیمت ہین یہ زمزمے اور سُن لین
کہ نزدیک دُرِ خزانِ سخن ہے

اگر آسمانِ سخن شاعری ہے
یہ شاعر مہِ آسمانِ سخن ہے

ذرا شان و اندازِ دیوان تو دیکھو
بڑی شان سے جسکی شانِ سخن ہے

کہا مین نے دیکھا جو دیوان زاہد
یہ اندازِ دیوان تو جانِ سخن ہے

۳۴ ۱۳ھ

ولہ

عجب تحفہ یہ دونوں نور کی دیوان نکلے ہیں
ہر اک جنمین سے رشکِ شمس و رشکِ بدیہ ہے

برابر پہلے دیوان کے ہے زاہد شان و قدر اسکی
جلیل الشان وہ تھا یہ جلیل القدر یہ ہے

جناب سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی تلمیذِ امیر مینائی لکھنوی

جلیل آن شاعرِ یکتا کہ از طبعِ روانِ او
محیطِ آبِ حیات و قطرہا دُرِ عدن گردد

دمیدہ صورِ گلکش جانِ تازہ در سخن ایدون
شگفتہ نیست گر ہر خار و خس سرو و سمن گردد

سمر شد شعرِ او در شہرہا چون نافہ اذفر
دلا وقت است گر خاک وطن رشکِ ختن گردد

چو مملو گشت دیوانِ دوم از شعرِ شیرینش
چہ شیرینی کہ در کام دل و جان قطرہ زن گردد

نمودہ قصدِ طبع آن فزودہ شوقِ مشتاقان
ز قربِ وصل آرے طبعِ عاشق پُر فتن گردد

مسیحی سالِ دیوان خوش بخوان شوکت دعا ہا کن
بصدقِ دل بگو جانِ سخن روحِ سخن گردد

ولہ

میر و سودا جرأت و انشا انیس و مصحفی
تھے یہی انفاسِ قدسی رہبرِ دینِ سخن

غالب و مومن ہیں دنیا میں نہ ذوق و امیر
تخت خالی کر گئے اپنے سلاطینِ سخن

ناسخ و آتش کو گردون نے کیا پیوندِ خاک
سا تھہی ان کے ہوئی تجہیز و تکفینِ سخن

درد تک تھی ترجمانِ دردِ فرقت شاعری
نا لہائے بے اثر ہیں اب مضامینِ سخن

کون دیکھے آنکھ اُٹھا کر دفترِ اشعار کو
ہو گئے تقویم پارینہ فرامینِ سخن

ہو شبستانِ معانی مین نظر افروز کون
شمعِ مرقد بنگئی ہے شمعِ بالینِ سخن

ناظم و شاعر کا رُتبہ ایک ہے اس عہد مین
ہین نئے شاعر نرالے ہین قوانینِ سخن

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
ہر در رکھتے ہین یہی پابندِ آئینِ سخن

کوئی پوچھے بال و پر جس کی بندھے ہون ازطرح
بالِ پرواز ہو کیونکر وہ شاہینِ سخن

کیا وہ سمجھے شاعری جزویست از پیغمبری
ہو نہ جس شاعر کو الہامِ مضامینِ سخن

اس نزاکت کو جلیلِ نکتہ دان سے پوچھیے
آج جنکی شاعری ہے جانِ تمکینِ سخن

آج ہے دیوان جنکا مخزنِ اسرارِ عشق
خوئے دلبر سے سوا نازک مضامینِ سخن

دیکھکر ہر مصرعِ تر کو یہ ہوتا ہے گمان
صفحہ پر بکھری ہوئی ہے زلفِ مشکینِ سخن

خالِ مہ وسے شاعری ہر نکتۂ باریک ہے
آب و رنگِ شاعری معنیِ رنگینِ سخن

کیون نہ دین اہلِ معانی دادِ افکارِ جلیل
جبکہ خود شاہِ دکن فرمائین تحسینِ سخن

گر چہ شوکت نام ہے جانِ سخن دیوان کا
ہے مگر تاریخ اسکی یہ جانِ شیرین سخن

۱۳۲۲ھ

جناب مولوی عبد الشکور صاحب شیدا تلمیذِ مصنف

اک تاجِ سخن پہلے کا دیوان سخن تھا
اور دوسرا یہ جانِ سخن کانِ سخن ہے

کیونکر نہ ابھی دیکھکر دل جی اٹھے شیدا
یہ روحِ روان جانِ ادا جانِ سخن ہے

۲۵ ۴ ف ہی

جناب مولوی سید کاظم حسین صاحب شیفتہ کنتوری

جب جلیلِ صاف طینت نے کیا آراستہ
آئینہ خانہ بنا رونق سے دیوانِ سخن

ہین خدا کے فضل سے حافظ کلام اللہ کے
سہل ہے ان کے لیے تفسیرِ قرآنِ سخن

چھپ گیا دیوان بزم افروز دلچسپ و فصیح
روح بالیدہ ہے اسکا نام ہے جانِ سخن

ایک جولانگاہ ہے فکرِ مصنف کے لیے
خواہ میدان شعر کا ہو خواہ میدانِ سخن

وسعتِ مضمونِ گردون سیر کا ایما ہے یہ
تنگ ہین میرے لیے دشت و بیابانِ سخن

تازگی سی بندشون سی جدتون سی نکتون سے
چار فصلون مین رہا سر سبز بستانِ سخن

نقطے کلیان دائرے گل سطرین ہین سرو سہی
تازہ و رنگین ہے دیوان یا گلستانِ سخن

حرف رنگین لفظ رنگین شعر رنگین یکقلم
دامنِ گلچین ہے یا پھیلا ہے دامانِ سخن

جل رہے ہین جسطرف دیکھو مضامین کے چراغ
مثلِ قصرِ مہ شان روشن ہے ایوانِ سخن

وصف اس دیوان کا آسان نہین اے شیفتہ
تمنے اتنا بھی لکھا تپر ہے احسانِ سخن

طبع کی تاریخ لکھو صنعتِ منقوطہ مین
دلکش و مطلوبِ دل زیبا تیس و جانِ سخن

جناب مولوی حکیم سید محمد فخر الدین صاحب صحیح تلمیذ و سیم خیر آبادی

ہمنے دیکھا جلیل کا دیوان
فکر اچھوتی خیال عالی ہے

حق تو یہ ہے کہ آپ کا ہر شعر
تازہ پھولون کی ایک ڈالی ہے

ایک قربان ہو کے بول اُٹھا	نظم مین جان اسی نے ڈالی ہے
	۳۴ ۱۲ ھ

جناب مولوی عبدالواسع صاحب حنفی صفا مدرس دارالعلوم بلدہ حیدرآباد تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

سراپا رنگ مین ڈوبا ہوا ہے	جلیلِ خوش بیان کا تازہ دیوان
نمایان ہے کہین اُستاد کا رنگ	اسیر و مصحفی کی ہے کہین شان
ڈھلا ہے حُسن کے سانچے مین یکسر	نہین دیوان یہ ہے حُسن کی کان
نکیلے شعر ہین ہر ہر زمین مین	پریزادون کی محفل ہے کہ دیوان
بلا کی شوخیان ہین ہر غزل مین	ادائین ہین ادابندی یہ قُربان
جگہ پائی ہے اسکی ہر غزل نے	حسینون کے دلونمین بنکے ارمان
قدِ موزون سے ہر مصرع ہے موزون	رُخِ گلگون کی ہے اشعار مین شان
مضامین مین بلندی اسقدر ہے	کہ جسپر رفعتِ گردون ہے قُربان
دُرِ معنے ہین یا انمول موتی	گلِ الفاظ یا فردوس کی جان
غضب کی ہے صفائی بندشون مین	جسے دیکھے تو ہو آئینہ حیران
صفا لکھ طبعِ دیوان کی یہ تاریخ	کہ ہے جانِ سخن عشاق کی جان
	۲۴ ۱۳ ھ

ولہ

جلیلِ خوش بیان کی ہے جو شہرت سارے عالم مین	یہ ثمرہ ہے امیرِ نامور کے فیضِ صحبت کا

ہوئے اُستاد آصف کے بڑھا رتبہ بلا نصب
دکن مین آپ نے روشن کیا نام حضرت کا

زمین مشکل سہی مشکل ہو قلم اِن کا نہین رکتا
نہین ملتا ہے ثمل بڑا کہین بحرِ طبیعت کا

لکھا نام خدا جانِ سخن کیسا پری دیوان
جلیل القدر نے دریا بہایا ہے بلاغت کا

سمجھو اِسکو اپنی آنکھ کی پتلی بنائین گے
کہ منظورِ نظر ہے یہ شہِ ذیجاہ و شوکت کا

صفا آیا ہے دامانِ طلب مین واہ کیا مصرع
یہ دیوان کیا ہے گلدستہ ہی گلہائے فصاحت کا

جناب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزاپوری تلمیذ مصنف

کیون دھوم نہ ہو خسرو اقلیمِ سخن ہے
چھپتا ہے کلام اُسکا جو اُستاد زمن ہے

گلچین بھی سمجھتے ہین اسے پھولونکی ڈالی
بلبل کو یہ دھوکا کہ تر و تازہ چمن ہے

کہتے ہین زبان سے یہ نزاکت بھری اشعار
یہ میر کا انداز۔ یہ مرزا کا چلن ہے

بیچین ہین اب دیکھنے والونکی نگاہین
اک حسن ہے معنی مین کہ پردے مین دلہن ہے

اعجاز ہے اعجاز ہے اعجاز ہے واللہ
قائل اسی اعجاز کا ہر ماہرِ فن ہے

شوخی ہے کسی مین تو نزاکت ہے کسی مین
ہر شعر مین اک طرح کا بیساختہ پن ہے

تاریخ بھی کیا خوب کہی آپنے صفدر
جو لفظ ہے دیوان کا وہ جانِ سخن ہے

جناب مولوی محمد عادل صاحب عادل اورنگ آبادی جاگیردار تلمیذ مصنف

چھپ گیا دوسرا اُستاد کا دیوان صد شکر
ثانیِ تاجِ سخن لائقِ شاہانِ سخن

کیون نہ اس نام پہ مین جان تصدق کردون
کتنا پیارا نجبدا نام ہے یہ جانِ سخن

میر و سودا کی بھی دیوانون مین یہ بات نہین
چشم بد دُور کہ ہی اور ہی کچھ شانِ سخن

ہند مین کس نے نہین آپ کا لوہا مانا
آج لاریب جلیل آپ ہین سلطانِ سخن

ہند اس ذاتِ مقدس پہ نہ کیون ناز کرے
جانِ بزمِ شعرا آپ - سخن جانِ سخن

حشر تک آپ کو اللہ سلامت رکھے
بُقعۂ نور اسی دم سے ہے ایوانِ سخن

سبز و شاداب رہے حشر تک آباد رہے
رہے محفوظ خزان سے یہ گُلستانِ سخن

فکرِ تاریخ اگر آپ کو ہو اے عادل
اتنا کہدیجیے - زیبا چمنستانِ سخن

اور کی فکر جو تاریخ کی آئی آواز
کہدے عادل ابھی تو گلبنِ بستانِ سخن

جناب مولوی سید عبد الرزاق صاحب عاصی معتمد جاگیرات نواب فخر الملک بہادر تلمیذ مصنف

چھپ گیا دیوان اُس اُستادِ عالیجاہ کا
آج سارے ہند مین جسکا نہین کوئی عدیل

ہادیِ اہلِ زبان ہے رہنمائے اہلِ فن
اپنی جدت مین ہے دیوان آپ ہی اپنا مثیل

اسطرح اہلِ سخن ہین اس سخن سے فیضیاب
مہر سے پاتا ہے جیسے نُور ہر جرمِ ثقیل

دُشمنون کیواسطے آتشکدہ نمرود کا
دوستون کیواسطے گویا ہے گُلزارِ خلیل

ہے زبان کوثر سے شُستہ روزمرہ صاف صاف
بے تامل حرف حرف اِسکا فصاحت کی دلیل

اسکی سطرین ہین کہ زلفین کھل گئی ہین حور کی
ہے بیاض صفحۂ یار رخسار محبوب جمیل

ہین دوائر اسکی یارب یا چھلکتے جام ہین
یا لگی ہے راہ مین جنت کے کوثر کی سبیل

یہ امیر ذی شرف کے جانشین کا ہے کلام
مانتے ہین جسکو سب استاد فن بے قال و قیل

یہ رہین دنیا مین باعز و شرف با آبرو
پائین یہ عالم مین یا رب خضر سان عمر طویل

عرض کی عاصی نے یہ تاریخ بہر افتخار
کام جان زیب بیان جان سخن فکر جلیل

۱۳۲۳ھ

جناب سید محمد انور الدین صاحب عتیق تلمیذ مصنف

آجکل جن کی نسیم فیض سے
لہلہاتا ہے گلستان سخن

جن سے ہے آراستہ بزم کمال
ہے منور جن سے ایوان سخن

ذات پر جنکی فصاحت کو ہے ناز
نام سے جن کے بڑھی شان سخن

فخر کرتی ہے بلاغت جن پہ آج
اور جو ہین ماہ کنعان سخن

اور جلیل القدر ہے جنکا خطاب
جو ندیم شہ ہین سلطان سخن

جنکی شاگردی کا مجکو ہے شرف
جن سے پایا مین نے فیضان سخن

دوسرا دیوان انکا چھپگیا
جس سے بالا ہو گئی شان سخن

عرض کی تاریخ یہ مین نے عتیق
جان ہے عشاق کی جان سخن

۱۳۲۴ھ

ولہ

یہ ہی ہندو دکن میں آج چرچا
چھپا دیوان جلیلِ نکتہ دان کا

فصاحت اسپہ صدقے ہو رہی ہے
بلاغت ہو رہی ہے اِسپہ شیدا

صنائع اور بدائع کا ہے مخزن
مضامین و معانی کا ہے دریا

اگر دیکھیں اسے اہلِ بصیرت
نظر آئے بہارِ طورِ سینا

عتیق اب سال منقوطہ میں تم بھی
لکھو۔ حضرت کا دیوان چھپکے نکلا

۱۳۲۵ ف

جناب مولوی محمد حفیظ الدین صاحب غضنفر تلمیذ مصنف

دیدہا روشن شد ز نورِ کلام
ہست این دیوان کہ شمعِ انجمن

از پئے تاریخ طبعش برملا
گفت غضنفر۔ جانِ شیرین سخن

۱۳۳۴ ع

وله

چھپ گیا دیوانِ اُستادِ زمن
بڑھ گئی عالم میں اب شانِ سخن

سالِ ہجری اسکا غضنفر نے کہا
مرہمِ دل مرحبا جانِ سخن

۱۳۳۴ ھ

جناب مولوی حکیم عابد علی صاحب کوثر خیرآبادی تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

مطبوع شدہ کلام رنگین جلیل
این مژدہ باہلِ فن مبارک باشد

دیوانِ دوم چو داد اکنون ترتیب
اُستادِ شہ دکن مبارک باشد

از دیدنِ این کلام دلکش رنگین
شادان شدہ مرد و زن مبارک باشد

برذات جلیل افتخار دوران — ناز اہل وطن مبارک باشد

سال طبعش بصد مسرت کوثر — گفته جانِ سخن مبارک باشد

۲۴ ۱۳ ھ

وله

طبع شد دیوان بے مثلِ جلیل — شد و بالا رفعت و شانِ سخن

نظمِ او روح و روانِ شاعری — شد رنگینش دل و جانِ سخن

شعلهٔ طور است یا قندیلِ نور — یا چراغِ طاقِ ایوانِ سخن

از گل و ریحانِ الفاظش شگفت — بے خزان رنگین گلستانِ سخن

سالِ طبعش خامهٔ کوثر نوشت — عطر بر حسنِ نازنینانِ سخن

۲۶ ۱۳ الہی

وله

چون مرتب کرد دیوانِ دوم — آن جلیلِ نکته دان فخرِ زمن

از جلیل القدر اعزازش فزود — تاجِ فرقِ خسروانِ شاهِ دکن

بر وجودِ پاک و ذاتش می سزد — افتخار و نازشِ اہلِ وطن

نجمِ بختش تا قیامت نوربار — بر مرادش دوره چرخِ کهن

کلکِ کوثر سالِ بنگله زد رقم — لوحِ نورِ ماه گرد بانِ سخن

۲۳ ۱۳ بنگله

وله

چون مرتب گشت دیوانِ دوم — چرخِ چارم گشت ایوانِ سخن

مرحبا دیوانِ رنگینِ جلیل | باغِ جنّت یا گلستانِ سخن

چند الفاظ و معانیِ بلند | از فلک بالا شده شانِ سخن

بس که روح افزاست الفاظ و معنیش | می‌سزد گوییم اگر جانِ سخن

یک زمانه از فروغش نوریاب | چندا شمعِ شبستانِ سخن

شد معطر مغزِ جانِ شاعران | عطر افشانست ریحانِ سخن

دامنِ نظارگی پُر می‌کند | از گلِ فردوس رضوانِ سخن

یا رب از جورِ خزان محفوظ باد | این ریاضِ سبز و خندانِ سخن

سالِ طبعش کوثرِ تشنه نوشت | بابِ قصرِ نازنینانِ سخن

۱۳۲۴ف

وله

شکرِ لله طبع شد دیوانِ رنگین و فصیح | از جلیل القدر شاعرِ کاملِ علم و فن

مادرِ گیتی نزاده چون جلیلِ نامور | شاعرِ رطب اللسان رنگین بیانِ شیرین دهن

طبعِ رنگینش بهارِ بوستانِ نظم و نثر | فکرِ والایش چو آبِ بحرِ قلزم موج زن

اخترِ بختش باوجِ چرخِ هفتم تافته | از فروغِ مهرِ الطافِ شهنشاهِ دکن

از ضیای نظم و نثرش عالمی روشن شده | مثلِ شمعِ طور افشانست در هر انجمن

گلشنِ اقبال و دولت باغِ جاه و حشمتش | سبز و خندان باد دایم از طفیلِ پنجتن

کوثرِ معجز بیان تاریخِ طبعش عیسوی	گفت موزون تاجِ فرقِ ماہ رویانِ سخن

ولہ

چھپ گیا صد شکر دیوان دوم	تازہ فکرِ شاعرِ جادو بیان
کون شاعر ناظمِ رنگین سخن	کون شاعر ناثرِ شیرین زبان
وہ جلیل القدر والا منزلت	وہ رفیع الشان وہ عالی مکان
مسند آرائے امیرِ لکھنوی	جانشینِ بادشاہِ شاعران
واہ کیا دیوان ہے رنگین لطیف	دلکشا شاداب و خندان بوستان
ہے فصاحت اور بلاغت موجزن	معنی و الفاظ بحرِ دُر فشان
لکھدیا کوثر نے سالِ بکرمی	دل رُبا سرسبز و خرم گلستان

جناب سید نوازش علی صاحب لمعہ ابن شعلہ دہلوی

طبع ہوا دیوان دوم کیا خوب جلیل حسن کا یہ	عہدِ آصفِ سابع مین مشہور ہی جسکا ذکرِ جمیل
اس سے پہلے بھی اک دیوان طبع ہوا تھا خوش اسلوب	تاجِ سخن اجمال تھا اُسکا جانِ سخن اسکی تفصیل
بہرِ ضیافت طبع و پئے تفریحِ دلِ ہر اہلِ سخن	پہلا دیوان خوانِ خلیل اور دوسرا ہی گلزارِ خلیل
شعر و سخن کی جملہ محاسن جمع ہوے اس دیوان مین	خوبیِ لفظ و جدتِ معنی لطفِ بیان حسنِ تخئیل
طبع کی اسکی مین نے بھی ای لمعہ کہی ہی یہ تاریخ	جانِ سخن ہی روحِ بیان و عزیز دل دیوانِ جلیل

جناب مولوی بخشی عبدالوارث خان صاحب وارث

چه شد جانِ سخن مطبوع امروز — تو گوئی پُر شُده پیمانهٔ عشق
بود هر بحر او بحرِ معانی — بود هر بیت او کاشانهٔ عشق
اگر تاریخش از وارث بخواهی — مکرر گو ز لب افسانهٔ عشق

۲۴ ۱۳ھ

وله

مہرِ چرخِ سخن ہیں وہ تاحشر — کیوں نہ روشن رہیگا نامِ جلیل
وارث نکتہ داں لکھو تاریخ — تمکو پہونچا ہے حکمِ عامِ جلیل
دُرِّ معنی ہے جسکا حلقہ بگوش — ہے یہ جانِ سخن کلامِ جلیل

۲۴ ۱۳ھ

جناب حکیم امتیاز حسین خاں صاحب واقف ابو العلائی طبیبِ شاہی تلمیذ مصنف

ہو چکا ہے طبع دیوانِ جلیل — بے بہا ہے جنسِ دُکانِ جلیل
تازہ تر رنگین مضامین پُر بہار — ہر غزل ہے اک گلستانِ جلیل
جسکو ہاتھ آیا ملا اُسکو مزہ — ارمغاں ہے نعمتِ خوانِ جلیل
کیوں نہو وردِ زبان جانِ سخن — دلربا سب کا ہے جانانِ جلیل
ہے جلیل اُستاد اپنے وقت کا — ہر سخنور ہے ثنا خوانِ جلیل
کہدیا یہ میں نے واقف سالِ طبع — عشق کا دفتر ہے دیوانِ جلیل

۲۴ ۱۳ھ

جناب مولوی سید محمد عسکری صاحب وسیم برادر جناب ریاض تلمیذ امیر مینائی مرحوم

حبذا فکرِ جانشینِ امیرؒ
کیا کھلائے ہین بوستانِ سخن

کہین نسرین کہین گلاب کھلا
کہین پھولا ہے ارغوانِ سخن

سونگھ کر بوئے گلِ مضامین کی
ہو گئے مست بلبلانِ سخن

انکو سلجھائے صاف فکر تری
گتھیان ہون جو درمیانِ سخن

وہ چلائے ہین تیری فکر نے تیر
جھک گئی کھینچ اٹھی کمانِ سخن

اس جہان مین ہے ایک فرات تری
باعث رونقِ جہانِ سخن

ہین ترے خواجہ تاش مثلِ نجوم
تو ہے خورشیدِ آسمانِ سخن

سکۂ فکر تیرا چلتا ہے
تو ہے بے شبہہ مہربانِ سخن

کیون نہ آئے سخن کی جسم مین جان
چھپ کر شایع ہوا ہی جانِ سخن

اسکی تاریخ ہے یہ ہجری مین
آج پھولا ہے گلستانِ سخن
۱۳ھ ۳۴

ہے یہ ہجری مین دوسری تاریخ
کیا ہی پھولا ہے بوستانِ سخن
۱۳ھ ۳۴

معجمہ سے ہے طرفہ صنعت مین
ہے یہ تاریخ آسمانِ سخن

نکل آیا یہ کہہ کے فوراً عیب
واہ جانِ سخن ہے جانِ سخن
۱۳ھ ۳۴

خوب فصلی مین ہے وسیم یہ سال
پھلا پھولا ہے بوستانِ سخن
۱۳ف ۲۶

جانِ قطعہ ہے عیسوی مین یہ سال
جان جان جانِ نظم جانِ سخن
۱۶ ۱۹ ۶

ولہ

جانِ سخن عیسیٔ سخن کا
روحِ ملاحت جانِ سخن ہے

تجھکو مبارک مجھکو مبارک
تازہ چمن ہے تازہ چمن سے

تاجِ سخن معراجِ سخن تھا
جانِ صباحت جانِ سخن ہے
۲۲ ۱۳ ۵

جناب مولوی محمد صدیق الزمان صاحب وفا تلمیذ مصنف

ہوگئیں دیکھ کے آنکھیں روشن
چھپ کے دیوان جو دل آرا نکلا

سر یہ آنکھون پہ اسے لین شاعر
انکی قسمت کا ستارا نکلا

جسکو دیکھو وہ یہی کہتا ہے
آج ارمان ہمارا نکلا

نسخۂ دردِ دلِ عاشق ہے
زندگی کا یہ سہارا نکلا

کہہ چمکتی ہوئی تاریخ وفاؔ
آج لو عرش کا تارا نکلا
۱۳ ۲۲ ۵

شمس العلماء خان بہادر جناب نواب عزیز جنگ بہادر ولاؔ
صدر محاسب صرفخاص مبارک و مصنف آصف اللغات

ذالک النظم بلیغ وفصیح
کلّ ما فیہ ملیح وجمیل

سنتہ الطبع ولا ارّخہا
احسن النّظم کلام الجلیل
۲۲ ۱۳ ۵

وله

ما احسن الدیوان فی النظام	هذا الکتاب نزهة الانام
قال الولا مورخا لطبعه	نظم الجلیل حسن الکلام

۵ ۱۳ ۳۲

وله

خوشا دیوانے که شد وجه شرف در ذاتِ انسانے	چه انسانے که در تشریفِ تن دارد دل و جانے
دل و جانم فدای عهدِ مسعودِ جهانبانے	که بر گردون رساند قدرِ او قدرِ سخندانے
سخندانے که عهدِ میمنت عهدِ جهانبانش	عطا کرد است در عالم جلیل المرتبت شانے
چه شانے کز پسندِ خسروِ ذیشان سخن پرور	بدیوانِ سخن پیدا کند از یک سخن جانے
چه دیوانے که در دیوانِ عامِ دولتِ آصف	فتد جانِ سخن در قالبش از حکمِ سلطانے
چه سلطانے که تا بنهاد او (جانِ سخن) نامش	ببین مقبولِ طبع است این جلیل القدر دیوانے
خداوندا نگهدارش ز چشمِ زخمِ بدبینان	که چشمِ دوست بهرِ عالم و دنیا نگهبانے

۵ ۱۳ ۳۲

وله

به عالم تازه تر شد قصهٔ عشقِ گل و بلبل	نسیمِ جانفزا تا در گلستانِ سخن آمد
بحمد الله که شد مطبوع دیوانِ جلیل الشان	که مضمونِ بلندش شاهدِ شانِ سخن آمد
چه شانے کز سخن پیدا کند قدرِ سخنگو را	سخنگوئے که صدرِ نکته سنجانِ سخن آمد

زطبعِ روشن شنو ولاؔ تاریخِ طبعِ او	ببین در قالبِ طبعِ جلی جانِ سخن آمد ۴۴ ۱۳ ھ

ولہ

مطلعِ شد کلامِ جلیلِ خجستہ فال	در خلق چون بخاطرِ عشاق ہوشے
نقش است سالِ طبع بلوحِ دلِ ولاؔ	جانِ سخن بقالبِ دیوانِ دلکشے ۴۴ ۱۳ ھ

ولہ

عکسِ کلامِ جلیل دیدۂ حیران مین ہے	جوہرِ نظمِ جمیل آئنۂ جان مین ہے
مصرعِ مشکین کا رنگ مطلعِ دیوان کا ڈھنگ	ابروِ خوبان مین ہے زلفِ پریشان مین ہے
ہے سخنِ دلفروز مہرِ فلک نیمروز	اسکا گداز اسکا سوز شمعِ شبستان مین ہے
شاخِ گل و گلبدن میوۂ سیبِ ذقن	غنچۂ شیرین دہن اس چمنستان مین ہے
طبعِ روان جوئبار فکرِ سخن آبیار	باغِ سخن کی بہار طبعِ سخندان مین ہے
نظم ہے یہ دلپسند خلق ہوئی بہرہ مند	قدر کلامِ بلند آصفِ دوران مین ہے
فخر ہے مجکو ولاؔ مصرعِ تاریخ کا	جانِ سخن مرحبا قالبِ دیوان مین ہے ۴۴ ۱۳ ھ

ولہ

دیوانِ جلیل ہے جلیل الشان ہے	یہ (جانِ سخن) ہے اور سخن کی جان ہے
تاریخ سے ظاہر ہے ولاؔ شان اسکی	اقلیمِ سخن کے شاہ کا دیوان ہے ۲۲ ۱۳ ھ

بتاریخ ۲۸ ر ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۲ ھ

تمام شد

جناب ریاض

خوب چھپا تازہ کلام جلیل — کیون نہ کہین سب اسی جان سخن
مستند اسکے ہین قول ریاض — جان سخن جان جہان سخن
فیض رسان ساقی مینا پرست — مغبچے ہین پیر مغان سخن
لین اسی میخانے سے اب خم کے خم — بادہ فروشان دکان سخن
جان سخن تجھ مین ہے شان امیر — جان سخن تجھ سے ہے شان سخن
جان سخن تو نے بچایا اسے — ورنہ مٹا ہی تھا نشان سخن
جانے کو تھی باغ سخن کی بہار — جمنے کو تھا رنگ خزان سخن
داغون کے تھے باغ کھلے بعد داغ — کس سے کہون درد نہان سخن
کس سے کہون کون بنا بعد داغ — چارہ گر درد نہان سخن
داغ مٹے مٹ گئے استاد امیر — ہے سخن اب مرثیہ خوان سخن
رہ گئے ہم گرد پس کاروان — نقش کف راہروان سخن
نقش کف پا بھی نہین نقش آب — خاک سر آب روان سخن
آنکھ مین دے کون جگہ خاک کو — کوئی نہین مرتبہ دان سخن

جھوٹ ہے یہ کوئی نہیں رتبہ دان	ہین ابھی کچھ مرتبہ دانِ سخن
پیشِ نظرِ قدرِ جنابِ جلیلؔ	دیگا ترقی ابھی جانِ سخن
لطفِ بیان شاہدِ معنی کی جان	جانِ سخن کیون نہ ہو جانِ سخن
جانِ سخن نے نئی پھونکی ہے روح	بڑھگئی ہے تاب و توانِ سخن
وصف مین اشعار کے تاریخ ہے	ہین وہ سبھی روحِ روانِ سخن
چن لیے چبھتے ہوئے شعر اے ریاضؔ	دل مین ہین اب نشترِ جانِ سخن
	۱۶ ۶۱۹

جناب مولوی محمود احمد صاحب انورؔ مینائی فرزند اخترؔ مینائی

دے رہا ہے کیا مزا جانِ سخن	دردِ دل کی ہے دوا جانِ سخن
مصرعِ تاریخ انورؔ نے لکھا	دلفریب و زود رُبا جانِ سخن

جناب منشی مسعود حسن صاحب مسعودؔ اہلمد مال کلکٹری ترپاگڑھ برادر زادہ مصنف

نگاہِ شوق سے دیکھے زمانہ یہ دیوان	وہ حسن ہر کہ ہی آئینہ خانہ یہ دیوان

جو چھپ گیا تو یہ مسعودؔ نے لکھی تاریخ
کہ موتیون کا ہے گویا خزانہ یہ دیوان
۳۴ ۱۳ ۵